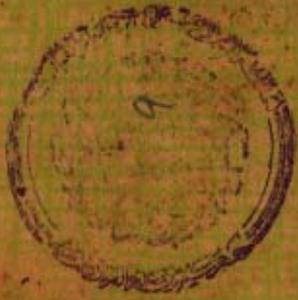


مانونہ مانو
یاد رکھو نہ رکھو
یوم الحساب
بہر حال آنا ہے



نوم ۲۰

ماہنامہ
تجلی
دیوبند

تاریخوں میں ایک شمع



بیئر

عاشقانی

افغانیوں

1/50

سالانہ بارہ روپیہ

تجلی

ماہنامہ دیوبند

نمبر ۱۹۷

امریکہ - نا بجزیرہ یا کنیڈا - انگلینڈ - فرانس - برمنگھم -
انڈونیشیا اور ملیشیا سے بذریعہ بحری ڈاک ڈرپونڈ -
بذریعہ ہوائی ڈاک چارپونڈ
بحرین - افریقہ - سعودی عرب - قطر وغیرہ سے
بذریعہ بحری ڈاک ایک پونڈ و سٹمٹنگ - بذریعہ ہوائی ڈاک تین پونڈ
پاکستان (فی الحال کچھ نہیں) ہندوستان سے - بارہ روپے -

ایڈیٹڈ عام عثمانی



نہرست

بانیوں
سال کا
نواں
شمارہ

اس پرچے
کی قیمت
دیکھو دیکھو
۱/۵۰

۶۹
۷۳
۷۵
۷۹
۸۱
۸۳
۸۷
۸۹
۹۲
۹۷

شورش کاشمیری	۵	اگر اس (مجموعہ)	۵
جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی •	۱۸	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱۹
مسلمان (نظم)	۲۳	فخس نوید عثمانی	۲۷
دو غزلے لیکچر	۲۷	عام عثمانی	۳۲
غزلیں	۳۲	مآثر القادری	۴۵
مولانا مودودی کی مجلس	۵۱	•	۵۹
مسجد سے پختانے تک	۵۱	غلام محمد	۵۹
میں بھی حاضر تھا وہاں	۵۹	عام عثمانی	
کھرے کھوٹے			

حوالہ واقعی	۱۰	مولانا محمد عارف	۱۰
تاریخ سخن	۱۰	•	۱۸
دولہ لکھ پچاس ہزار عورتوں مردوں کا گناہ کا غسل اور جلیس	۱۸	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱۹
فہم القرآن	۲۷	فخس نوید عثمانی	۲۷
کیا ہم مسلمان ہیں؟	۳۲	عام عثمانی	۳۲
تجلی کی ڈاک	۳۲	مآثر القادری	۳۲
آثار سحر (نظم)	۳۲	•	۴۵
مولانا قمر الحسن (انٹرویو)	۴۵	•	۵۱
عربی کی شکست پر منظر اور اسباب	۵۱	غلام محمد	۵۱
شرح صحیح مسلم	۵۹	عام عثمانی	۵۹

150

اگر اس (X) دائرے میں شرح نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچے پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت سمجھیں یا وی پی کی اجازت دیں۔ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلے پرچے وی پی سے بھیجا جائیگا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی مسرض ہو گا وی پی ساڑھے تیرہ روپے کا چھوٹا منی آرڈر بھیج کر آپ وی پی خرچ سے بچ جائیں گے۔

مطبوعہ اسلامی پریس ڈپونڈ پرنٹرز و پبلشرز عام عثمانی

اعمال واقعی

تجلی کے کم و بیش ہر شمارے کو اللہ کے فضل سے جو مقبولیت حاصل ہوتی ہے اس کے پیش نظر یہ کہنا غیر ضروری نہاں ہے کہ کچھ "مخصوص شمارے" نے قبول عام حاصل کیا ہے۔ مگر تحدیثِ نعمت بھی بندے کا فرض ہے اس لئے

اپنے مجربے بضاعتی اور کم تو فیہی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ اقرار ضرور کرنا ہے کہ مخصوص شمارہ غیر معمولی طور پر پسند کیا گیا اور ہم پہلے اڈیشن میں شائقین کی مانگ پوری نہ کر سکے۔ نا محمد رشید علی ذلک۔ آئیے دیکھا ہوگا کہ مخصوص شمارہ میں ہم نے سالانہ کے اعلان بھی کر دیے۔ اگر مدیر تجلی ۵ اکتوبر سے ۱۳ اکتوبر تک مسلسل مریض نہ رہا ہوتا تو ہم یقین تھا کہ سالانہ جنوری ہی میں پیش کر دیا جاتا مگر اب موزوں معلوم ہوتا ہے کہ فروری میں نکالا جائے۔ چیز بہت خاص ہوگی اس لئے بھی کافی وقت درکار ہے۔ ہمیں اس کی تکمیل میں ایک ماہ کی چھٹی بھی کرنی ہوگی مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ کچھ متعدد پرچے عام ضخامت سے زیادہ پر شائع ہوئے اور یہ پیش نظر ہے کہ بھی نسبتاً زیادہ صفحات کا ہے لہذا ہمیں توقع ہے کہ شائقین ایک عمدہ قسم کا سالانہ لینے کے لئے ایک ماہ کی تعطیل بخوشی۔ یا چھلے بادل نا خواستہ ہی گوارا فرمائیں گے اور اسے اپنا نقصان نہیں تصور کریں گے۔

سالانہ کا تفصیلی اعلان اسی پرچے میں کسی جگہ دیکھئے۔ انشاء اللہ یہ معرکہ آرا ہوگا۔ آپ کی دعائیں ہماری کاوش۔ پھر کیوں نہ خاصے کی چیز آئے۔ مدیر تجلی اب اچھا ہے۔ اس کی صحت اور زندگی کی دعا براہ کرم کرتے رہئے ورنہ پیر گیا تو آپ کا باقی ماندہ چندہ ڈوب جائے گا۔

اس بار چندے میں بھی ایک روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ گیارہ سے بارہ روپے۔ نوٹ فرمائیں اور روز افزوں گرانے کے حق میں بردہ عا کریں جو آپ کا اور ہمارا بار آئے دن بڑھاتی ہی جا رہی ہے۔

گفتگو

عمل

وہ مولانا مودودی کو کرنے آیا تھا

مقام عالیہ اور تشریح

مولانا مودودی کا اپنے معترضین کو فالاندہ جو آئے

جمعیت طالبات سے مولانا مودودی کا خطاب

(تقریر کا پورا متن)

کہانی ایک تمنا کی

دندن کے لائٹ سٹیوین اسلام قبول کرتے ہیں

یہ شمارہ بھی

معمول سے زیادہ

صفحات پر مشتمل ہوگا

اور دوسرے قیمتی مضامین

تجلی کے

مدیر تجلی کا

مقصدی ادارہ

آغاز سخن

قوم پرستوں کی نظر میں

خدا بھی زور پورت

اور کشمیر کے وزیر صحت

شری سید العلی
کی بھی عینیت

جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف (الزام تراشی، افتراء برداری، کینہ توڑی، بغیظ و غضب، اور سب و شتم کی جو کافی آندھی بہندرو پاک میں چل رہی ہے اس پر نہ ہمیں شہ ہے نہ شکایت۔ تعجب اس لئے نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی نیکو نیتی مصلحت نے ہر نبی کے لئے اس دین کے شیطان پیدا کئے (وَكُنَّا لَكَ جَنَّاتًا مَّكَّنَّا فِيهَا نَبِيًّا عَسَاوًا شَيْطَانًا أَلِدْنِيْسِي الْكَبِيْرَ) تو یہ کیسے ممکن تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی نیابت اور ان کے مشن کی علمبرداری کرنے والے کسی فرد اور گروہ کا چھایا ان شیاطین سے چھوٹا رہتا اور اقامت دین کا وہ عظیم الشان کام جس کی راہ کبھی بھی کانٹوں، پٹانوں اور کھائیوں سے خالی نہیں رہی بغیر مزارِ حنٹوں اور رکاوٹوں کے آگے بڑھا جاتا۔ سرت سے بڑے اندر آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان سے زیادہ محبوب اور معزز بارگاہِ خداوندی میں کوئی بھی نہیں۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اہل کفر کی بدترین عداوتوں اور شرارتوں سے سابقہ انھیں پیش آیا۔ منافقین کی ایذا میں انھوں نے بھی جھیلیں۔ ہر ذرہ سہراؤں کے انتہا

ان پر بھی تیر بن کر برسے۔ حد سے کہ انھیں پاگل، سودانی، جا دوگر، سحر زدہ اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا۔ ان کے قتل کی اسکین بنیں۔ انھیں زخمی کیا گیا۔ ان پر غلاطت کے ٹوکے لٹے گئے۔ انھیں کوسا گیا۔ بے گھر کیا گیا۔ ان کا بائیکاٹ کر کے یہ چاہا گیا کہ وہ اور ان کے خیال اڑیاں رگڑ رگڑ کر رہائیں کیا تاریخ قیامت تک اس واقعے کو فراموش کر سکے گی کہ دو جہانوں کے مالک کا محبوب، نبی نوع السانی کا مترجم، انبیاء کا سید، مردِ جزاکا شفیع اور رحم ورافت کا محمد درختوں کی چھال کھا کھا کر دن گزار رہا ہے۔ بھوک کی شدت نے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا دئے ہیں اور اسی کے بھاتی بند اسی کے ہم قوم و ہم وطن اس فکر میں ہیں کہ تیزوں سے اس کا سینہ چھید دیں۔ تلواروں سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ یا پھر یہ نہ ہو سکے تو جھوٹے الزام لگا کر غلط پروپیگنڈہ کر کے، بہتانوں کا لالچ بھڑکا کر اسے رسوا کریں۔ اس کی سزا توڑیں۔ اس کے زقار کو آگ لگائیں۔

اور تصور اس کا کیا تھا؟۔ یہی ناکہ وہ حق کی دعوت

دیتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ لوگو خدا کی بندگی کرو۔ اور پھر جو لوگ اس کی دعوت قبول کر لیتے تھے ان سے کہتا تھا کہ

ادْخُلُوا فِي الدِّينِ كُلِّكُمْ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا اُحْطَابَاتِ الشَّيْطَانِ اِلَاسْلَامِ مِيں پورے کے پورے داخل ہو اور شیطان کے نقوش قدم پر مت چلو یعنی محض انسانہی کافی نہیں کہ تم نے زبان سے اسلام کا اقرار کر لیا اور اس کے بعض احکام و فرامین پر عمل ہو گئے بلکہ اپنی پوری زندگی پر اس کے ہر ہر شعبے اور ہر ہر قسم کے عمل کو اسلام کا تابع بناؤ کسی بھی معاملے اور مسئلے میں اسلامی احکام کو نظر انداز کرنا شیطان کی پیروی ہے، اس سے بچو۔

بہتے صدے اور مہرے مفر نہیں۔ دلی صدر مہینچتا ہے ان مسلمان بھائیوں کی حالت پر جو جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی دستمئی میں یہ تک نہیں سوچتے کہ جو بات ہمارے زبان پر آ رہی ہے وہ قرآن کی کئی صریح آیت یا حضورؐ کے کسی واضح ارشاد کے خلاف تو نہیں ہے۔ کینسہ وہ عناد نے انھیں اس حد تک منقل اور غبوط الحواس بنا دیا ہے کہ وہ بلا تکلف اللہ اور رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں اور اڑھ لیتے ہیں جماعت اسلامی کی ذرا احساس نہیں کرتے کہ کفر یا تک کر وہ جماعت اسلامی کو اتنا نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں جتنا خود کو پہنچا رہے ہیں۔

آج جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کا قصور بھی اس کے سوا آخر کیا ہے کہ وہ عین الفاظ قرآنی میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي الدِّينِ كُلِّكُمْ كَافَّةً اور طاغوتی مفکروں نے طرح طرح کے خوشناموں سے جو ازم تراش رکھے ہیں ان کی طرف انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے ہیں اَلْحَطَابَاتِ الشَّيْطَانِ (خبردار! یہ سب شیطان کے نقوش قدم ہیں، ان کی پیروی مت کرنا)۔ پھر بھلا وہ تمام حربے ان کے خلاف دور حاضر کی طاغوتی قوتیں کیوں استعمال کریں گی جو حضورؐ کے اور تمام ہی انبیاء کے خلاف استعمال ہوئے تر ہے اور جنھیں آج کے ترقی یافتہ "علم و فن" نے ہزار آتش بنا دیا ہے۔ اس پر تعجب کا کیا سوال تعجب تو اس وقت ہونا جب جماعت اسلامی کی تحریک بنی حراحتوں کے آگے بڑھتی چلی جاتی۔

خليفة اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایک بات یاد آئی کسی نالائق نے ان سے کہا تھا کہ اے ابو بکر میں تمہیں ایسی گالی دوں گا جو تمہارے ساتھ قبر تک جا لے گی۔ انھوں نے پورے اطمینان اور سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ ضرور دو ٹکڑے میری قبر میں نہیں بلکہ تمہاری قبر میں تمہاری ساتھ جا لے گی۔ کتنی پیاری اور سچی بات کہی تھی صدیق اکبرؓ نے۔ گالی تو گالی دینے والے کے اپنے نامہ اعمال میں لکھی گئی اور یہ نامہ اعمال نہ صرف قبر میں ساتھ جانا ہے بلکہ روزِ حشر میں بھی ہونا ہے۔ ٹھیک اسی طرح وہ مسلمان بھائی اپنی مٹی پیدا اور عاقبت خراب کر رہے ہیں جو جماعت اسلامی کی مخالفت میں عین خداؤ رسولؐ ہی کی مخالفت پر اتر آئے ہیں اور لظاہرہ دانشور ہونے کے باوجود حقیقتاً ان کی حالت اس بے عقل لکڑہارے کی سی ہے جو اسی تنے پر درانتی چلانا ہے جس پر وہ بیٹھا ہوا ہے۔

اور شرک کا بت کا بھی موقع اس لئے نہیں کہ حق کی مخالفت اور باطل کی پشت پناہی تو شیطان کی عین فطرت ہے شیطان جن انسانوں کو اور جنوں کو اپنا مرید بنالے ان سے اس کے سوا توقع ہی کیا ہو سکتی ہے کہ بھلائی کی عبادت اور برائی کی حمایت میں وہ اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں گے۔ جھوٹا، دغا، افتراء، سازش، منشاوت اور ظلم انھیں مرغوب ہو گا۔ انصاف اور صداقت و دیانت سے انھیں نفرت ہوگی۔ چھو اور سانپ کاٹتے ہیں۔ کاٹنا ہی انکی فطرت

مثال کے طور پر آج ہم اپنے ایک اعلیٰ بھائی کا اس تحریر پر گفتگو کریں گے جو اردو "بلفر" میں چھپی ہے۔ اس کا عنوان ہے "جماعت اسلامی کے انکار"۔ اس میں انھوں نے فرمایا ہے۔

جماعت اسلامی کی فرقہ پرستی کا سب سے بڑا

نبوت یہ ہے کہ وہ صرف اسلام کو سچا اور صحیح مذہب سمجھتی ہے۔

اب ہم تمام مسلمان بھائیوں کے سامنے قرآن کی جذبات رکھتے ہیں۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کی صحت و صداقت پر ہم سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ آیات کے ساتھ ہم حوالے بھی دے رہے ہیں تاکہ ہر شخص قرآن اٹھا کر دیکھ لے کہ ہم نے آیات کی نقل میں کوئی فریب تو نہیں کیا ہے اور مستند ترجموں اور تفسیروں میں یہ بھی دیکھ لے کہ جو مطلب ہم ان آیات کا بیان کر رہے ہیں وہی بڑے بڑے مفسروں نے بھی بیان کیا ہے یا اس کے خلاف کچھ کہا، سب سے پہلے سورہ آل عمران کھ لیں۔ پارہ نمبر ۱۹

لوگوں نے ازراہ بغاوت اس میں اختلاف کیا۔ اسے بدل بدل دیا۔ اس سے محرف ہو گئے۔ پھر اب واحداً قائل قبول دین وہی اسلام ہے جسے قرآن میں لکھا گیا ہے اور جس کی دعوت دینے کے لئے آخری پیغمبر مبعوث کیا گیا۔ آگے اسی آل عمران کی آیت ۸۵ ملاحظہ ہو:-

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ
دین جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دین چلے تو اللہ سے ہرگز قبول نہ کرے گا اور یہ دوسرا دین چاہئے والا آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

دیکھا آپ نے۔ اسلام کے سوا ہر دین کا ناقابل قبول، اکارت اور بے فائدہ ہونا کیا اس سے زیادہ صاف صریح دعوے اور بے غبار الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے تو؟ یہاں صرف تا کہ دیکھ لیں۔ خود اللہ تعالیٰ اگر واضح الفاظ میں تاکید کے ساتھ کہہ رہا ہو کہ اسلام کے سوا کسی بھی دین کو ہم قبول نہیں کریں گے اور دوسرے کسی بھی دین کا حال آخرت میں فلاح یا بے فلاح نہیں ہوگا تو کیا پھر بھی کسی ایسے آدمی کے لئے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو یہ عقیدہ رکھنے کے سوا کوئی چارہ ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے۔

سورہ مائدہ پارہ لایمب اللہ کھولے۔ آیت ۱۷۴
وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ
آج میں مکمل کر چکا تھا کہ آج تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا نغمتی و سرخسیت نکمہ
اللہ سلاہم دینا۔
یہ تمام نئی نوع انسان سے خطاب ہے۔ کھلا کھلا اعلان ہے کہ دین و شریعت کا جو سلسلہ آغاز عالم سے جاری تھا وہ آج تکمیل کو پہنچ گیا اور اب سوائے اسلام کے کوئی اور دین کوئی اور شریعت قابل التفات نہیں۔ جسے آخرت کی فلاح مطلوب ہو وہ اسلام قبول کرے۔ بغیر قبول اسلام کے نجات کی کوئی راہ نہیں۔

یہ لوگوں کہہ رہا ہے۔ کائنات کا فرماں روا۔ تمام جہانوں کا خالق۔ موجودات کا آقا، شہنشاہ، رب، ایلہ، کیا اس حکم اور واضح ارشاد میں اس کے سوا بھی کچھ کہا گیا ہے کہ دین صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ کسی بھی انسانی ذہن کے گھڑے ہوئے دین کا تو کیا ذکر وہ تمام دین بھی حقیقت میں دین باقی نہیں رہے ہیں جن کی نسبت پیغمبروں کی طرف سے اور جن کا جوڑ آسمانی کتابوں سے لگایا جاتا ہے جیسے عیسائیت اور یہودیت۔ کیونکہ آسمانی کتابوں میں جس دین کی تلقین کی گئی تھی وہ اسلام ہی تھا نہ کہ کچھ اور، مگر ان

آیت ۱۹
إِنَّا الْإِسْلَامَ وَمَا اخْتَلَفَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ
بَيِّنَاتٌ مِنْهُمْ وَهُمْ
يَكْفُرُوا
بِآيَاتِ اللَّهِ وَمِثَالِ اللَّهِ
مَكْرُومًا
اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اس دین سے مہرٹ کر جو مختلف طریقے لوگوں نے اختیار کئے جنہیں کتاب دی گئی تھی ان کے اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انھوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لئے ایسا کیا اور جو کوئی اللہ کے احکام و آیات کی اطاعت سے انکار کر دے اللہ کو اس حساب لینے کچھ دیر نہیں لگتی۔

یہ لوگوں کہہ رہا ہے۔ کائنات کا فرماں روا۔ تمام جہانوں کا خالق۔ موجودات کا آقا، شہنشاہ، رب، ایلہ، کیا اس حکم اور واضح ارشاد میں اس کے سوا بھی کچھ کہا گیا ہے کہ دین صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ کسی بھی انسانی ذہن کے گھڑے ہوئے دین کا تو کیا ذکر وہ تمام دین بھی حقیقت میں دین باقی نہیں رہے ہیں جن کی نسبت پیغمبروں کی طرف سے اور جن کا جوڑ آسمانی کتابوں سے لگایا جاتا ہے جیسے عیسائیت اور یہودیت۔ کیونکہ آسمانی کتابوں میں جس دین کی تلقین کی گئی تھی وہ اسلام ہی تھا نہ کہ کچھ اور، مگر ان

سورہ النعام پارہ دلو اتنا آیت ۱۲۵ پر نظر ڈالئے۔
فَمَنْ شَرِكِ اللَّهُ أَنْ
پس جسے اللہ شریعت بخشے گا

تَصَدَّقَ بِهَا نَفْسًا مِّنْ حَرْفٍ مِّنْهَا
لِيُرِيَهُمْ آيَاتِهِمْ وَلِيُعَلِّمَهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمَهُمُ
مَا يَشَاءُونَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ
اسلام کے لئے کھول دیتا ہے
(درجہ گمراہی میں ڈالنے کا
ارادہ کرتا ہے اس کے سینے
کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا
بھیجتا ہے کہ (اسلام کا تصور
کرتے ہی) اسے یوں معلوم
ہوئے لگتا ہے گویا اسکی رُوح

آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔ اس طرح اللہ (حق) سے فرما
اور نفرت کی بنا پاکی ان لوگوں پر مسلط کرتا ہے جو ایسا نہیں لاتے
دو باتیں اس آیت سے سمیٹنے کی توجہ واضح ہیں۔ ایک
یہ کہ ہدایت اور اسلام ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔ اسلام
یعنی ہدایت ہے اور ہدایت عین اسلام۔ دوسری یہ
کہ اسلام کے سوا کوئی بھی دین کوئی بھی ازم پر وہ گمراہی
سے سوا کچھ نہیں۔ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے وہ
پاکیزہ فی سے محروم اور نجاست سے ملوث ہیں۔

اب سورہ ۳۰ بارہ دہائی آیت ۲۲ پر
آجائے:-

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ لِقَوْلِهِ
إِذَا دُعِيَ إِلَى اللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ أَنْ يُسَلِّمَ
لِلَّهِ وَرَسُولِهِ يُقُولُ
إِنِّي سَلَّمْتُ لِقَوْلِ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ فَمَا يُلَاقِيهِ إِلَّا
الْجَهَنَّمَ لَمَّا دُخِيَ
مَعَهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ

اب کیا وہ شخص جس کا سینہ
نے اسلام کیلئے کھول دیا اور وہ
اپنے رب کی طرف سے ایک
روحانی پرچل رہا ہے اس
شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس
ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا ہے

تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اس کی نفیحت سے اور
زیادہ سخت ہو گئے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔
اس آیت میں جو کچھ کہا گیا وہ بھی حکم اور صریح ہے۔
اللہ نارہا ہے کہ صرف اسلام ہی وہ نور ہدایت ہے جس کی
روحانی میں جلنا نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں نے
نزولی قرآن کے بعد بھی آیات قرآنیمہ سے سبق نہ لیا
اور جو بد قلبی کے باعث قبول اسلام سے گمراہی ہے وہ کھلی

گمراہی میں مبتلا ہیں۔

سورہ صدف پارہ قد سمع اللہ آیت ۷ میں
ارشاد کیا گیا:-

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى
عَلَى اللَّهِ الْكُذُوبَ وَهُوَ
يَدْعِي إِلَى الْإِسْلَامِ
كُفْرًا يَكْفُرُ بِهِ
الْمُجْرِمُونَ

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم
کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ
باندھتا ہے حالانکہ اسے اسلام
کی طرف بلا یا گیا ہے۔
اس آیت نے تشبیہ کر دی کہ اسلام کے سوا کسی بھی دین
کو حق سمجھنا اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مرادف ہے، کیونکہ
اللہ نے تو انسانوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ اسلام ہی
کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ ہماری ذات و صفات اور
ہمارے حقوق کی معرفت کے لئے واحد صحیح دین ہے۔
اس دین سے ہٹ کر جو بھی تصورات ہماری ذات و
صفات اور حقوق کے بارے میں قائم کئے جائیں گے
وہ جھوٹ ہوں گے۔ گمراہی ہوں گے۔ خلاف واقعہ
ہوں گے۔

ان چھ آیات بنات میں سے ہر آیت اپنے مفہوم و مراد
میں اتنی صاف اور روشن ہے کہ اگر صرف وہی ایک نازل
ہوئی ہوتی اور باقی پانچ نازل نہ ہوتیں تب بھی یہ لئے بغیر
چارہ نہ تھا کہ اسلام ہی واحد صحیح مذہب ہے اور دوسرا کوئی
بھی مذہب۔۔۔ خواہ وہ آسمانی کتب ہی سے کیوں منسوب
ہو اب اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں۔ تب ہمارے مسلمان
بھائی اور خود اعلیٰ بھائی بھی سوچیں کہ منقولہ فقرے میں "فرقہ
پرستی" کی جو گالی انھوں نے جماعت اسلامی کو دی ہے کیا وہ
واقعی جماعت اسلامی کو دی ہے یا حقیقاً اور براہ راست
خدا کو دی ہے۔ کیا کسی ابہام اور شک کے انھوں نے فی الاصل
یہ بات کہی ہے کہ:-

"خدا کی فرقہ پرستی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ

صرف اسلام کو سچا دین قرار دیتا ہے۔"

اگرچہ یہ بھی ہم اعتراف کریں گے کہ ہر اور موصوف نے

اپنا جرم ہلکا کرنے کے لئے اس فقرے کے متصل بعد یوں بھی کہا ہے۔

"عقیدہ پر مسلمان کا ہے سوا اس کے کہ بہت سے

مسلمان یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بنیادی سچائیاں تمام

مذہبوں کی صحیح تعلیمات میں پائی جاتی ہیں۔"

مگر کیا اس سے ان کا جرم ہلکا ہو گیا۔ غور کیجئے تو اس سے

جرم کی ہولناکی میں کچھ اضافہ ہی ہوا نہ کہ کمی۔ کیونکہ اس سے

پتہ چل گیا کہ وہ نرسے جاہل نہیں ہیں بلکہ اتنا علم انھیں حاصل

ہے کہ تمام مسلمان اسلام کو واحد مذہب ہی سمجھتے ہیں۔ جب تک

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے تو فرقہ پرستی کا جو الزام اس عقیدے

کے حوالے سے انھوں نے جماعت اسلامی پر لگایا وہ بے لگاتار

ہی مسلمانوں پر لگ گیا۔ ہرگز مسلمان فرقہ پرست ٹھہرے۔ رہا

وہ استثنائاً جو ایک خاص ادارے کی کاروباری کے ساتھ انھوں نے

کیا ہے تو اس سے صورت حال میں کوئی تشریح واقع نہیں

ہوتا۔ اہل "تو بہت سے" مسلمان ایسا سمجھتے نہیں۔ علم و

فہم رکھنے والے مسلمانوں میں معدودے چند ہی ہوں گے

جو اسلام کے واحد مذہب ہی ہونے کے عقیدے سے منہ پھری

ہوں۔ دوسرے اس قسم کا جموں استثنائاً دنیا کے کسی بھی علم و

فن میں کام نہیں دیتا۔ بہت سے لوگ تو دنیا میں آج بھی

اس طرح کے خیالات رکھتے رہے جو موجود ہیں کہ دنیا گائے کے

سینگوں پر قائم ہے، چاند میں بڑھیا چرخا کات رہی ہے

سمندروں اور ستاروں اور پہاڑوں کے خدا لگ لگے ہیں

وغیر ذلک۔ مگر کیا اس طرح کی خارج از بحث اور لایعنی

باتیں اس قابل ہیں کہ انھیں کسی سنجیدہ گفتگو میں لائیں اعتنا

سمجھا جائے۔

پھر یہ بھی سہارے بھائی اعلیٰ غور فرمائیں کہ تمام

مذہب میں بنیادی سچائیوں کا پایا جانا اس دعوے کو مسترد

نہیں کرتا کہ واحد راہ نجات اسلام ہی ہے۔ ایک جگہ اس

شریعت کا ہلکیے۔ اس میں بادام پستہ، شکر اور اعلیٰ صبح

کی خوشبو ملائیے۔ پھر اس میں ایک روٹی زہر ہلاہل اور

دو قطرے پیناں کے ڈال دیجئے۔ فرمائیے کیا اس سے بھی پی

لیں گے؟ بہت سے نفس بنیادی اجزاء تو اس میں یقیناً
موجود ہیں، پھر یہ زہر ہلاہل اور پیناں ہی کی آمیزش نے
اسے ایسا نہیں بنا دیا کہ کوئی بھی صحیح الدماغ اسے چلنے کا ٹھکانہ
بھی نہیں کر سکتا۔

دوسرے مذاہب کی ٹھیک ہی مثال ہے۔ ان میں

بہت سی بنیادی سچائیاں بلاشبہ موجود ہیں اور ہونی بھی چاہئے

کیونکہ دین خداوندی تو شریع سے ایک ہی رہا ہے۔ اللہ نے

جو بھی نبی بھیجا اس نے وہی توحید کی دعوت دی اور تقویٰ

کا سبق سکھایا۔ اس کے لائے ہوئے دین کو اہل حجاز

جو کچھ بھی کہا گیا ہو حقیقتہً وہ اسلام ہی تھا اور ہر وہ سچائی

جو انسانی مسخ و تحریف سے بچ کر آج تک کسی آسمانی دین

میں موجود ہے بلکہ رب اسلام ہی کا ایک عنصر ہے۔ لہذا

اس کی تردید تو کوئی بھی مہاجرین نہیں کر سکتا کہ

کچھ نہ کچھ بنیادی سچائیاں دیگر مذاہب میں بھی پائی جاتی

ہیں۔ لیکن جس طرح شریعت کی مثال میں آنکے دیکھا کہ

مصفد اور ہستی اجزاء کی موجودگی کے باوجود زہر اور

ناپائی کی آمیزش نے اسے کسی مصرف کا نہیں چھوڑا اسی

طرح دوسرے دینوں میں جو آمیزش انسانی نفس کی وسیعہ

کاری اور شیطانی فکر کی حق دشمنی نے کر دی ہے اسکی وجہ

سے یہ دین بعض بنیادی سچائیوں کے امین ہوتے ہوئے

بھی کسی مصرف کے نہیں رہے اور انھیں اختیار کر کے ان

بنیادی سچائیوں کا کوئی فائدہ اختیار کرنے والوں کو اسی

طرح نہیں پہنچے گا جس طرح زہر آمیز شریعت سینے والے کو

بادام اور پستے کا کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا بلکہ زہر کا اثر

اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

ویسے بھی ہر پستہ جانتا ہے کہ دنیا کی کم و بیش ہر

چیز میں اچھائی اور برائی دونوں کے پہلا لڑا ہوتے ہیں۔

سانپ، چھو، درندے، ان میں بھی کچھ نہ کچھ نفعیتیں ہیں

اور ان کے زہر اور چربی بعض مفید کاموں میں استعمال

ہوتے ہیں۔ دُور کیوں جائیے۔ خراب اور جوڑے پی جی

کے بارے میں دیکھ لیجئے۔ خود ذرا ان کہتا ہے۔ فنی ذہن

اِنَّهُمْ كَذِبٌ وَّ مَنَافِقٌ لِّئَاسِ رَاۤءِیْهِمْ كَذِبٌ
 جو ہے اور شراب میں ڈراگناہ ہے اور فائدے بھی ہیں ان
 کے لئے) یعنی فائدوں کا بھی خدا نے انکار نہیں کیا۔ لیکن
 اس کے باوجود فیصلہ ہونا ہے۔ **وَ اِنَّهُمْ لَمَّا اَلْبَسُوْهُ
 نَعِيْجًا وَّ اُوْرَادًا وَّ اَنۡفُسًا وَّ اَبۡرَاسًا** (نفع سے زیادہ ہے)
 اس سے معلوم ہوا کہ کسی شے کو مردود اور مضرت
 رساں قرار دینے جانے کا ہر اس پر نہیں کہ اس میں ہر
 سے کوئی منفعت ہی نہ ہو۔ بلکہ دیکھنا جزو غالب کا ہونا
 غالب اگر منفعت ہے تو مغلوب منفعت قابل رد ہوگی۔
 اسی پر مذاہب کو قیاس کہہ لیجئے۔ ہزار بنیادی سچائیاں
 کسی مذہب میں ہوں لیکن شرک کا زہر ہلال اسمیں شامل
 کر لیا گیا ہے تو ان ہزار سچائیوں کی قیمت ختم ہوئی۔ یہ
 ایک ایسا آمیزہ بن گیا جو نقصان ہی پہنچائے گا نفع نہیں
 اگر یہ بات نہ ہوتی تو کیا خدا کو بنیادی سچائیوں سے
 دشمنی تھی کہ اسلام کے سوا ہر دین کو مردود قرار دینے کا تھی
 اعلان فرمادیتا۔ کیا کافر و مشرک ان کے اپنے بندے نہیں
 کسی اور کے پیدا کر دے ہیں جو اللہ ان سے عداوت رکھنا
 کیا عیسائی اور موسیٰ خود اسی کے رسولی نہ تھے کہ ان کے
 نام سے جو دین منسوب ہیں انھیں وہ اسلام کے مقابلے میں
 منسوخ قرار دیتا۔ کھلی بات ہے۔ اسلام کے سوا ہر دین
 میں ایسے ہلال عقائد کا زہر خود انسانوں نے گھول دیا کہ
 اب یہی زہر غلبہ حاصل کر چکا ہے اور کوئی تہیج سوائے ہلاکت
 کے ان دینوں سے ملنے والا نہیں۔

نہیں مگر اسے سیاست کی بنیاد بنانے پر اعتراض ہے!
 یہ پریشاں بیانی کی دلچسپ مثال ہے۔ ابتداً اراغیوں
 نے اس عقیدے کو عین ”فرقہ پرستی“ قرار دیا پھر اگر مگر کے
 مذریعے لیا پوچھی کہ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جس قرآن
 کو عظیمی بھائی مانتے ہیں کیا اس میں کہیں یہ بھی ہے کہ اسلام
 کے صرف اس حصے کو قبول کرو جس کا تعلق تمھاری انفرادی
 اور نجی زندگی سے ہو۔ اجتماعی معاملات، سیاست اور
 مسائل جہاں انسانی دالاحتہ نظر انداز کر دو کیونکہ اس پر ”فرقہ
 پرستی“ کی کھلی چٹیاں مونی ہے۔ کیا سیاست زندگی کے
 دائرے سے باہر کی چیز ہے جو اس پر قرآن کا حکم ڈال دیا
فِي السِّيَرَةِ كَافَّةً (اسلام میں پورے پورے داخل ہو
 جاؤ) نافذ نہ ہو۔

یہ ہے کہنا کہ جماعت اسلامی سیکولر نظام حکومت
 میں ایک مذہبی نظام رائج کرنے کی کوشش کر رہی ہے منظر
 انگیزی کی نگاہ سے۔ بات مترافت کے ساتھ کہئے جس کے
 غلط معانی نہ لے جا سکیں۔ جماعت اسلامی ہند اپنے وطن
 میں حتیٰ کی جو دعوت جس انداز میں دے رہی ہے اسے ایسے
 الفاظ و انداز میں بیان کرنا چاہیے کہ جماعت موجودہ سیکولر
 نظام حکومت کے مقابلے میں اپنے کسی مذہبی نظام حکومت
 کا نقشہ بغل میں دبائے ایک متوازی سلطنت قائم کرنے
 کی فکر میں ہے۔ فقہ انگیزی اور اقتدار کے سوا کچھ نہیں۔
 جماعت اسلامی یہاں کے سیکولر دستور کی نہ صرف یہ کہ مخالفت
 نہیں ہے بلکہ بحالات موجودہ اس کی حامی اور مؤید ہے۔
 ابھی ۲۰ اگست ۱۹۷۷ء کو جماعت کی مرکزی مجلس شورائی
 نے انجی دے روزہ نشست میں جو تجویزیں پاس کی ہیں ان میں
 واضح طور پر یہ تائید و حمایت موجود ہے۔ البتہ ہمارے
 عظیمی بھائی یا ان جیسی ذہنیت کے دوسرے مسلمان جب
 سیکولرزم کے ایک شیطانی معنی لے کر جماعت اسلامی سے
 یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ بھی ان پر صاف کہے کہ اپنے مشن سے
 دستبردار ہو جائے تب یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہوتا کہ یہ محتاج
 سیکولرزم کی شیطانی ذریعات کو مبارک۔ اس کے جام قوم

ہمارے عظیمی بھائی ایک اور بات بھی فرماتے ہیں۔
 ”مگر اس میں تخرابی اس وقت پیدا ہو جاتی ہے
 جب اس مذہبی عقیدے کو سیاست کی بنیاد
 بنا دیا جائے اور سیکولر نظام حکومت میں ایک
 مذہبی نظام رائج کرنے کی کوشش کی جائے۔“
 یعنی انھوں نے یہ تاثر دینا چاہا کہ اسلام ہی کو واحد
 سچا مذہب مانتے کے عقیدے پر ویسے تو مجھے کوئی اعتراض

کہ جماعت اسلامی نے اب تک نظام حکومت کا کوئی خاکہ پیش نہیں کیا ہے لیکن دفعتاً وہ بھارت سے چھلانگ لگا کر پاکستان پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:-

”مولانا مودودی نے ایک خاکہ بنایا ہے اور اس غیر مسلموں کے لئے کوئی موثر حکم نہیں ہے۔ انھوں نے صاف لکھا ہے کہ زمین اور غیر مومن برابر نہیں ہو سکتے۔“

اب اسے مادہ بلوچی کی انتہا کہتے یا مغالطہ انگیزی کی تاہم کوشش کہ انھوں نے ہندو باک کو ایک ہی سطح پر رکھ لیا اور یہ بدیہی دستور نہ دیکھا کہ پاکستان مسلم اکثریت کا ملک ہے اور ہندوستان غیر مسلم اکثریت کا۔ جمہوریت میں فیصلہ اکثریت ہی کی مرضی سے ہوتا ہے۔ پھر ہندوستان کی بحث میں کشافی جماعت اسلامی کے بنائے ہوئے دستور کا حوالہ دینا محض فتنہ انگیزی نہیں تو اور کیسے ہے۔ جماعت اسلامی جمہوریت کی علمبردار ہے لہذا معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ مولانا مودودی کے بنائے ہوئے کسی دستوری خاکے کو ہندوستان کی جماعت اسلامی ہرگز نہ چوں کا توں قبول نہیں کر سکتی اور خود مولانا مودودی بھی اس کے مدعی نہیں کہ انھوں نے پاکستان کے مخصوص حالات کو آنکھ کے سامنے رکھ کر جو دستوری خاکہ بنایا ہے وہ تمام دنیا کے حاکم ہیں جوں کا توں نافذ جاری ہو سکتا ہے۔

دیسے یہ دعویٰ ثبوت کا محتاج ہے کہ مولانا مودودی کا بنایا ہوا کوئی خاکہ برابر اور موصوف کی نظر سے گزر چکا ہے۔ جو چیز اب تک پاکستانی جماعت اسلامی منظر عام پر لائی ہے وہ اس کا منشور ہے نہ کہ دستوری خاکہ۔ سخت تعجب کی بات ہوگی اگر ہمارے بھائی یہ کہیں کہ منشور اور نظام حکومت کا خاکہ ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔ پھر یہ بات بھی ثبوت کی محتاج ہے کہ مولانا مودودی نے دستوری خاکے کے ذیل میں وہ الفاظ لکھے ہوں جنہیں ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ تاہم کچھ دیر کے لئے ہم مان ہی لیں کہ انھوں نے ایسا تحریر فرمایا تو آخر اس میں اس

پرست حضرات ہی چڑھا میں۔ جماعت اسلامی اور کوئی بھی عظیم عقل مسلمان اس ناپاک مشروب کا ایک قطرہ پینے کو تیار نہیں۔

سخت حیرت ہے کہ کمپوزم تک کو تو ملا تکلف یہ اجازت ہو کہ اس کی بنیاد پر سیاسی جماعتیں نہیں پھردہ انکیشن لڑیں اور جیت جانے کی صورت میں حکومت بنائیں۔ مگر اسلام کو یہ اجازت نہ ہو کہ اس کی بنیاد پر ایک جماعت مخلوق خدا کو خدا پرستی کی طرف بلائے اور بجائے کہ سبیاں چھینے اور عہدے طلب کرنے کے صرف یہ کہے کہ اسے حکومت کرنے والے۔ حکومت تھی کرتے رہو مگر اپنے عقائد اور افکار کی اصلاح کرو اور خدا کی زمین پر خدا کے فرماں بردار بنو کی طرح رہو۔

پورنہ (بہار) کے کسی مسلمان نے نہیں بلکہ ایک غیر مسلم بھائی نے نہیں یہ لکھ دیا تھا کہ:-

”چونکہ اسلام ایک مذہب ہی نہیں ایک طرز زندگی بھی ہے اس نے حکومت کیلئے ایک آئین بھی پیش کیا ہے اس لئے جمہوری روایات کے مطابق پورا من طریقے سے وہ ایسا نظریہ بھی کوئی کے سامنے پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔“

اس پر غلطی بھائی نے فرمایا:-

”کیا ہمارے دوست نے کبھی اس پر غور کیا کہ جماعت اسلامی جس نظام حکومت کی داعی اور مبلغ ہے وہ ہندوستان جیسے مختلف اور کثیر المذہب ملک میں ممکن ہے؟“

اب یا تو برابر اور موصوف بھول گئے کہ اسی کثیر المذہب ملک میں مسلمان آٹھ سو سال کے قریب حکمران رہ چکے ہیں یا پھر انھوں نے جماعت اسلامی کے مظلوم نظام حکومت کا کوئی ایسا ہولناک اور بے تکلف نقشہ اپنے ذہن سے بنایا ہے جو آٹھ سو سال کے مسلم حکمرانوں کے نظام حکومت سے بالکل مختلف ہے۔ حالانکہ وہ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں

شخص کے لئے اعتراض یا احتجاج کی کیا گنجائش ہے جو اپنی تمام تر ترقی پسندیوں کے باوجود یہ اعلان نہ کر سکا ہو کہ میں مشرک آن پر ایمان نہیں رکھتا۔ ہمارے عظمیٰ بھائی کا یہ اعتراض بھی فرقہ پرستی والے اعتراض کی طرح فی الحقیقت جماعت اسلامی یا مولانا مودودی پر نہیں بلکہ خدا پر ہے۔ قرآن پر ہے۔ چند آیات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:-

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ
كَانَ فَاَسِيفًاۗ اَلَيْسَتْ
(سورہ سجدہ)

سورہ مائدہ آیت ۱۰۰ میں فرمایا گیا:-
قُلْ لَا يَسْتَوِي الْغَنِيَّةُ
وَالْفَقِيْرُ وَلَا الْيَتِيْمُ
وَالْمَرْءُ الْمَخِيْلُ
قرآن کھول کر پڑھیجئے یہاں ناپاکی اور پاکی کا مصداق کفر و ایمان ہی ہیں نہ کہ مادی چیزیں۔

سورہ فاطر کی ۱۹ تا ۲۲ آیات پڑھی جائیں۔
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰی
وَالْبَصِيْرُ وَالْاَعْمٰی
وَالْمُرْءُ الْاَعْمٰی
وَالْمَرْءُ الْمَخِيْلُ
اور نہیں برابر ہیں اندھا اور آنکھ والا اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور تو اور نہیں برابر ہیں زندے اور مردے۔

یہاں بھی یہ ساری تشبیہیں قرآن نے کفر و ایمان ہی کے لئے پیش کی ہیں۔ پھر آخر مولانا مودودی کے مذکورہ فقرے پر اعتراض بر ملا خدا اور مشرک آن پر اعتراض نہیں ہوا تو کیا ہوا۔

ہو سکتا ہے ہمارے بھائی اس موقع پر یہ کہیں کہ کفر و ایمان کا فرق بیان کرنے والی ان آیات کا تعلق دنیا سے نہیں آخرت سے ہے۔ غیر مسلمین کا انجام آخرت میں جو کچھ بھی ہو مگر دنیاوی سیاست اور نظام حکومت میں انھیں مسلمانوں کے برابر درجہ ملنا چاہیے۔ تو ہم ان سے پوچھتے

ہیں کہ دنیا کی کسی بھی نظریاتی مملکت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس نظریے کے حاملین اور اس نظریے کے مخالفین دونوں کو مساوی درجے میں رکھا جائے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اشتراکی حکومت میں کوئی کلیدہی عہدہ ان لوگوں کو عطا کیا جائے جو بر ملا اشتراکیت کے منکر ہوں۔ کیا امریکہ اور انگلینڈ میں جانے بچانے کیونٹ کلیڈی مناصب بر فائز کیئے جا سکتے ہیں۔ کیا خود ہمارے یہاں کی کانگریسی حکومت کسی ایسے فرد کو وزیر اعظم یا صدر بنا سکتی ہے جو صاف کہتا ہو کہ میں کانگریسی نظریات و عقائد کو نہیں مانتا یا میں دستور پر ہند ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔

پاکستان مسلم اکثریت کا ملک ہے اور اس کی تخلیق ہی نظریاتی اساس پر ہوئی ہے۔ اگر وہاں جمہور کی مرضی سے اسلامی دستور بنایا جائے تو عقل اور نقل ہر لحاظ سے ہی با منصفانہ اور قابل عمل ہوگی کہ اہم ترین کلیدہی عہدوں پر وہی لوگ فائز ہوں جو اس دستور کی وفاداری کا ذمہ بھرتے ہوں۔ جو اس کا علم رکھتے ہوں۔ جنھیں اس سے ذہنی اور قلبی وابستگی بھی ہو۔ ہمیں بتائیے کیا ظلم ہے کہ آپ ذمہ بردار اعلیٰ شخص کو بنا میں جو ذمہ اعلیٰ کا کچھ علم بھی رکھتا ہو اور ذمہ کو ترقی دینے کا جذبہ بھی اس کے اندر ہو اور ایسے شخص کو نہ بنائیں جو نہ تو ذمہ اعلیٰ کے صحیح علم سے مشرف ہو نہ ذمہ اعلیٰ کو اس لائق سمجھتا ہو کہ اس پر خصوصاً توجہ دی جائے۔ اگر یہ ظلم نہیں۔ اور یقیناً نہیں تو پھر یہ ظلم کیسے ہو جائے گا کہ ایک نظریاتی مملکت میں بنیادی اور فیصلہ کن عہدوں پر وہی لوگ مقرر کئے جائیں جنھیں اس نظریے سے نہ صرف اتفاق ہو بلکہ اس کی ترویج و خدمت اور فرسخ کی خواہش بھی ان کے اندر ہو۔

جب مولانا مودودی کسی اسلامی نظام حکومت کے خاکے میں یہ بات کہتے ہیں کہ مومن اور غیر مومن برابر نہیں ہو سکتے تو وہ نہ تو غیر مومنوں کے ساتھ کوئی بے انصافی کرتے ہیں ان کی عزت گھٹاتے ہیں۔ بلکہ ایک ایسے معقول اور عادلانہ نقطہ نظر کا اظہار کرتے ہیں جو دنیا میں ہمیشہ سے داخل

مسلمات رہا ہے اور آج بھی پوری دنیا میں اسی کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ آپ اگر کسی ایسے آدمی کے بارے میں جو نہ تو انجینئر ہو نہ مہلوں اور فیکٹریوں کے قیام کو ملک کے لئے مفید سمجھتا ہو یہ کہیں کہ وہ اور ایک سدا یافتہ انجینئر بن گیا نہیں ہو سکتے تو ایسا اپنا ایک امر واقعہ کا بیان ہو گا نہ کہ اس نااہل برکونی ظلم۔ آپ اگر یہ فرمائیں کہ اندھا اور سیکھا ایک غیبے نہیں تو اس کا مطلب یہ نہ ہو گا کہ آپ کے اندھے کی حق تلفی کی۔ اس پر ظلم ڈھایا۔ بالکل اسی طرح ایک اسلامی نظام حکومت کے خلع کے میں غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مساوی نہ ماننا ایک سدا یافتہ امر واقعہ ہے نہ کہ حق تلفی اور تامل و تحقیر۔ اگر ایک سبزی فروش بیوٹی جہاز نہیں چلا سکتا، اگر ایک یاغی کا پروڈیوسر نہ ہو سکتا تو آخر ایک غیر مسلم کسی اسلامی نظام حکومت میں کلیدی چھروں پر کیسے موزوں ہو سکتا ہے جب کہ وہ نہ اسلام سے واقف ہے نہ اسلام کی خدمت کا کوئی داعیہ اس کے اندر موجود ہے دنیا کے ہر علم و فن اور کاروبار پر زندگی کے ہر شعبے میں جو بات معقول اور معمول ہے وہ آخراً جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے معاملے میں کیوں ہمارے نازک مزاج بھائیوں کی طرح عالی پر بوجھ بن جاتی ہے۔ یہاں ان کی عقلی طرار اور ذہانت بیدار کو کو نسا جادو سلا دیتا ہے۔ نا انصافی اور غلط اندیشی کی آخر حد تو ہونی چاہیے۔

سامنے کی بات ہے کہ کیونکر ہم سے مذہب ہی کا دشمن ہے۔ روحانیت اس کی نظر میں "انیم" ہے۔ اخلاق اس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ کلیدی عہدے تو درکنار اسے تو یہ بھی پسند نہیں کہ ادنیٰ کلر کی بھی کسی غیر کیونٹ کو سونپی جائے۔ دنیا کے تمام کیونٹس ممالک کی نظیریں سامنے ہیں۔ ان کی مذہب دشمنی پر تو کوئی جریٹ بان جھوٹ اور مکر کے پردے ڈال بھی سکتا ہے لیکن یہ ثابت کرنا کسی کے بس کا نہیں کہ کسی کیونٹ سرکار میں صدارت و وزارت تو درکنار گورنری سے لے کر تھلے داری تک کی

بھی منصب کسی ایسے فرد کو تفویض کیا گیا ہو جو کھلم کھلا کیونٹ کا منکر ہو۔ منکر ہونا تو دور کی بات ہے وہاں ایسے انفراد بھی انسر نہیں بنائے جاسکتے جو کیونٹ کا صاف انکار تو نہ کرتے ہوں مگر اس کے پرجوش "مومن" بھی نہ ہوں۔ اس کے برخلاف اسلام اتنا تشدد نہیں۔ وہ صرف ان مناصب کا دروازہ غیر مسلمین کے لئے بند کرتا ہے جن پر اس کے بنیادی اصول و احکام کے تحفظ اور بقا کا دار و مدار ہے۔ اور یہ بندش بھی کسی نامعقول نفرت یا کینے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان مناصب کی ذمہ داریاں پوری کی ہی نہیں جاسکتیں جب تک کہ اللہ اور رسول پر کمال پیران نہ ہو۔ آپ پر امری اسکول کا معمولی سا ماسٹر بھی سنا دیکھے بغیر نہیں رکھتے۔ آپ کسی بھی محکمے میں ایسے لوگوں کو قبول نہیں کرتے جن میں اس محکمے کے فرائض ادا کرنے کی اہلیت نہ ہو۔ پھر آخر اسلامی نظام حکومت کے خاکہ سازوں سے یہ توقع کس معقولیت کی بنیاد پر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اسلامی ذہنیت اور اسلامی کار و نشوونما دینے کی ذمہ داریاں ایسے افراد کے سپرد کرنے کو جائز قرار دیں جو علانیہ اسلام سے کنارہ کش اور ظہر یا شرک یا الحاد کے شیدائی ہوں۔ انہوں نے اسلام کا ایک معقول اور معقول ترین ضابطہ تو آپ کی نظر میں غیر مسلمین کی توہین قرار پاتا ہے مگر کیونٹ جیسے جاہل تکلیت کش اور بے رحم "مذہب" کے لئے آپ کی زبان پر یہ احتجاج بھی نہیں آتا کہ ہندوستان جیسے مذہبی اور روحانی ملک میں کیونٹ کی دعوت و تبلیغ ہرگز جائز نہیں ہونی چاہیے۔

ہمارے بھائی اپنی تحریر کے خاتمے پر یہ بھی فرماتے ہیں۔ "میں ان لوگوں میں سے ہوں جو جماعت اسلامی کے خلوص اور جذبہ خدمت کے قائل ہیں مگر سیاسی میدان میں ان کی رجعت پرستی اور خدمات پسندی مسلم ہے۔ وہ جو بھی نظام حکومت بنا میں گئے مجھے یقین ہے کہ خود مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس کو ماننے سے انکار کر دے گا۔ یہ لوگ تو ہی زندگی کے

جس کی کوئی دلیل نہیں کسی بھی "ترقی پسند" دانشور کے فرمودات میں نہیں ملتی۔ کھلی کر بتائیے کہ نئے مسائل کن حمالک میں حل کر دیئے گئے ہیں۔ کیا آپ کا اشارہ اُن عالمی قوانین کی طرف ہے جنھیں پاکستان کے ایک بد انجام ڈکٹیٹر نے ڈنڈے کے زور سے ملک پر مسلط کر دیا یا آپ کے ذہن میں مصر کی وہ نام نہاد "اصلاحیین" ہیں جن کے ذریعے مرحوم جمال ناصر نے قرآن و سنت کی اقدار کو اشرکیت اور سامراجیت کے دو ماٹوں کے درمیان رکھ کر اس طرح پیسلے جیسے کوئی ناقدر اور آجڈ دیہاتی بیروں کو زبوروں میں جھڑنے کے بجائے پھرنے میں پیس ڈالے اور دنیا کو یہ باور کرانے کہ اس نے فاقہ کشی کا مسئلہ حل کر کے لئے آٹھ ماہ تیار کیا ہے۔

اگر سر سے چھوٹی ٹوٹی کو درست کرنا یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا سر تراش دیا جائے تب تو بے شک ہمارے بھائی یہ کہیں حتی بجانب ہیں کہ اسلامی (۹) ملکوں نے زیر بحث مسائل حل کر کے رکھ دیئے ہیں۔ لیکن اگر خود کوئی کو مناسب طور پر بڑا کرنا صحیح حل ہے تو ہم جلیج کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان ملک کے ایسا کوئی مسئلہ حل نہیں کیلئے جو برادر موصوف کے زیر بحث اذنا وکامتا اثر البہ بن سکے۔ حل کرنا یہ اصول اور اساس سے کٹ جانے کو نہیں کہتے۔ دین سے تعلق رکھنے والے جو بھی مسائل مسلم حمالک میں حل ہوئے ہیں وہ عموماً اسی طرح ہوئے ہیں کہ قرآن و سنت کو طاق میں رکھ دیا گیا اور ماہرین دین کے احتجاج و اعتراض کی پروا کرتے بغیر طاقت کے بل پر کچھ قوانین نافذ کر دیئے گئے۔ اس طریقہ عمل کو جس کا جی چاہے "غل" کہہ کر خوش ہولے مگر اس کی حقیقت خود کشی اور کمال حماقت سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

اب رہا زمانہ سے صدیوں پیچھے رہنے کا رونا روک۔ تو بحث چونکہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی تعلیمات لئے دوسرے علماء کو نظر انداز کر کے ہم صرف مولانا مودودی کے بارے میں ڈنکے کی چوٹ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زمانے سے آگے ہیں نہ پیچھے بلکہ عین اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ یہ شخص ایک شاعری ہے کہ فلاں شخص زمانے

ان مسائل پر ابھی بحثیں کر رہے ہیں جنھیں اسلامی ملکوں نے مدت ہوئی مکمل طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر علماء ابھی صدیوں پیچھے ہیں وہ حالات اور موجودہ سیاست میں رہنمائی کا فرض ادا کرنے سے بالکل قاصر اور معذور ہیں۔

بے شک علماء کے جمود کا ہٹی لاپرواہی اور بے توفیقی کے مرتبے میں اجمالی حد تک ہم بھی اپنے بھائی کے ہم نوا ہیں۔ کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے عصری علماء بحیثیت مجموعی اپنی ڈوٹی ادا کرنے سے قاصر رہے۔ انھوں نے انہی بہت سی لوٹاٹوٹیوں کا ضیاع غیر ضروری اور قطعاً فروعی جھگڑوں میں کیا اور اہم ترین مسائل پر جس رہنمائی کی ضرورت ملک و ملت کو ان کی طرف سے تھی اس سے ملک و ملت محروم رہے۔

لیکن دو باتیں خاص طور پر ملحوظ رکھنے کے قابل ہیں۔ ایک تو یہ کہ بحث مولانا مودودی کی ہے نہ کہ دیگر علماء کی اور دوسرے یہ کہ علماء کی حقیقتی کوتاہیوں کے بجائے وہ ان پر رجعت پرستی اور قدامت پسندی کا ترش اثر شایا الزم لگا رہے ہیں جو مبہم اور لامحدود ہے۔ خطرناک اور مغالطہ زین ہے۔ اس الزام کی وسعت کا یہ حال ہے کہ قرآن کو خدا کی کتاب اور سنت رسول کو مشعل ہدایت ماننا بھی بعض "ترقی پسندوں" کے نزدیک اسی الزام کے دائرے میں آجاتا ہے۔ خود برادر موصوف کے افکار عالیہ یہ قیاس دے رہے ہیں کہ افسوس انھیں علماء کی جسے اور بے عملی پر نہیں بلکہ اس انداز فکر پر ہے جو ترقی پسندی اور جدت نوازی کے عقیدوں سے کفر و زندقہ کو قبول نہیں کرتا۔ جسے آج بھی قرآن و سنت سے جھڑنے رہنے پر اصرار ہے۔

ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ نئے مسائل کا حل پیش کرنے میں ہمارے اکثر علماء کا رویہ واقعی لائق تعریف نہیں بلکہ تساہل اور بے حسی کا رنگ اس پر غالب ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اسلامی ملکوں نے مدت ہوئی مکمل طور پر ان مسائل کو حل یا تسلیم کر لیا جن پر ہمارے یہاں کے علماء بحثیں کر رہے ہیں ایک لالچی اور خلاف واقعہ دعویٰ ہے

سے آگے ہے۔ یہ شاعری مولانا ابوالکلام علیہ الرحمہ کے سلسلے میں بہت چلی اگر اسے ہم کوئی سنجیدہ بات سمجھتے تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہ تھا کہ مولانا مودودی زمانے سے نئی سو سال آگے ہیں۔ مگر ہم حقائق پر گفتگو کر رہے ہیں حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ مولانا مودودی اللہ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں۔ آیت قبل از وقت یا بعد از وقت سمجھی نہیں ہوتی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ بالکل ٹھیک وقت پر ظاہر کرتا ہے۔ مولانا مودودی کے بارے میں بھی اگر ہمارے اعظمی بھائی میراٹے رکھتے ہیں کہ فکر و بصیرت اور علم و فہم کے اعتبار سے وہ صدیوں پیچھے ہیں تو ہمارا خیال ہے کہ وقت کی پیمائش کے لئے وہ مٹر خیاں گلا یا اصغر فیضی یا پروفسر عجیب جیسے کسی فنکار کا بنا یا موافقت استعمال کر رہے ہیں۔ بے شک ان حضرات کے فیئے تو اپنی گرفتہ کاریوں جواب نہیں رکھتے۔ سورج کو زمین سے فقط ہزار میل دور ثابت کرنا بھی ان فیتوں سے ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب ضرورت مقصدی ہو تو ان فیتوں کے ذریعے سورج کو چاند سے اور کواکب کو دریا سے لگاتار جھوٹا ثابت کیا جاسکے۔ ایسا ہی ایک قبتہ جسٹس مینر نے بھی غالباً ۱۹۲۷ء میں علماء کی "نااہلی" ثابت کرنے کے لئے حج کی کمرسی پر بیٹھ کر استعمال کیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ علماء تو اسلام کی تعریف تک نہیں بنا سکتے بھلا پھر کسی اور مسئلے میں ان کی عقل کیا کام کر سکتی ہے۔

لیکن ہمارے اعظمی بھائی اگر یہ نہسنا ہیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ صحیح معقولیت کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں تو ہم انہیں غلصانہ مشورہ دیں گے کہ پہلے وہ اپنے علم و فہم کا طویل و عرض اور اپنی چشم بصیرت کا قطرہ ناپیں اور اس کے بعد اس غلطی کا اندازہ کریں جو ان کے اور مولانا مودودی کے درمیان ہے۔ انٹری آدمی تو اچھی اور انگوٹھے کے دائرے کو آنکھ کے سامنے رکھ کر بلا تکلف کہہ سکتا ہے کہ سورج کا قطر چاندی والے روپے

سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی طرح ناکافی علم، ناکافی قوت مشاہدہ اور ناکافی سمجھ بوجھ والے لوگ اگر مولانا مودودی جیسی کوہ پیکر شخصیتوں کا طویل و عرض دریافت کر لیں تو آخر کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ حقیقت کی پرچھائیں بھی پاسکیں گے۔ مولانا مودودی پیغمبر نہیں ہیں لہذا ان پر تنقید کوئی گناہ نہیں۔ مگر پیغمبر تو ابوحنیفہ، غزالی، ابن تیمیہ، رازی اور شاہ ولی اللہ بھی نہیں تھے لیکن ان کے مرتبہ و مقام ان کی عقیدت، ان کے مناہج، شکر، ان کے علم و فن اور ان کی صلاحیتوں پر رائے زنی کیا کسی رکن کولہر یا خواجہ فرخوش کو بھی زیب دے سکتی ہے۔ اگر نہیں تو اعظمی بھائی کو یہ خوش فہمی آخر کیوں ہو گئی کہ وہ مولانا مودودی کی عظیم شخصیت پر مصراۃً اظہار خیال اور ناقہ اندازے زنی کے اہل ہیں۔

کتیمیر کے شری عبد الغنی صبا

چشم بدرد شری عبد الغنی صبا۔ ریاست کتیمیر کے وزیر صحت ہیں۔ معلوم نہیں "شری" انھیں ازراہ احترام کہا جاتا ہے یا ان کا تخلص ہے۔ نام سے پہلے تخلص عام روشن تو نہیں مگر وزارت بھی تو کوئی عام چیز نہیں ہو سکتا ہے خصوصیت ہی قائم رکھنے کے لئے روشن عام سے چمیر کیا گیا ہو۔ بہر حال یہ نام ہم نے کتیمیر کے ہفت روزہ "ترجما الحق" سے ہو بہو نقل کیا ہے اور یہ اطلاع بھی اسی اخبار نے دی ہے کہ ریاست کتیمیر کے آنے والے سیشن میں اسقاط حمل کو جائز قرار دینے والا بل پیش ہو گا جسے قانون کی شکل دیدی جائے گی۔

بات بظاہر معمولی ہے جس دنیا میں ہم جیسی تک کو قانونی جواز مل چکا ہو اور نہ زاہد تفرجات کی ذہانت میں شامل ہو گیا ہو، اس دنیا میں اسقاط حمل جائز ہو گیا واجب اور فرض بھی قرار پا جائے تو محل نہ عجیب کا ہے نہ احتجاج کا۔ بلکہ سچ بوجھتے تو جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے الفاظ ہی اب فرقد و اہمیت کا نشان بن گئے ہیں کیونکہ

جاتی اور اتنی ہے ان میں سے دو چار ہی ایسے ناکلے دیئے جائیں جنھوں نے اسقاط حمل کے سلسلے میں کوئی ایسا جدید فتویٰ دیا ہو جو مفتیان سلف اور فقہان سابق کے فتوؤں کے مختلف ہو۔ دو چار نہ سہی چلیے ایک ہی ایسے کسی مفتی کا نام لیجئے جو سواد اعظم کی نگاہ میں فتویٰ دینے کا اہل ہو۔ جسے صاحب فتویٰ اور دیانت دار سمجھا جاتا ہو اور پھر اس نے کوئی ایسا فتویٰ دیا ہو جس کی طرف ہمارے شری عبد الغنی فنکارانہ انداز میں اشارہ فرما رہے ہیں۔

تم شری موصوف اور ان جیسے دیگر "بڑے حضرات" سے گزارش کریں گے کہ آپ کو جو بھی کہنا ہے شوق کریں۔ اسقاط حمل کے جواز کا قانون بنائیں، ایک زود چلنے کو فرض عین ٹھہرائیں، لائٹری کھلیں، ریس کے گھوڑے پالیں، سود کو مال طیب اور زنا کو تفریح شرار دین، پردے کو عیب کہیں، مخلوط تعلیم کو تہذیب و ترقی کی دلیل گردانیں۔ یہ سبے وا۔ آپ کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے۔ وسائل ہیں۔ مگروں کے ہتھیار ہیں، پردے میگنڈے کے ذرائع ہیں، کچھ مہرے آڑے آنا چاہیں تو ان کا مزاج دردمت کرنے کے لئے آپ کے پاس ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں، فولادی جھنگلے والے قید خانے ہیں، بند قیدیں اور مشین گنیں ہیں۔ کیا کمی ہے آپ کو۔

مگر یہ حرکت بہت گھٹیا اور غیر شرعیانہ ہے کہ آپ اپنی بندوق بچارے علماء و فقہاء کے کاندھوں پر رکھ کر چلانا چاہتے ہیں۔ آپ ان عربوں کو خواہ مخواہ اپنا شریک جرم اور ہمنوا بنا کر کرنا چاہتے ہیں جو کسی بھی قیمت پر آپ کے خیالات اور نقاط نظر سے متفق نہیں ہو سکتے۔ اسقاط حمل اور خاندانی منصوبہ بندی کا جو چکر آج کل چل رہا ہے اس کی بنیاد خدا کی رزائی کے خفیہ سے کے مکمل استرداد پر ہے۔ اور اسکی تائید حمایت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی عفت و عصمت کی اہمیت کو معاشرے کے مقابلے میں دوسرے درجے پر ڈال دے۔ پیدائشیں روک کر معاشی مسائل حل کرنے کی کوشش ایک طرف اپنی نالائقی اور نالہی پر پردہ ڈالنے کی ترکیب ہے دوسری طرف اس کا رشتہ ان آدہ پرستانہ افکار سے جڑا ہوا ہے

ان کا تعلق مذہب سے ہے اور مذہب سے زیادہ قابل ملامت، لائق اعتراض، سزاوار مذمت اور واجب الاحتاب کوئی چیز مادی تہذیب اور لادینی سیاست کی نظروں میں سے ہی نہیں۔ شرک، زندقہ، الحاد، قسطا، اشتراکیت ہر ایک کو کارگر جہات میں مہینے کھیلنے کی اجازت۔ مگر مذہب کے لئے تمام درد اڑے بنا۔ مذہب کا ناکا جس بدعت کی زبان پر آیا وہ فرقہ پرست، رجعت پسند، فتنہ پرداز، احمق اور جاہل، پھر کسی بھی فعل و عمل کے جواز کا قانون بنا ڈالے کون آپ سے یہ چھتا ہے کہ آپ کے منہ میں کے دانت ہیں۔ لیکن نوٹس ہمیں جس وجہ سے لینا پڑا ہے وہ یہ ہے کہ وزیر صحت شری عبد الغنی مدظلہ العالی نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

"اس بل کو پاس کرنے کی راہ میں اب کوئی رکاوٹ

نہیں رہی کیونکہ بیشتر علماء نے "اسقاط حمل" کو قرآن

حرمیت کی روک تھام میں جائز قرار دیدیا ہے۔"

اگر شری موصوف وزارت کے ذمہ دار منصب پر جلوہ افروز نہ ہوتے تو ہم خیال کرتے کہ انھوں نے شاعری کی ہے۔ لیکن موجودہ پوزیشن میں ان کے ارشاد عالیہ کو فقط شاعری پر محمول کرنا جہالت ہوگی اس لئے ہم۔۔۔ ایک چھوٹے سے عالم دین کی حیثیت میں ان سے سوال کرتے ہیں کہ خدا را ہمیں بھی ان علماء کو دم اور مفتیان عظام کے بتوں سے آگاہ کیجئے جنہوں نے اسقاط حمل کے جواز کا کوئی تازہ اور نیا فتویٰ صادر کیا ہو۔

فقہ اسلامی کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ بعض خاص حالتوں میں اسقاط حمل کے جواز کا فتویٰ نو فقہائے اسلام دیا گیا گذریں دے چکے۔ مگر جن مقاصد اور جن نظریات کے تحت آج ہمارے سیکولر ملک میں اسقاط حمل کو قانونی جواز دینے کا ارادہ کیا جا رہا ہے انھیں قابل اعتبار نہ پہلے بھی مانا گیا نہ آج مانا جا سکتا ہے۔ حکموں کے کسی حکم عیار ملنا اور باری سرکاری قسم کے مفتیوں کا تودہ کرنا نہیں، البتہ ہندو پاک کی ملت مسلمہ جن علماء دین کو واقعہً صاحب اقتدار علماء کی حیثیت سے

مولانا ابوالکلام آزاد کی چار کتابیں
حقیقۃ الصلوٰۃ نماز اور اس کے متعلقات پر علم و حکمت
 کے رُخ سے بے نظیر گفتگو۔ شائقین کی
 خدمت میں ہم قدیم اہلالِ بک کی مجلسی کا شائع کردہ اصل نسخہ
 ہی پیش کریں گے۔ (پڑھو روپیہ) (مجلد ڈھائی روپیہ)
حقیقۃ الزکوٰۃ از کوٰۃ اور اس سے متعلق جملہ تفصیلات کا
 محققانہ بیان۔ سودا، احکار اور مشاغل
 وغیرہ کی بحثیں۔ ایک روپیہ۔

ام الکتاب سورہ فاتحہ کی تفسیر
 نخلد آٹھ روپے
مسئلہ شرافت خلافت کے تاریخی و علمی
 مسئلہ پر اہم گفتگو۔
 پانچ روپے

مکتبہ تجلی دیوبند دیوبند

جو اسلامی تصورات کی نفی کرتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ قرآن
 سنت کا ٹھوس علم رکھنے والے اور آخرت کی جواب دہی کو
 اہمیت دینے والے علماء و فقہاء ایسے فتویٰ صادر کریں جو
 آخرت میں مہلکالا کرنے والے ہوں۔ آپ دنیا اور اسکی
 چمک دمک ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں تو آپ کو مبارک۔ جتنے
 مزے لوٹ سکتے ہوں ضرور لوٹیں مگر ان علماء و فقہاء کو
 کیوں دوسرا کرتے ہیں جو کہ سبوں، خزانوں اور دنیاوی نعمتوں سے
 بے نیاز رہ کر اپنے رب کے حضور جانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے
 ہیں۔ وہ آپ کی نظر میں احمق اور دیکھا بھلا نہیں تو انہیں ایسا ہی
 رہنے دیجئے۔ لیکن ظہیم تو مت سمجھئے کہ بندہ حق آپ کی اور کاٹھا
 ان کا۔ شکار آپ کھائیں اور خون ان کے بیٹوں پر مل دیں۔
 ہم اپنے کشمیری بھائیوں کو خصوصاً اور شہا ہی برادران
 اسلام کو عموماً اطمینان دلاتے ہیں کہ کہیں کسی مستند مفتی نے ایسا
 فتویٰ نہیں دیا جیسا شہری عبد الغنی باور کرا نا چاہتے ہیں۔ اگر
 موصوف مدعی ہیں کہ دیوبند ہے تو وہ اسے منظر عام پر لائیں تاکہ
 اہل نظر دیکھ تو سکیں کہ وہ فتویٰ ہی ہے یا فتویٰ کا مذاق۔



دورانِ دیش لوگ اسے روزانہ استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس کا استعمال نظر کو گرنے نہیں دیتا

ایک تولہ۔ چھ روپے چھ ماشہ۔ ساڑھے تین روپے ڈاک خرچ۔ ڈھائی روپے

کوئی سی بھی تین شیشی ایک ساتھ طلب کرنے پر ڈاک خرچ معاف

دائرس نفیس رحمانی دیوبند

۲ لاکھ ۵۰ ہزار عورتوں و مردوں نے برہنہ ہو کر غسل کیا اور حبوس نکالا

لندن میں بائرن پوپ، فیسٹیول میں نظارے عریانی

جارجیا کے شہر میں "بائرن پوپ فیسٹیول" منایا گیا جس میں تقریباً دو لاکھ چھاس ہزار لوگ شرکت ہوئے۔ یہاں عورتوں اور مردوں نے سرتاقدم تنگا ہو کر تالابوں میں غسل کیا۔ پھر شہر کی سڑکوں اور بازاروں میں بالکل ننگے جسم شہت کیا یہ لوگ شہر میں اور نہ باہر اس قدر ڈر رہے، گئے کہ ڈاکٹروں کی خاموشی تھا اور وہاں پہنچائی گئی۔ اس شہر میں اس کے ساتھ کوئی انگریز تو مرنے کا آزاد دن" قرار دیا۔ صرف جون سٹریٹ کے آخری تین ہفتوں میں یہاں کے اسٹار ڈیٹی ٹیلیگرافٹ کی نمبر کھٹیاں ۷۸۴۳ عورتوں نے اسقاط حمل کروایا۔ ان میں ڈیڑھ ہزار عورتوں میں ۱۵ سال سے کم عمر تھیں۔ چنان (۵ ہور) بوالہ ایونگ اسٹینڈرڈ (EVENING STANDARD) ۱۶ جون ۱۹۷۶ء

مکتبہ لندن کا یہ اقتباس نہ تفریح طبع کے لئے دیا گیا ہے نہ معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے۔ خود یہ کہئے کہ حیوانیت کی اس سطح پر مغرب کے یہ مرد و زن کیا دفعہ پہنچ گئے ہیں یا کسی نینے کی ایک ایک سیرٹھی طے کر کے پہنچے ہیں۔ عقل سلیم جواب دے گی کہ دفعہ کسی انسان کا جانور بن جانا ناممکن ہی نہیں۔ ایسے انسانیت کی بلندی سے حیوانیت کی پستی میں پہنچانے والے اسباب ذرا تعجب و حیرت کا باعث ہیں۔ یہ سب وہ ذرا سچا عقبت و حیرت کے حبوس آواز نا اور عریانی کامل کے مرحلے تک پہنچا ہے۔ یہ اسباب ذرا تعجب و حیرت کا باعث بھی ہیں اور کثیر بھی۔ ان سب کا مبعث اور سرچشمہ وہ مادہ پرستانہ طرز فکر ہے جو مغرب کی کوکھ سے اٹھ کر ساری دنیا پر چھا گیا ہے۔ اس طرز فکر کو جن لوگوں نے بڑی احتیاط سے یہ سمجھے ہوئے قبول کیا کہ سچہ اس کی خوبیاں لیں گے خامیوں سے کوئی واسطہ نہ رکھینگے وہ خود غریبی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ طرز فکر اسی عین وضع اور فطرت میں اس قدر جارحانہ اور نشہ آور ہے کہ ایک بار جنوں زد دل و مرغ میں گھر کر جائے پھر اسے تمام روحانی و اخلاقی قیروں سے کھالی کے کفر غیر نہیں رہتا۔ گناہ اس کی غذا ہے اور نفس پرستی اس کی روح۔

اسلام کو جدید دور کے تقاضوں میں ڈھال لینے کے نعرے جو نام نہاد مسلمان لگاتے ہیں وہ سب اسی تباہ کن طرز فکر کے امیر ہیں اور ان کا شدید مقابلہ اگر نہ کیا گیا تو باوجود کھینے کا باآخر یہ لوگ ملت مسلمہ کو حیوانیت، مصیبت اور انسانیت کے ذرا موٹنی کی اسی سطح میں پہنچا دیں گے جس کا ایک جلوہ جارجیا کے شہر میں دنیا تک دکھا۔

کفار و مشرکین سے زیادہ ٹیڈ ڈیشن ہمارے وہ نفاق بینہ مسلمان ہیں جو کہیں مغرب پرستی اور کہیں شراکیت کا سہارا لیکر اسلام کی جڑیں کھودنا چاہتے ہیں۔ سہرا بیداری ہو یا شراکیت دونوں ہی مادہ پرستانہ طرز فکر کی نمود ہیں اور ہر دو میں مسلمان کو ان دونوں سے تاحیر امکان جنگ کرنی چاہیے۔

تجلی دیوبند

التحریریم
پارہ ۲۸
جلد پنجم

لے لوگو جو ایمان لائے ہو، پچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگت جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ جس پر نہایت تندخوا اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں یا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔ اُس وقت کہا جائے گا کہ اے کافرو! آج معذرتیں میں نہ کرو۔

اللہ یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظام فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اُس پر ڈالا ہے اس کو کبھی وہ اپنی حیا استطاعت تک ایسی تعلیم و تربیت دے جس سے وہ خدا کے بسندہ بدہ انسان بنیں اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جا رہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو، انکو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ اُسکو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اسلئے بال بچے دنیا میں خوشحال ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر ایک راسخی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملے میں جوابدہ ہے۔ حکمران راسخی ہے اور اپنی رعیت کے معاملے میں جوابدہ ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی راسخی ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔ جہنم کا ایندھن پتھر ہوں گے۔ اس سے مراد غالباً پتھر کا کونکہ ہے۔ ابن سعد، ابن عباس، مجاہد، ابان بن عثمان اور سہیبؓ کہتے ہیں کہ یہ گندھاکے پتھر ہوں گے۔

۱۹ یعنی اُس وقت جہنم پر آگ لگے گی کہ ہر ایک راسخی کا اپنے رعیت کے بارے میں جوابدہ ہونے کا ہے۔

تھیں تو دوسرا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسے تم عمل کر رہے تھے۔ تطلع
اسے لوگو جو ایمان لاتے ہو، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تمھاری برائیاں دور کر دے

۱۹۹۱ء ان دونوں آیتوں کا انداز بیان اپنے اندر مسلمانوں کے لئے سخت تمبیہ ہے۔ پہلی آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس خوف ناک عذاب سے بچاؤ اور دوسری آیت میں فرمایا کہ جہنم میں عذاب دینے وقت کافروں سے یہ کہا جائے گا۔ اس سے خود بخود یہ مضمون مترشح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں وہ طرز عمل اختیار کرنے سے بچنا چاہیے جس کی بدولت آخرت میں ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہو۔

۱۹۹۱ء اصل میں توبہ تَصْوِبَاتِ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ تصحیح کے معنی عربی زبان میں خلوص اور خیر خواہی کے ہیں۔ خالص شہد کو غسل ناصح کہتے ہیں جس کو یوم اور دوسری آلائشوں سے پاک کر دیا گیا ہو، پھٹے ہوئے کپڑے کو سیدھی دینے اور ادھر سے جوئے کپڑوں کی مرمت کر دینے کے لئے تصاحیحة التوبہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ میں توبہ کو تصویح کہنے کا مطلب لغت کے اعتبار سے یا توبہ پر گناہ کا آدمی ایسی خالص توبہ کہے جس میں ریاہ اور نفاق کا شائبہ تک نہ ہو۔ یا یہ کہ آدمی خود اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور گناہ سے توبہ کر کے اپنے آپ کو بدنامی سے بچالے۔ یا یہ کہ گناہ سے اس کے دین میں جو سنگات پڑ گئے توبہ کے ذریعے سے اس کی اصلاح کر دے۔ یا یہ کہ توبہ کر کے وہ اپنی زندگی کو اتنا سنوارے کہ دوسروں کے لئے وہ نصیحت کا موجب ہو اور اس کی مثال کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسی کی طرح اپنی اصلاح کریں۔ یہ تو ہیں توبہ تصویح کے وہ مفہومات جو اس کے لغوی معنوں سے مترشح ہوتے ہیں۔ رہا اس کا شرعی مفہوم تو اس کی تشریح میں اس حدیث میں ملتی ہے جو ابن ابی حاتم نے تواتر بن جیش کے واسطے سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت آئی بن کعب سے توبہ تصویح کا مطلب پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا "اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو، پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔" یہی مطلب حضرت عیاض، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی منقول ہے اور ایک روایت میں حضرت عیاض نے توبہ تصویح کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار اس کے ارتکاب کا ارادہ تک نہ کرے (ابن جریر) حضرت علی نے ایک مرتبہ ایک بڑو کو جلدی جلدی توبہ و استغفار کے الفاظ زبان سے ادا کرنے سنا تو فرمایا یہ توبہ الکفار میں ہے۔ اس نے پوچھا پھر صحیح توبہ کیا ہے؟ فرمایا "اُس کے ساتھ چھ چیزیں ہونی چاہئیں (۱) جو کچھ ہو چکا ہے اس پر نادم ہو (۲) اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو ادا کر (۳) جس کا حق مارا ہو اس کو ادا کر۔ (۴) جس کو تکلیف پہنچائی ہو اُس سے معافی مانگ (۵) آئندہ کے لئے عزم کر لے کہ اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا اور (۶) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں گھلا دے جس طرح تو نے اب تک اسے مصیبت کا جوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو طاعت کی سختی کا مزا چکھا جس طرح اب تک تو اسے مصیبتوں کی حلاوت کا مزا چکھا تا رہا ہے۔ (کشاف)

توبہ کے سلسلے میں چند امور اور بھی ہیں جنھیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ اول یہ کہ توبہ درحقیقت کسی مصیبت پر اس نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے ورنہ کسی گناہ سے اس نے پرہیز کا عہد کر لینا کہ وہ مثلاً صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ یا کسی بدنامی کا یا مالی نقصان کا موجب ہے، توبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ جس وقت آدمی کو احساس ہو جائے کہ اس سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے، اسی وقت اسے توبہ کرنی چاہیے اور جس شکل میں بھی ممکن ہو ملا تاخیر اسکی تطانی کر دینی چاہیے، اسے طماننا سبب نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ توبہ کر کے بار بار اسے توڑتے چلے جانا اور توبہ کو کھیل بنا لینا اور اسی گناہ کا بار بار اعادہ

اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے اور ہم سے دو گزر فرما، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

کہنا جس سے توبہ کی گئی ہو۔ توبہ کے چھوٹے ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ توبہ کی اصل روح گناہ پر شرمساری ہے۔ اور بار بار کی توبہ سبھی اس بات کی علامت ہے کہ اُس کے پیچھے کوئی شرمساری موجود نہیں ہے۔ جو کچھ یہ کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کرے یہ عزم کر چکا ہو کہ پھر اس گنا کا اعادہ نہ کرے گا، اس سے اکثر بشری کمزوری کی بناء پر اسی گناہ کا اعادہ ہو جائے تو پھل گناہ تازہ نہ ہوگا۔ البتہ اسے بعد والے گناہ پر پھر توبہ کرنی چاہیے اور زیادہ سختی کے ساتھ عزم کرنا چاہیے کہ آئندہ وہ توبہ کنی کا مرتکب نہ ہو۔ پھر توبہ یہ کہ ہر مرتبہ جب مصیبت یاد آئے توبہ کی تجدید کرنا لازم نہیں ہے لیکن اگر اُس کا نفس اپنی سابق گناہ گاراندہ زندگی کی یاد سے لطف لے رہا ہو تو بار بار توبہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ گناہوں کی یاد اس کے لئے لذت کی بجائے شرمساری کی موجب بن جائے اس لئے کہ جس شخص نے فی الواقع خدا کے خوف کی بناء پر مصیبت سے توبہ کی ہو وہ اس خیال سے لذت نہیں لے سکتا کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتا رہا ہے۔ اُس سے لذت لینا اس بات کی علامت ہے کہ خدا کے خوف نے اس کے دل میں جو نہیں پکڑی ہے۔

آیت کے الفاظ قابل غور ہیں۔ یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ توبہ کر لو تو تمہیں ضرور معاف کر دیا جائے گا اور لازماً تمہیں جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے بلکہ یہ امید دلائی گئی ہے کہ اگر تم سچے دل سے توبہ کر دو گے تو بعید نہیں کہ اللہ تمہارے ساتھ یہ معاملہ کیسے اس کے معنی یہ ہیں کہ گناہگار کی توبہ قبول کر لینا اور اسے سزا دینے کے بجائے جنت عطا فرمادینا اللہ سرور واجب نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس کی عتاب و تہرانی ہوگی کہ وہ معاف بھی کرے اور انعام بھی دے۔ سزا کو اس سے معافی کی امید تو ضرور رہتی ہے چاہے گناہ اس سے بڑا ہو کہ گناہ نہیں کرنا چاہیے کہ توبہ سے معافی مل جائے گی۔

یعنی ان کے اعمال حسد کا اجر ضائع نہ کرے گا۔ کفار و منافقین کو یہ کہنے کا موقع ہرگز نہ دے گا کہ ان لوگوں نے خدا پرستی بھی کی تو اس کا کیا صلہ پایا۔ رسوائی باغیوں اور نافرمانوں کے حصے میں آئے گی نہ کہ وفاداروں اور فرمانبرداروں کے حصے میں۔

۵۲۲ اس آیت کو سورہ حدید کی آیات ۱۲-۱۳ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کے آگے نور کے دوڑنے کی یہ کیفیت اُس وقت پیش آئے گی جب وہ میدانِ حشر سے جنت کی طرف جا رہے ہوں گے وہاں ہر طرف گھپ اندھیرا ہوگا جس میں وہ سب لوگ ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے جن کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہوگا اور روشنی صرف اہل ایمان کے ساتھ ہوگی جس کے سہارے وہ اپنا راستہ طے کر رہے ہوں گے۔ اس نازک موقع پر تاریکیوں میں پھٹکنے والے لوگوں کی آہ و فغاں سن سن کر اہل ایمان پر حشر کی کیفیت طاری ہو رہی ہوگی۔ اپنے تصوروں اور اپنی کوتاہیوں کا احساس کر کے انھیں اندیشہ لاحق ہوگا کہ ہمارا نور بھی نہ چھین جائے اور ہم ان بد بختوں کی طرح ٹھوکریں کھانے نہ رہ جائیں، اس لئے وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے تصور معاف فرمادے اور ہمارے نور کو جنت میں پہنچنے تک ہمارے لئے باقی رکھ۔ ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ۔

”مما بنا آدمہ لئلا نؤسرتا کے معنی یہ ہیں کہ ”وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ان کا نور اُس وقت تک باقی رکھا جائے اور اسے بچھنے نہ دیا جائے جب تک وہ پھر اس سے تیریت نہ کر جائیں۔“ حضرت حسن بصری اور

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ ان کا ٹھکانا، جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

اللہ کافروں کے معاملے میں نوح اور لوط کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انھوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں انکے کچھ بھی نہ کام آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔ اور اہل ایمان کے معاملے میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جبکہ اُس نے دنیا کی اُسے میرے رب میرے لئے اپنے یہاں جنت میں ایک گھر بنا دیا اور تجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچانے اور ظالم قوم سے بچنے کو نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شہرگاہ کی حفاظت کی تھی پھر ہم نے اس کے ان راہی طرف سے روح پھونک رکھی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔ ع

جہاد اور صحاح کی تفسیر بھی فریب تزیب ہی ہے۔ ان کثر نے ان کا یہ قول فقہاء کیا ہے کہ اہل ایمان جب دیکھیں کہ منافقین فرسے عوام رہ گئے ہیں تو وہ اپنے حق میں اللہ سے یکجہل فرود کی دعا کرتے ہیں۔ وہ بدکاروں کی منگولیاں ہیں۔ مگر اس معنی میں ہے کہ انھوں نے ایمان کی راہ میں ۵۲۴ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، التوبہ، حاشیہ ۱۲۔

۵۲۵ یہ خیانت اس معنی میں نہیں ہے کہ وہ بدکاری کی منگولیاں ہیں بلکہ اس معنی میں ہے کہ انھوں نے ایمان کی راہ میں حضرت نوح اور حضرت لوط کا ساتھ نہ دیا بلکہ ان کے مقابلے میں دشمنانِ دین کا ساتھ دیتی رہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں رہی ہے۔ ان دونوں عورتوں کی خیانت دراصل دین کے معاملے میں تھی انھوں نے حضرت نوح اور حضرت لوط کا دین قبول نہیں کیا۔ حضرت نوح کی بیوی اپنی قوم کے جباروں کو ایمان لانے والوں کی خبریں پہنچا پکرتی تھی۔ اور حضرت لوط کی بیوی اپنے شوہر کے یہاں آئے والے لوگوں کی اطلاع اپنی قوم کے بد اعمال لوگوں کو دے دیا کرتی تھی۔ (ابن جریر)

۵۲۵ یعنی فرعون جو بُرے اعمال کو رہا ہے ان انجامِ بد میں مجھے شریک نہ کر۔
۵۲۶ جو منگولیاں ہیں کہ حضرت مریم کے والد ہی کا نام عمران ہو یا ان کو عمران کی بیوی اس لئے کہا گیا ہو کہ وہ آل عمران سے تھیں۔
۵۲۷ یہ یہودیوں کے اس الزام کی تردید ہے کہ ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اللہ کسی گناہ کا نتیجہ نہیں۔ سورہ نساء آیت ۱۵۶ میں ان ظالموں کے اس الزام کو بہتانِ عظیم قرار دیا گیا ہے۔ (تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اول، سورہ النساء، حاشیہ ۱۹)۔

۵۲۸ یعنی بغیر اس کے کہ ان کا کسی مرد سے تعلق ہوتا، ان کے رحم میں اپنی طرف سے ایک جان ڈال دی۔ (تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، النساء، حاشیہ ۲۱۳-۲۱۴۔ جلد سوم، الانبیاء، حاشیہ ۸۹)۔
۵۲۹ جس مقصد کے لئے ان میں قسم کی عورتوں کو مثال میں پیش کیا گیا ہے اس کی تشریح ہم اس سورہ کے دیباچے میں کر چکے ہیں۔ اس لئے اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

شمس الدین عثمانی

کیا ہم مسلمان ہیں؟

دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کو چھوڑ دینا۔۔۔ غالب کو دنیا میں اور تائب کو خدا میں مشغول رکھنا اظہارِ ایمان ہی محال نظر آتا ہے جیسے دریا میں نہ کہ دریا میں تیرنا ہو۔۔۔ اسی لئے۔۔۔ لیکن موت کے بعد ایک دوسری زندگی اور قبر کے اس بار ایک دوسری دنیا کا یقین وہ چیز ہے جس کے بعد یہ ناممکن ممکن ہی نہیں بلکہ آسان اور خوشگوار ہو جاتا ہے۔۔۔ خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا اور آپ کے صحابہؓ اور صحابیات نے اس کی نقل کر کے دکھادی۔۔۔

جس وقت مسامتہ دستکھت نے ایک قندیل منگول اختیار کر لی تھی اور لوگ تخت و تاج کے لئے ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے عمر بن سعد نے دیکھا کہ ان کے باپ جنھوں نے محمد کے سینے پر اسلام کا پرچم نصب کیا تھا دینے کے اس پاس گریاں پڑا نہ پھر رہے ہیں اور قبر کے مناظر پر نظر جمائے ہوئے ہیں۔

”کیا یہ اچھا معلم ہوتا ہے؟“ خدا زادے نے کہا ”کہ آپ جنگل میں اونٹ چرانے پھریں اور لوگ بادشاہت و حکومت کے لئے اپنی اپنی قسمت کو آزمائے رہے ہوں!“

حضرت سعد بن ابی وقاص بیٹے کے سینے پر ہاتھ مارے ہوئے کہا ”بیٹے!۔۔۔ میں نے خدا کے رسول سے سنا ہے کہ اللہ اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے جو دنیا سے بے نیاز ہو کر اپنے دین کو فتنوں کی آگ سے بچائے۔“

یوں کو کتنی ہی میدان جنگ تھے جو انھوں نے فاتحانہ طے کئے تھے۔۔۔ کتنے ہی زمینی علاقے تھے جن کے اوپر انھوں نے توحید و مسالمت کا پرچم لہرایا تھا مگر انھیں جس جنگ میں شرکت پر مجبور تھا اور خدا کے جہاں جس کی قبولیت کی اس تھوڑے بار کی لڑائی تھی۔۔۔ بار کی لڑائی جہاں خدا کے بندے حص خدا کے دین کو بچانے کے لئے پہلی بار انتہائی بے سرو سامانی کے ساتھ رسول خدا کے پیچھے تھے تو لوگوں کی چھاؤں میں آئے تھے۔۔۔ جہاں صرف شہادت کی آرزو انسانوں کو اپنے بال بچوں اور گھروں سے دور وہاں چھو لائی تھی جہاں صرف خدا کی خوشنودی اور رسول کی اطاعت ہی مہلتی ہو سکتی تھی اور اس کے سوا کچھ نہیں۔۔۔ اخلاص و ایمان کی ہی وہ گھائی تھی کہ جس نے اس کو طے کر لیا خدا نے اعلان کر دیا کہ میں اس سے راضی ہو گیا اور وہ مجھ سے راضی! اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ وصیت کر چھوڑی تھی کہ جنگ بدر میں جو ادنیٰ کپڑا میرے بدن پر تھا اسی سے میرے بدن کا کام لیا جائے۔ جو لباس پہن کر میں خدا کے دشمنوں سے لڑا تھا وہی لباس زیب تن کر کے اپنے حقیقی دوست ”خدا“ سے ملاقات کے لئے جانا پسند کرتا ہوں انھیں خطرہ تھا کہ سفر آخرت کی تیاری طے ہی کچھ وہ کر چکے ہیں نفس اور شیطان اس پر ہاتھ صاف نہ کر دیں۔ جس وقت مسلمانوں کے درمیان باہمی کشاکش کے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاص کو نے میں جا بیٹھے تھے اور فتنوں سے بچنے کی دعا میں کہہ رہے تھے۔ کسی نے ان کی اس کیفیت کے

دیکھ کر عذرا کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اسی طرح بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنے اس باپ کا ستر نکلم کر دیا تھا جس میں خدا سے بغاوت اور رسولؐ سے نفرت و اہتمام کا جو لالکھی بھر رکھا تھا۔ بدر کے میدان میں خدا کے بندوں کو خود اپنے جذبات سے کسی قسمی جنگ کرنی پڑی تھی۔ کسی قسمی قربانیاں اس دن اسی زمین کے اوپر پہلے ہم جنس انسانوں اور ہم مذہب مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر پیش کی تھیں۔ کیا کبھی ہمیں بھی آرزو ہو سکی کہ ہم بھی خدا اور رسولؐ کے کسی ایک ہی حکم کی حمایت میں اپنے کسی ایک ہی حیوانی جذبہ پر تلوار چلا دیں؟ اپنے اندر سے اُٹلنے والے کفر نافرمانی کا گلا گھونٹ کر رکھ دیں جب کہ ایک عرصہ پہلے چکا کہ ہم اپنے حیوانی جذبات کی حمایت خدا اور رسولؐ کے نہ جانے کتنے احکام کا گلا گھونٹ دینے کا بخوننا نہ شوق پورا بھی کر چکے ہیں!۔۔۔ تو کیا۔۔۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہمیں خود اپنے اس جسم عظیم کا احساس ہو؟۔۔۔ بدر کے میدان میں چاہے خدا اور رسولؐ پر ایمان لے آنے والا ہمارا بھائی ابو عبیدہؓ جب کفر و طغیان کے فتنے میں اسلام پر حملہ کرنے والے باپ کو بار بار موقع دے چکا کہ وہ اس حرکت سے باز آجائے تو آخر کار اس کی خیریت ایمانی نے اسے کہاں پہنچا دیا تھا۔۔۔ وہاں جہاں نہ کوئی باپ ہوتا ہے نہ بیٹا۔۔۔ نہ بیوی۔۔۔ نہ شوہر۔۔۔ نہ عزیز نہ اقربا۔۔۔ بلکہ جہاں صرف خدا اور بندہ ہوتا ہے اور خدا اور بندہ کے درمیان خلل انداز ہونے والا ہر وجود اہلس سے بھی زیادہ قابل نفرت و سزا نظر آنے لگتا ہے۔۔۔ یہی تھے وہ لوگ جن کے متعلق خود خدا نے یہ الفاظ مسترانی نازل فرمائے۔۔۔

”تم نہیں پاؤ گے اس قوم کو کہ جو خدا اور یوم جزا پر ایمان لے آئی کہ وہ خدا اور رسولؐ کے مخالفوں کو محبوب رکھتی ہو۔۔۔ خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ۔۔۔ ان کے بیٹے۔۔۔ بھائی یا ان کے کنبے کے ہی کیوں نہ ہوں۔۔۔ یہی ہیں وہ جن کے دلوں پر خدا نے ایمان کو نقش کر دیا ہے اور فیضانِ نبوی سے

متعلق سوال کیا تو کہا ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ یہی تھا وہ دور فتن جب ان کا دل اس بات کے لئے تڑپتا تھا کہ وہ دنیا چھوڑ کر جنگل میں جا چھپیں۔۔۔ لیکن رسول اللہؐ کا ارشاد گرامی اس ارادے کی راہ میں حائل ہو رہا تھا۔ خود فرماتے تھے کہ ”اگر حضورؐ نے عثمانؓ بن مظعون کو رہبانیت سے روکا نہ ہوتا تو میں کبھی کارا مہ بن چکا ہوتا۔“

کیسی عجیب تھی میدان سے یہ ہرٹ جانے کی کیفیت اس آدمی کی زندگی میں جس نے عرب و عجم کی دادیوں میں تینے ہوئے ذروں پر جہاد و عزیمت والی آبلہ پایوں اور خون چکان رفتار کے حسین نقوش ثبت کئے تھے۔ کیا حال ہوتا ہے خدا کے خوف سے اس شخص کا جسے خدا کے سوا کسی کا خوف باقی نہ رہا ہو۔۔۔ وہی سعد بن ابی وقاص جس نے اپنے حقیقی بھائی مقبرہ بن ابی وقاص کو ان کے دُور کفر میں رسولؐ خدا پر حملہ آور دیکھ کر کہ چاہا تھا کہ ان کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھائیں آج وہی سعدؓ مسلمان بھائیوں کو آپس میں درست و مگر بیاں دیکھ کر اپنی تلوار توڑ کر بیٹھ رہا تھا اور مسلمان بھائیوں کی پھوٹ میں حصہ لینا تو کیسا ان کی باہمی خونریزی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی تاب بھی اس کے دل میں نہ تھی۔۔۔ لیکن ہم جو ایمان و یقین کے لحاظ سے سعد بن ابی وقاص کے قطعی ہم جنس ہیں۔ یہ ہمیں کیا ہو کر رہ گیا ہے کہ رسولؐ کے دین پر قائلانہ وار کرنے والے ہماری چھتوں کے نیچے چین سے جی بسے ہوں مگر ہمارے جذبہ قہر و انتقام میں ذرا سی حرکت نہیں ہوتی اور دوسری طرف مسلمان بھائیوں کے درمیان پھوٹ کا ہر حاد ہمیں کشاں کشاں اپنی طرف لئے چلا جا رہا ہے۔۔۔ مسلمان بھائی کی ایک خطا بھی متا کرنا ہمیں نہیں آتا جب کہ خون کے رشتے میں ہم خدا اور رسولؐ کے دین پر بڑے سے بڑا ستم توڑنے والے بھائی کو بڑی خوشی سے سینے سے لگاتے ہوئے ہیں۔ جس طرح چہرہ رسولؐ کو زخمی کرنے والے بھائی کی صورت

ان کی امداد کی ہے۔ (بخاری - ج ۳ ع ۳)

انسان جس کے سینے میں درد دل نہیں بیگ وقت رحمان اور شیطان دونوں سے محبت نہیں کر سکتا۔ ان ہستیوں کے دل کی ایک ایک دھڑکن میں اپنے معبود کا عشق سرایت کر چکا تھا اس لئے خدایا اور رسول کے مقابلے میں انھیں خود اپنی جان بھی عزیز نہ رہی تھی۔ غزوہ اُحد میں جب اللہ کے دین کو بچانے اور بھیلانے کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سارخ روشن خون میں نہایا ہوا تھا اور آپ کے مقدس رخسار خود کی لٹریوں سے گھائل ہو چکے تھے ابو عبیدہ نے تڑپ کر ان لٹریوں کو دانٹوں سے پکڑ کر نکالنے کی کوشش کی۔ اس عالم میں انھیں یہ بھی خبر نہ ہو سکی کہ ان کے اپنے دودانت باسن پاش ہو چکے ہیں اور لہو کا فوارا ابل پڑا ہے۔ انھیں جب اس کی خبر ہوئی تو وہ مجھوس کر کے ٹمکر اڑتے کہ جہاں رسول کا چہرہ زخمی ہوا تھا وہاں ان کے اتنی کا چہرہ بھی خون میں سترا پور ہو گیا تھا۔ جہاں رسول کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے وہاں ان کے دانتوں کی لٹری بھی ٹوٹ گئی تھی۔

لیکن جب وفات رسول کے دن سفید بوساعدہ میں شیطان اس کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا کہ اسلام کی صفوں میں پھوٹ پڑ جائے اور مسلمان کی تلوار اپنے مسلمان بھائی پر ٹوٹ پڑے تو یہی ابو عبیدہ بن الجراح انصار اور مہاجرین کے درمیان کھڑے ہوئے خدا کے خوف سے کھڑکھڑ کانپ رہے تھے۔ چہرے کا رنگ زرد تھا۔ اور تلوار کے جوہر دکھانے والا انصار کو اپنا دل چیر کر اس طرح دکھایا تھا:

"اے گروہ انصار! تم ہی تو تھے وہ لوگ کہ جنہوں نے سر سے پہلے دین کی طرف امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھایا تھا، اس لئے تم سر سے پہلے امت میں انتشار و افتراق کی بنیاد اپنے ان پاک ہاتھوں سے رکھنے والے بنے ہو۔"

اور یہی تھا وہ سہرا پادرد مومن جس کی آواز سے مسلمانوں

کے دل ہی گئے اور اس کے جواب میں انصار کی صفوں میں ایک دوسرا مسلمان۔ زید بن ثابت اس شور و فغاں سے آواز ملاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور اس فتنہ و عظیم کی آمد ہی فریاد کر دی جو دین کا چراغ گل کرنے کے لئے ابلیس کے لشکروں نے مل کر اٹھا دی تھی۔

"ہاں ہاں۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مہاجرین میں سے ہی تھے اس لئے خلیفہ رسول بھی کوئی مہاجر ہی ہونا چاہیے اور ہم اسی کے انصار ہونگے اسی طرح کہ جس طرح ہم انصار رہ چکے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"

اور ان دو انسانوں کی درد دردناک صداؤں نے بیشمار جنود ابلیس کی سازشی آمد ہی اٹھ کر ختم کر دی۔ ابو بکر۔ دین رسول سے اندر ہی اندر خون کے آنسو رونے والا مگر رسول کے دین کی حفاظت میں اپنے ہر زخم دردوں کو بھول کر امت کی شکر میں تڑپنے والا ابو بکر اٹھا اور چاہا کہ عمر بن خطاب کے ہاتھ پر عہد وفا کی تجدید کرے مگر خطاب کا وہی بیٹا جو رسول ہونا اگر رسالت جاری رہتی پکارا اٹھا "نہیں۔۔۔ لے رسول اللہ کے بار خاں۔ تیری موجودگی میں بھلا میری کیا حقیقت ہے!" اور اس صدائے درد کے ساتھ امت کا سبیل رواں ابو بکر کے لڑتے ہوئے ہاتھوں پر خدا اور رسول سے ونا کا از سر نو عہد کر رہا تھا۔ دین کی کشتی بھنور میں پھنس چکی تھی مگر دو مومنوں کے دلوں نے اپنے سوز ایمان سے اس بھنور کا طوفان بھاپ بنا کر اڑا دیا تھا۔ اور اسلام کا سفینہ غرق ہوتے ہوئے ایک بار پھر اٹھا اور خشک دہر کا سینہ چیرنا چلا گیا۔

آج ایک ڈبھڑ بھی منظر ہے۔ حالات کے عظیم گرداب میں حضور کے دین کا سفینہ نہ جانے کب سے ہچکولے کھا رہا ہے۔ خوفناک موجیں خود ہمارے جیوانی وجود کے اندر سے اٹھ اٹھ کر اس مقدس کشتی کو چھینٹنے لگا رہی ہیں۔ لیکن آج جب کہ تم چند سوا اور چند ہزار نہیں بنا کر ڈر و کی تعداد میں اللہ کی زمین پر موجود ہیں کیا تم میں دو آدمی بھی ایسے

نہیں جو درد سے شوق شدہ سینے لئے ہوسے اٹھیں اور انتشار اور اشتراق کی طاغوتی آندھی اور المیہ طوفان کو ایک با پھر تاسیخ انسانی میں گہر بنا کر اڑادیں۔ ایک با پھر امت کا سبیل رداں اٹھے اور پھڑکی ایسے یار خاں کے ہاتھوں پر عہد و ناسے نکلے ہوسے ہونٹ بیتابانہ رکھ کر جس نے اس حضرت کی دینی ریح کے ساتھ دانہ رسنی کی تنگ و تاریک کان کو ٹھہری میں زندگی کے شب و روز بسر کئے ہوں۔ کیا آج ہمیں ایک بھی انسان ایسا نظر نہیں آتا کہ جس کے مقدس ہاتھوں پر براہ خدا میں ہینڈے چلنے والی بیڑیوں کے ایمان انروز نشانات ہیں اور جس کے سر بندگی کے لئے باطل کی المیہ فوجیں نت نئی پھانسیوں کے جال میں رہی ہوں۔ دنیا خدا کے سر فرشتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ ابھی ابھی فرعون کی سرزمین پر ایک سید قطب اپنے ساتھ سیکڑوں سر فرشتوں کا رقص شہادت لے ہوئے خون کے دریا کے اُس بار نکل کر جہاں کبھی موسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل کو لے گئے تھے اور جہاں سے نبی اسماعیل کو خاتم النبیین حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دہری تھی اور دنیا کی قومیں سر جوڑ کر اس مقام بندگی تک جا پہنچی تھیں۔

ہم ایسے لوگوں کو بچانے کہاں تلاش کر رہے ہیں؟
 کیا پھولوں کی سنداوں پر؟ ... شاندار ابوالوہاب؟
 خائفانہ ہیں اور درگاہوں میں؟ ... بلند بانگ نعروں کی طرف؟ ... نہیں وہ لوگ وہاں نہیں ملیں گے۔ وہ کل بھی وہاں نہیں ملے تھے۔ وہ ہیں آج بھی ملنے میں جہاں کل ابو عبیدہ کو فتح دمشق کے بعد رومی سفیر نے میدان جہاد عزیمت میں دیکھا تھا۔ وہ محراب و منبر کے بجائے آوازاں کی چھاؤں میں ملے تھے۔ وہ تاج و تخت کے بجائے فرش خاک پر خدا کے عام بندوں کے دربارہ نظر آئے تھے۔ فاتح دمشق کی تلاش میں جب وہ عید الی سفیر لوگوں سے پوچھا پھر رہا تھا کہ تمہارے سپہ سالار ابو عبیدہ جہاد کجاں کہاں ہیں تو اس کی حیرت کی انتہا باقی نہ رہی تھی جب تک

شخص نے ایک ایسے آدمی کی طرف اشارہ کیا تھا جو باطل سے جنگ کرنے والے سپاہیوں کے درمیان بلا تکلف فرش خاک پر بیٹھا آپس کر رہا تھا۔ اور یہی تھا وہ شخص کہ جب حضرت شہداء نے تشریف لائے اور وہاں قدیم عربی اسلامی سادگی پر بھی زندگی کی تربیت و تربیت کا رنگ چڑھا دیکھا تو وہاں بھی یہ شخص اس حال میں نظر آیا کہ بدن پر سادہ لباس تھا اور اونٹ کی کیسں معمولی سی تھی۔ اور یہی تھا وہ شخص کہ جن کو اس اہتمام و سادگی کے باوجود کسی نے ایک دن گھر کے کونے میں زار و نظارہ بنا ہوا دیکھا۔ رونے کا سبب پوچھا تو جواب ملا۔

”اللہ کے رسول کی ایک بات یاد آگئی تھی۔“
 ”آخر کیا بات تھی وہ جسے یاد کر کے آپ اس طرح روتے ہیں اسے ابو عبیدہ۔“
 ”آپ نے ایک بار شہادت نشانی کی خبر دی تھی اور پھر وہاں کی خوشحال اور خوشی سے بھرے ہوئے لوگوں سے کہا تھا کہ ابو عبیدہ! اس وقت تمہیں اپنی ذاتی ضروریات افسردہ اور اہل و عیال نے لئے صرف تین خادم اور تین سواریاں کافی ہوں گی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ گھر غلاموں سے اور اصطلح گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ آہ میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کب کب دیکھا ہوں گا۔“ ابو عبیدہ پھر رونے لگے۔ اور رونے روئے فرمایا ”تمہارے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو گا جو مجھے اسی حال میں ملے جس حال میں میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔“

اور۔۔۔ ہمیں بھی ایک دن یہاں کوچ کرنا ہے اور اس رسول کو دیکھنا اور اپنا منہ دکھانا ہے جن کی آرزو تھی کہ وہ اپنے بعد آنے والے مسلمانوں کو دیکھے۔ ان مسلمانوں کو کہ جن کے متعلق آپ کو پوری توقع تھی کہ وہ آپ کو دیکھے بغیر اسی طرح اپنا رسول نامیں گے جس طرح صحابہ اور صحابیات نے دیکھا کہ مانا تھا۔ اسی طرح دین پر دنیا مشا رکہیں گے اور اسی طرح صحابہ کے نقش قدم پر ایمان پر ایمان ترابن کر کے جہاد کو فری طرف نشہ لب اور لبہ پانچیں گے اور کہا جائے گا کہ یا رسول اللہ! یہ مجھے

”اللہ کی طرف سے“

عید آگے وہ مومنین و مومنات جن کو دیکھنے کی آہ کو اس قدر آرزو تھی۔ لیکن کیا... آہ کیا کبھی انہوں نے اس لحاظ سے اپنی تصویر خورد کینے کی ضرورت

تجلی کی ڈاک

انجاء بلٹز اور جماعت اسلامی

سوال:۔ از۔ عبدالصمد۔ حیدرآباد (اے۔ پی۔)

ایک سوال روانہ خدمت ہے، مناسب جیسا فرمائیں تو تجلی کے ذریعے جواب عنایت فرمائیں۔

ہفتہ وار بلٹز (آرڈو) جشن آزادی ۱۹۵۱ء میں جناب الزور حسین ہنگنڈہ (دردنگل) کے اس سوال پر کہ ”پینڈت سندر لال نے کہا تھا اگر ملک میں کوئی ایسی جماعت ہے جو فرقتہ دارانہ ہم آہنگی اور ہندو مسلم اتحاد کا مقصد لے کر کھڑی ہوئی ہے تو وہ جماعت اسلامی ہے کیا یہ بات درست ہے۔“ ”ایڈیٹر بلٹز“ جماعت اسلامی اور ہندو مسلم اتحاد کے زیر عنوان فرمطراز ہیں:-

”پینڈت سندر لال نے یہ بیان کب اور کس قعر پر دیا ہمیں پتہ نہیں، لیکن اگر وہ یہ بیان خود کے بائے میں دیتے شاید اسے درست قرار دیا جاسکتا تھا، لیکن جماعت اسلامی کے بارے میں پینڈت جی سے منسوب یہ بیان صرف غلط ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز بھی معلوم ہوتا ہے۔“

۱۹۴۷ء میں جماعت اسلامی دالوں نے لاہور میں اپنے ہی بھائیوں کے گھلے کاٹے تھے اور قتل و غارتگری کی وہ اتہا کر دی تھی کہ حکومت کو مارشل لا لگانا پڑا تھا۔

اس قتل و غارتگری پر جماعت اسلامی کے کارکنوں کو گھسانے والے مولانا مودودی تھے جنہیں سزائے موت دی گئی تھی۔ لیکن حکومت نے بعد ازاں یہ سزا منسوخ کرادی تھی۔ اب آپ ہی سوچئے کہ جو جماعت

اپنے ہی بھائیوں کے گھلے کاٹے وہ فرقتہ دارانہ ہم آہنگی کا راگ کس طرح الپ سکتی ہے اور غیروں کو کیونکر گھلے

لگا سکتی ہے۔ آپ کو شاید علم نہیں جماعت اسلامی ہندو ہما سبھا اور آر۔ این ایس کے جواب میں قائم ہوئی ہے۔ اسی لئے ہم ان تینوں جماعتوں کو ایک ہی ترانہ میں تو لنے ہیں اگر جماعت خود کو سیاسی اور مذہبی امور کی حد تک ہی محدود رکھے تو ٹھیک ہے، لیکن سیاست میں بہت دور مسلمانوں کو اس سے صرف نقصان ہی پہنچ سکتا ہے فائدہ نہیں۔“

عرض یہ ہے کہ کیا بلٹز کے جماعت اسلامی کے تعلق سے ظاہر کردہ یہ خیالات درست ہیں؟ اور یہ بھی کہ ۱۹۵۱ء کی قتل و غارتگری کا کیا قصہ ہے۔ چونکہ بلٹز کی مذکورہ بالا تحریر سے عوام میں اور خاص طور سے تعلیم یافتہ طبقے میں جماعت اسلامی کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

جواب:-

جھوٹ کا چلن اس حد تک تو خیر ہر زمانے میں رہا ہے کہ پیر کا کبوتر اور چھپر کا پانچھی بنا دیا جائے، لیکن آج ہمارے مادہ پرست اور ہندو فنکاروں نے۔۔۔

مضمرات نے کذب و افتراء کے فن کو اس حد تک ترقی دی ہے کہ اتہام لگانے اور الزامات تراشنے کے لئے کئی جھوٹی سی بنیادیں بھی ضرورت پاتی ہیں۔ پرنس ہو مگر یہ فن کار کبوتر کی مانند سرخ بنا کر کھڑا کر دیں۔ پھر یہ سوادہ

یہ اہل کمال ابو الہونی تراش دیں۔ گویا سفید جھوٹ کی اصطلاح اب گرد ہوئی۔ اگر کسی کو بالکل کورے جھوٹ کا جغرافیہ بیان کرنا ہو تو اسے سفید جھوٹ کے عوض

”سرخ جھوٹ“ کی اصطلاح استعمال کرنی ہوگی۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے بلٹز بھی اشتراکیت ہی کے

حیرت کے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ایک بات ہے کہ دین شریعت میں بھی فکر و نظر کے تضادات اور تعبیر و تفسیر کے اختلافات تھے کئی "فرقے" پیدا کر دیئے ہوں لیکن درحقیقت کی ہر شاخ اپنے تخم کی طبعی خصوصیات سے بہر حال اپنا حصہ پاتی ہے اس لئے اکثر لوگوں کا کوئی بھی "فرقہ" امتزاج اہم اور غیر ترقی پسند نہیں ہو سکتا کہ ضرورت کے وقت جھوٹ اور افتراء پر از می سے کام نہ لے۔ اکثر اہمیت کی دلدلوت ہی ایک دروغ عظیم کے بطن سے ہوئی ہے لہذا حیرت اس پر نہیں کہ بلٹرنے جھوٹ بولا حیرت اس پر ہے کہ مسائل سے خود ہی کیوں نہ اس حقیقت ثابتہ کا اور ایک کر لیا اور کون ہم سے نقد و نظر کے طالب ہوئے۔

جہاں تک جماعت اسلامی کے بارے میں غلط فہمیاں پیرا ہوئے ہیں ان کا تعلق ہے یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں۔ اکثر اہمیت اور مالیت اور قوم پرستی کے تنگ خوار لوگ رہے خود علماء و ائمہاء کے بعض حلقے مدت سے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوششیں بنے ہوئے ہیں اور جماعت اسلامی جو خطر خفی القیوں، مزاہمتوں اور جارہمتوں کے درمیان آبلہ پاکاڑوں کی طرح اپنا سفر طے کر رہی ہے۔ لیکن اس طرح کے بے سرو پایا اتہانات سے جن کا نمونہ بلٹرنے کی منقولہ تحریر ہے اگر تعلیم یافتہ طبقہ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اسے آپ تعلیم یافتہ کے بجائے عقلی اجتہاد اور جہالت کا طبقہ کیوں نہ کہیں تعلیم۔ اگر واقعی تعلیم ہے تو اس سے آدمی کے دل و دماغ روشن ہوتے ہیں۔ ظلمت اور نور میں تمیز پیدا ہوتی ہے۔ فکر و شعور جلا پاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ الزام کی وہابی نوعیت، الزام لگانے والوں کی معروف حوصلت اور جن پر الزام لگایا گیا ہے ان کے عیاں اسوۂ و ذکر دار پر نگاہ کے بغیر بعض نادانوں کی طرح اثر قبول کرنے لگیں انھیں حقیقی معنی میں "تعلیم یافتہ" سمجھنے کا آخر کیا جزو ہے۔

بہر حال کسی بھی احمق کے عقل مند اور جاہل کو عالم بنانا تو ہمارے بس کا وہ کس نہیں کہ کسی ہرزہ سیرا کی زبان بگڑنا ہماری استطاعت میں ہے۔ البتہ آپ کی تشفی کے لئے آشنا

بتا دیں کہ بلٹرنے کے لامعنی اتہام کی حقیقت ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص دکان میں بیٹھ کر یہ کہے کہ گاندھی جی بڑے تشدد پسند تھے انھوں نے بہت سے قتل کئے اور اپنے عقیدت مندوں کو لوٹ مار قتل و آتش زنی جوڑی دیکھی پراگسیا! اسی لئے ایک دلکش بھگت نے انھیں گولی کا نشانہ بنا دیا۔ ایسا کہنا اگر ہندو یا مسلمان سے تو بلٹرنے کی گل افشانی بھی اس کم درجے کی فنکاری نہیں۔ وہ اگر اپنے گمراہ مسلمانوں سے یہ بھی لکھ دے کہ خود مولانا مودودی نے پندرہ قتل کئے، بیس ڈاکے ڈالے، پچاس گھروں میں آگ لگائی تو کون اس کے ہاتھ سے قلم چھین سکتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سوال و جواب کے آغاز سے پاکستان میں انتخابات کی تیاریاں زور شور سے جاری ہیں اور جماعت اسلامی کو شکست دینے کے لئے اس کے رنگے برنگے حربہ ہنر و طرح کے اتہانات تراش رہے ہیں۔ لیکن یہ کہنے کی جگہ تو ان میں سے بھی کئی نے نہیں کی کہ کشمیر میں جماعت اسلامی نے اپنے بھائیوں کا گلا گھاتا تھا اور قتل و غارتگری کے کوششے دکھائے تھے۔ حالانکہ اگر اس جھوٹ کو سچا اور کیرا کے لئے واقعات کے ریکارڈ میں ایک توشہ بھی ہوتا تو حریفان قسم پیش اسے بہاؤ بنا کر پیش کرتے ہیں بل جھوٹ بھی باطل نہ کرتے۔

واقعہ صرف اتنا تھا کہ پاکستان کے منافقین اور خان بہادر حضرات، جماعت اسلامی کے ساتھ وہی کھیل کھیلنا چاہتے تھے جو شاہ قاروقی علیہ ماہیہ اور جمال عبدالناصر نے افغانوں، مسلمانوں کے ساتھ کھیلنا۔ اس کے لئے انھیں بہانے کی ضرورت تھی۔ بہانہ بنایا انھوں نے مولانا مودودی کے ایک مختصر سے پمفلٹ کو جس میں مولانا مودودی نے اپنے معروف عالمانہ اور انتہائی ازاندارانہ بیانیہ بیان کیا کہ ہر ذرا غلام محمد کو نبی ماننے والے نہ تو دنیاوی مسلمان نہیں ہیں اور وہ خود بھی اپنے سوا اور سرے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے عدل اور معقولیت کا تہ اضا ہے کہ انھیں ایک بڑا گناہ ملتا، قرار دیا جائے اور مسلمانوں میں ان کا شمار نہ کیا جائے۔

اُچٹ جاتی ہے۔ اگر آج وہ ”رحم کی درخواست“ کر گزے تو ہمیں سرخروئی کے ساتھ بھانسی منسوخ کرنے کا موقع بھی مل جائے گا اور اس کی آہنی شخصیت میں سوراخ بھی ہو جائے گا۔ دنیا دیکھ لے گی کہ جسے وہ اولوالعزم انسانوں کی صف میں رکھتی تھی وہ تو ایک نبردل انسان نکلا جس نے موت کو سامنے دیکھ کر تم ”رحم چینیٹا“ شروع کر دیا۔ یہ بھی تکنک چینیٹو ہلاک کے روحانی مریدین کی۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ ہسٹری اپنی جگہ اٹل ہے۔ خدا کا سپاہی ”رحم کی درخواست“ کا نام اس کی کہہ رہا ہے۔ کبھی نہیں۔

”اگر میرے پروردگار نے مجھے اپنے پاس بلانا منظور کر لیا ہے تو بندہ بخوشی اپنے رستے چلے گا اور اگر اس کا حکم ابھی نہیں ہوا تو پھر چاہے یہ آئے لگتے ہیں مجھے بھانسی پر نہیں دھکا سکتے۔“

شاید موجودہ حکمران پاکستان سے ربط قائم کرنا اور نبرد جنرل صاحبان پروردگار سے ہے کہ مولانا معاذی نے اس سے مدافعت کر دی جائے گی۔ مگر خدا کا شہید دل بندہ کو ہر شے کی شکست کو پاسے عقارت سے ٹھکا رہتا ہے۔ اجواب ہرگز نہیں تو کہتا ہے:-

”بھی! میرا سبک آپ کو معلوم ہے۔ میرے نزدیک دن لوگوں سے جو میرا جرم خوب جانتے ہیں معافی کا طلبگار بننے سے زیادہ قابل برداشت یہ ہے کہ بھانسی پر لٹک جائے۔“

یہ ہے پامردی، عزیمت اور استقامت کی وہ کہانی جیسا تاریخ نے اپنے اوراق میں محفوظ کیا ہے۔

بھلا ایسے بے جگر مجاہد ایسے اولوالعزم داعی حق سے اہلیس کے شاگردوں کو کد نہیں جوگی تو کیا محبت ہوگی اور وہ اس کے خلاف شرب و روز الزام تراشی نہیں کرینگے تو کیا قہیدے لکھیں گے۔ آئیے یہی قتل و غارتگری کا قصہ پوچھتے ہیں۔ قتل و غارتگری تو سب سے بڑھ کر اکثر لوگوں کا پیشہ ہے۔ کیا اپنے چند دستار میں آپ نہیں دیکھتے۔

اس بھٹل نے اپنے مضبوط اور دستار نری لاکھ کی بنا پر اتنی مقبولیت حاصل کی کہ چند ہفتوں میں کئی لاکھ پھیل گیا۔ بس پھر کیا تھا تار ایوں کا تو پاکستان کے نظم و حکومت میں بہت زیادہ اثر و رسوخ تھا ہی انھوں نے بھاگ دوڑ کر کے مولانا مودودی کو گرفتار کر لیا اور خان بہادر ”حضرات“ چونکہ خود بھی مدت سے ایک بہانے کی تلاش میں تھے اس لئے انھوں نے بھی موقع غیرت جان کر ایک ”کٹ پتلی عدالت“ تیار کر دی۔

پس یہ بھی واقعات کی حقیقی نوعیت۔ اتنا اضافہ اس پر اور کر لیجئے کہ مولانا مودودی کو سزائے موت سننا کہ بھانسی کی کوٹھری میں بھیج دینے کے وہ حکومت کی طرز سے اشارہ کیا گیا تھا کہ اگر مودودی صاحب ”رحم کی درخواست“ کریں تو ان کی سزائے موت پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے۔ یہ اشارہ کچھ اس لئے نہیں تھا کہ بعض اہلین کے قلب میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے لئے کوئی نرم گوشہ پیدا ہوگا تھا بلکہ اس لئے تھا کہ سزایں کا فیصلہ سنانے والے خود بھی مطمئن نہیں تھے کہ راستے عام کو اپنے اس ظلم صریح کے حق میں ہموار کر سکیں گے۔ وہ جان رہے تھے کہ انھوں نے کھلی دھاندلی کی ہے جس پر نہ صرف پاکستانی سوادِ اعظم حیران و مضطرب بلکہ پوری دنیا نے اسلام میں کھرا مچ گیا ہے اور احتجاج کا اتنا بندھ گیا ہے۔ اس احتجاج سے عہدہ برآ ہونے کیلئے انھوں نے دُعا دہرا سترہ ہی بایا کرنی الحال بھانسی کی سزا منسوخ کر دی جائے۔ مگر نتیجہ کا یہ قدم اٹھانے میں ایک تو دُعا فارحائل تھا دوسرے انھوں نے سوچا کہ یہ ہرگز ہے جب ہم مودودی کی عظیم شہرت کو داغدار بنا سکتے ہیں۔ انھیں معلوم تھا کہ دنیا مودودی کو صبر و عزیمت اور ثبات و استقلال کے ایک بہاؤ کی حیثیت سے جانتی اور اتنی ہے اس کی آہنی شخصیت پر الزام اور افتراء کے خند بھی تیر آج تک برسائے گئے اور برسائے جا رہے ہیں وہ سب اس طرح اُچٹ جاتے ہیں جس طرح بڈٹ پروف سے گولی

خانے میں رکھیں گے جو ٹھیٹھ مادیت کے اشتراکی فلسفے کا طوق اپنے گلے میں نہ ڈالتی ہوں۔ خدا کی نیکوئی مصفحتوں کے تحت آج کل قوت و سطوت بھی کافی مقدار میں شراکیوں کو لگتی ہے اسی لئے وہ آزاد ہیں کہ جس پر جو چاہے لڑا لگائیں۔

۱۰۰ مانے اتہانات تصنیف کریں۔

آپے شاید یہ فقرہ نقل کرنے میں چونک ہو گئی ہے کہ۔

”اگر جماعت خود کو سیاسی اور مذہبی امور کی حد تک

بی محدود رکھے۔۔۔۔۔“

”سیاسی“ کا لفظ بلتر کیوں لکھا جب کہ اس کا اصل مقصود ہی جماعت اسلامی کو ”مسجد“ میں بند رکھنا ہے سیاسی اور مذہبی دونوں کی اجازت مل گئی تو رہا کیا۔ دوسرا تھیل بعد کا فقرہ بھی بتا رہا ہے کہ ٹھیک جس چیز کو کہا گیا ہے وہ صرف مذہبی امور میں محدود رہنا ہے نہ کہ سیاسی امور سے رشتہ جوڑنا۔

اور اگر آپے چونک نہیں ہوئی تو پھر یہ طبعاً غلطی ہوگی

اشتراکی حضرات۔۔۔ بلکہ تمام ہی مادہ پرست یہ چاہتے ہیں کہ

مذہب افراد کی پرائیوٹ زندگی میں سر چھپائے پڑا رہے۔

اجتماعی زندگی اور ملکی قوانین میں وہ مطلق دخل نہ دے۔ یا لوگ

شہر میں نہیں جو اکیلے زنا کریں تنگے ناچیں۔ لوٹ کھسوٹ

مچائیں۔ اُسے سیدھے قوانین بنائیں۔ یہ سب ان کا پیدائشی حق ہے۔

خدا کا کوئی حق نہیں کہ اپنے ماننے والوں کے واسطے

سے ان کی خیریتوں میں دخل دے۔ دخل تو الگ رہا

اجتجاج تک گزارا نہیں۔ جو اجتجاج کریں فرقہ پرست۔ بورژوا۔

امریکے کے ٹھون۔ سامراج کے ایجنٹ۔

عجیب و غریب بات ہے کہ مادہ پرست حضرات اقتدار

حکومت، میسارٹ، قانون سازی سب کو اپنے والد کی

جاگیر سمجھتے ہوئے ہیں۔ مذہب کی راہ سے اگر کوئی ان میدانوں

میں آنا چاہے تو وہ اس طرح شور مچاتے ہیں جیسے ان کی اپنی

جیب کا ٹی جا رہی ہو۔ کوئی پوچھے آپ کو یہ و شیعہ آخر

کس نے لکھ دیا ہے کہ ان سارے میدانوں میں آپ ہی کے

گھوڑے دوڑیں۔ آپ جیسے بھی اُسے سیدھے اول فول

رہے۔ یہ تنگسلیاں کیا چیز ہے۔ یہ ہم بازی یہ گھبراؤ، یہ زمین پر بیٹھے کس گھر کا کار نامہ ہیں۔ ششہ میں پاکستان میں جو کچھ بھی ہوا اس میں اشتراکیت، فادریانیت اور منافقت کے گٹھ جوڑ کی کرشمہ سازی ہو سکتی ہے۔ جماعت اسلامی کا اس سے کیا تعلق۔

اور یہ جو بلتر نے کہا کہ جماعت اسلامی ہندو ہا سبھا

اور آر۔ ایس ایس کے جواب میں قائم ہوئی ہے تو یہ بھی

صریح غلط بیانی ہے۔ جماعت اسلامی کی بنیاد کسی اور

ملک میں نہیں ہمارے ہی دیس میں پڑی ہے۔ بانی کے

ذہنی بیانات، خیالات، افکار سب کا ریکارڈ موجود ہے

۱۰۰ سوا سو مثبت بنیادوں پر بنائی گئی۔ انبار علیہم السلام

آں آسوسے کو پیش نظر رکھ کر قرآن و سنت کے خطوط پر بنائی

گئی۔ وہ ایک اصولی، ہمہ گیر دعوت اور ایک غیر تہوانہ

غیر جغرافیائی اور غیر طبعانی تحریک کے جو تمام نوع انسانی

کو اپنا مخاطب بناتی ہے اور کسی بھی خاص جماعت کی

حریف نہیں بنتی۔ ہندو ہا سبھا یا آر۔ ایس ایس۔ اور اس

کی وہ جس درجے میں ترقی مقابل ہے اسی درجے میں بلا لاس

بھی کچھ بڑھ کر ان مسلمان افراد اور جماعتوں کی حریف ہے

جو خالص خدا پرستی میں دوسری من گھڑت ”پرستوں“ کا

پیوند لگاتے اور دعوت اسلام کے باوجود غیر اسلامی راہوں

پر قدم بارتے ہیں۔ رہیں مذکورہ دونوں جماعتیں تو

انہما بھی دیکھ رہا ہے کہ ان کی نہ کوئی منضبط دعوت ہے۔

نہ ان کے پاس کوئی اصلاحی پروگرام ہے۔ نہ ان کا تعلق

باز عالم انسانیت سے ہے۔ وہ تو اس وسیع دنیا میں فقط

”لوکل“ جماعتیں ہیں۔ جغرافیائی حدود میں منگڑی ہوئیں جبر

آند کے ذریعے اپنے نظریات، ٹھونے کی علمبردار بنے ہمار

اور جائزیت نہیں۔

پھر بھی اگر بلتر والے ان بیانیوں جماعتوں کو ایک ہی

تر ارد میں تو لیتے ہیں تو اس کی وجہ صرف ظاہر ہے کہ

انہیں تو نفس مذہب ہی سے بیزار ہی ہے۔ وہ ہمہ گیر

ادریانیت کے داعی ہیں۔ وہ ان تمام ان جماعتوں کو ایک

نظریات گھڑتے رہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ پیشقدمی کے نام پر کارخانے قرضائیں عین انصاف۔ اشتراکیت کے نام پر خاندانوں میں چھینیں پیکر مناسب۔ عوام کو بھڑکے بکریوں کی طرح چلنے پر مجبور کریں بالکل درست۔ لیکن مذہب کا حوالہ کسی زبان پر آئے تو وہ گردن زدنی مجرم۔ فرقہ پرست۔ رجعت پسند۔

خدا کی مصلحت کو نبی آج آپ کا ساتھ دے رہی ہے جو چاہے من مانی کرتے رہتے لیکن جس دن اس مصلحت نے اپنا زاویہ بدلا اس دن آپ اور اک فرما سکیں گے کہ مجرم اہل غریب نہیں آپ ہیں۔ خدا کی زمین کو اپنی جائیداد قرار دینے کی جسارت آپ سے سرزد ہوئی ہے۔ غصب اور خیانت کا ارتکاب جناسے کیا ہے اور جماعت اسلامی تو ان عاجز بندگان خدا کی جماعت ہے جو گلے نہیں کاٹتی بلکہ انسانیت کو جہنم کے گہرے خار میں گھرنے سے روکنے کے لئے خود اپنا گلہ کھواتی ہے۔ اپنا آرام چھٹی ہے۔ اپنا بدن لہو لہان کرانی ہے۔

ایک پہلو قابل ذکر اور رہ گیا۔ بلٹرز سے دریافت کیا جائے کہ ہندوستان کی جماعت اسلامی سیاسیات میں حصہ کہاں لے رہی ہے۔ بابت بلٹرز نے منڈت سندر لال کے قول کی تکرار سے شروع کی تھی۔ چلے مان لیا منڈت سندر لال اور جہانما گاندھی جی نے جو بھی تعریف جماعت اسلامی کی کی سب جھوٹ۔ مگر سیاست میں حصہ لینے نہ لینے کا تذکرہ یہاں کہاں سے نکل آیا کہ بلٹرز نے نا صحیح مشفق کا باورٹ ادا کرنا شروع کر دیا۔ مہرمن کا کوئی محل تو ہونا چاہئے۔ یہ کیا کہ موقع ہونہ ہو، موضوع اجازت دے نہ دے۔ دل کا بخار ضرور نکالا جائے۔

دیسے ان حضرات کی ڈھٹائی ہے بہت ہی شاندار جو وقتاً فوقتاً دنیا کو یہ نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ خبردار مذہب کا سایہ بھی سیاست پر نہ پڑنے دینا ورنہ ملک کے قدم کا خانہ خراب ہو جائے گا۔ گویا لادینی سیاست نے

تو ہر ملک و قوم کی تجویلی امن و عافیت کے عمل و جو اس پر بھردی ہے۔ جودھر دیکھو عیش ہی عیش ہے۔ راوی چین کی بائسری بجارہا ہے۔ بس مذہب پاس پھٹکا اور عیش محل کی دیواریں گدیں۔ اندازہ کیجئے تھے اس لغو کوئی کا کوئی جواب۔ اندھا بھی دیکھ رہا ہے کہ آج کم و بیش پوری دنیا پر خالص لادینیت کا تسلط ہے۔ سیاست اپنی بنیاد سے لیکر سقف و بام تک خالص مادہ پرستانہ افکار و نظریات ہی سے عبارت ہو کر رہ گئی ہے۔ پھر سوائے کرب و اضطراب اور خوف و یاس سے دنیا کو کیا ملا۔ مسائل ہی مسائل ہی چینی ہی بے چینی، کہیں امن و عافیت نہیں۔ حال تا ایک مستعمل خظروں اور دہشتوں کے ظلمات میں ڈوبا ہوا۔ ایک ایک معمولی جنگ میں لاکھوں کروڑوں انسان معدوم، کھربوں سنگھوں رو پیرھاگ۔ آزادیوں ویرانوں میں تبدیل۔ یہ سب لادینی سیاست ہی کے تو تحفے ہیں۔ اپنے دیش میں ۲۳ سالوں سے جس سیاست کا ناسخ رہا ہے وہ بھی ماشاء اللہ خالص لادینی سیاست ہی ہے۔ بھٹھا بھٹھا یا سیکولرزم۔ پھر ذرا کوئی منشی تو بھٹھے جو اس کی مستوحات کا ناسخ تیار کرے کہنے کو جو چاہے کہتے رہتے مگر حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ مذہبی سیاست نے جو بھی ہلاکتیں پوری تاریخ انسانی میں دنیا کو دی ہیں ان کا ذوق تو لادینی سیاست مدت ہوئی پورا کر چکی ہے اور اب ہلاکت و مضررت کے جو اہرام یہ نام نہاد سیاست تعمیر کر رہی ہے وہ اتنے بھاری بھرم اور اتنے بلند و بالا ہیں کہ نہ انھیں کسی راجح الوقت پیمانے سے ناپا جا سکتا ہے نہ کسی باٹ سے تولنا ممکن ہے۔ پورے عالم کو اس نے بدامنی و اضطراب کا سمندر بنا کر رکھ دیا ہے۔

ظلم انصاف

سوال :- از۔ محمد اشم سردار۔ ضلع میدک۔
ہا ہماہ تجلی۔ اگست ۱۹۷۷ء کے صفحہ ۲۹ پر جو کچھ
میں ایک عدد نعرہ لکھا گیا ہے وہ نعرہ یہ ہے جو لوگ سردار
سے انصاف نہیں کرتے انھیں یہ احتجاج کرنے کا حق نہیں

کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ان کے ساتھ انصاف یہی ہے کہ انصاف نہ کیا جائے" یہ غرہ ہے یا کوئی اور چیز۔ اس کی اہمیت نہیں لیکن اس ایک جیلے سے دفن و دماغ پر ایک ضرب پڑتی ہے کہ کیا یہ اسلامی تعلیم ہے۔ کیا انصاف نہ کرنے والوں کے ساتھ انصاف کرنا خلاف اصول اسلامی ہے اور کیا انصاف صرف اُس کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے جو منصف ہے اور کیا آج کا ظالم کل مظلوم ہو کر دیر اسلام پر حاضر ہو تو ایسے شخص کے ساتھ انصاف نہیں کیا جائے گا۔ تاریخ اسلام میں بہت سارے واقعات اس قسم کے موجود ہیں کہ ظالم سے ظالم کے ساتھ اسلام نے انصاف کیا ہے۔ انصاف عدل کے عدم المثال واقعات تاریخ اسلام کے درخشاں باب ہیں جن میں بڑے بڑے لوگ حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اگر ہماری تاریخ عدل و انصاف کا علم دار ہے تو سلمان اس عدل و انصاف کے تقیہ نہیں اور ایسی صورت میں اُدھر لکھا ہوا جملہ بڑے بڑے شائع کیا گیا ہے وہ کہیں تک اسلامی نظریات سے مطابقت رکھتا ہے؟ براہ ہر بانی اس کا جواب عیاں کر میں تو ہر بانی ہوگی۔ اس تعلق سے دوست و جناب میں گفتگو ہو رہی ہے اور ہر ایک کا نظریہ جدا گانہ ہے۔ امید ہے کہ آپ اس کا جواب ماہنامہ تجلی میں شائع فرمائیں گے۔

جواب :-

کوئی کلام کی بات ذرا خوبصورت اور تیکھے انداز میں کہی جلتے تو وہ "اقوال زریں" کے زمرے میں مشاغل کوئی جاتی ہے۔ جس "مقولے" پر آپ نے اعتراض منسرایا اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے ورنہ دوسروں کے ساتھ انصاف نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم خود بھی کسی نہ کسی ظلم کا شکار ہو جاؤ گے اور جب تم اپنی مظلومیت پر فریاد احتجاج کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی پروا نہ کرے گا کیونکہ دوسروں پر ظلم کر کے تم نے خود کو اس کا شکار بنا لیا ہے کہ تم

پر ظلم کیا جائے۔ یہ ظلم عین انصاف ہو گا کیونکہ یہ یاد آ رہا ہے تمہارے اپنے ظلم کی۔

بس اسی بات کو اس مقولے میں ذرا پہلو دیا اور تیکھے انداز میں کہہ دیا گیا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لا یوحم لہ یوحمہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا (حضرت کا منشا اس ارشاد سے رحم و رافت کی تلقین اور سے رحمی و شفقت سے اجتناب کی تاکید ہے۔ اپنے اپنے دماغ کو ایک چھوٹے سے عین اور جست و خیز میں اس طرح بیان کر دیا کہ ایک طرف اس سے سنت الہیہ کی طرف اشارہ ہو گیا اور دوسری طرف عمل اور رد عمل کا قانون بھر کر سامنے آیا۔ سنت الہیہ عام طور پر یہ ہے کہ جو افسوس دیا یا تو افسوسگدنی اور بے رحمی کا نتیجہ اور دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں وہ باقی افراد کو بھی دوسروں کی شفقت نہ بے ہمہری کا شکار ہو جاتے ہیں اور رد عمل کی منطقی نتیجہ ہے کہ جس نوع کا عمل آپ کریں گے اسی کے مطابق رد عمل بھی سامنے آئے گا۔ آپ دوسروں کے ساتھ نرمی اور درگزر کی عادت ڈالیں گے تو دوسروں کے اندر بھی آپ کے ساتھ رواداری و رحمت سنوگے کا داعیہ پیدا ہو گا اور اگر آپ سنگدل اور بد مزاج بن جائیں تو دوسرے بھی آپ کے ساتھ سختی اور بے ہمہری کا رویہ اختیار کریں گے۔

یہ تھا اس ارشاد گرامی کا مقصد مدعا۔ اب اگر آپ معنی آفرینی کے ذریعے اس کے ساتھ وہی سلوک کریں جو زیر بحث مقولے کے ساتھ کر رہے ہیں تو خود بال اللہ من ذلک بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا کہ دوسرے بے رحم بنائیں تو تم بھی رحمی چھوڑ کر شفقت کی راہ اختیار کر لو۔ وہ تو نرمی اور درگزر رواداری و شرافت اور رفق و مواسات کا درس دیتا ہے۔ وہ برائی کے بدلے برائی کرنے کو پسند نہیں کرتا، انتقام اس کی تعلیم نہیں، رحم و رعایت سے عید مرغوب ہے وغیر ذلک۔ ظاہر ہے کہ ایسی مطلب آفرینی غلط ہوگی اسی طرح

کھتے اور بس۔

لفظ مولانا کی بحث

سوال ۱۰۰: از۔ سید انور حسین۔ سید رآباد علی ۲۔
جانبے اپنے سالہ اگر تہ شعبہ میں جناب میر ولایت
علی صاحب کی کتاب ”قرآنی تعلیمات“ پر جو تبصرہ فرمایا ہے
نظر سے گذرا۔ اس میں جناب میر ولایت علی صاحب پر
پر طنز فرمایا ہے کہ:-

”مولانا مورودی کہ میر صاحب نے ہر جگہ مورودی
صاحب ”کھتے پر اکتفا کیا ہے۔ مولانا کھتے
کی زحمت نہیں اٹھائی۔ ہم نہیں جانتے کہ
تہذیب و شائستگی کی یہ کرسی تمہارے ہے۔ وغیرہ“
اس طنز میں جناب کو کچھ تراجیح ہوا ہے۔ میر صاحب
اپنی کتاب کے صفحہ ۶۹ سفر ۵ میں لفظ مولانا لکھا ہے۔
اصل عبارت یہ ہے:-

”مولانا مورودی کے دو اچھے قابل غور

مضامین نظر سے گزرے۔“

کہیں دوسری جگہ مولانا لکھ رہا گیا ہو تو اس پر طنز کرنے
کی ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ مولانا نہ کھتے سے کسی حکیم
قرآنی یا ارشاد و رسالت کی کوئی نافرمانی نہیں ہو رہی تھی۔
بلکہ یہ لقب خود بعد کے لوگوں نے اپنے لئے تجویز کر لیا۔
اور لطف یہ ہے کہ خود یہ حضرات جب حضرات صحابہ کرام
کا نام لیتے ہیں تو ان کے ساتھ بھی لفظ مولانا نہیں لکھتے۔ لہذا
ان کے صحابہ کرام کا درجے حد بلند ہے۔

قرآن مجید میں لفظ مولانا صرف دو جگہ آیا ہے۔
دفعہ ۲/۲۸۹ (توبہ ۹) یہ لفظ۔ اللہ تعالیٰ کی شان میں
استعمال ہوا ہے۔ دوسری جگہ مولانا لکھ رہا ہے۔
مولانا کے الفاظ جو استعمال ہوتے ہیں وہ بھی سب اللہ
تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔ سارے قرآن میں کہیں بھی ایسی تعلیم
نہیں دی گئی ہے کہ اس لفظ کو انسانوں کے لئے بھی استعمال
کیا جاسکتا ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بڑے درجے و مرتبے کا ہو۔

یہ بھی غلط ہے کہ مذکورہ مقولے سے وہ مطالب پیدا کئے
جائیں جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ مزید وضاحت کیلئے
ایک آیت قرآنی کی مثال لیجئے۔

کسی سے خواہ مخواہ بھڑنا، قتل خونریزی کرنا، لوگوں
کو ان کے گھروں سے نکالنا ظلم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا تم بھی ان
کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ **وَاقْتُلُوا صُورًا حَيْثُ لَقِقْتُمُوهُمْ**
وَآخِرُ جَوْهَرِهِمْ مِنْ حَيْثُ آخِرُ جَوْهَرِهِمْ (فقہاء) اب یہ
لیجئے جو افعال ظلم تھے اللہ تعالیٰ نے جو اب انہیں عین انصاف
نظر آ رہا ہے۔ اگر لوگ جنہیں کہ ہمارے ساتھ نا انصافی
کی جا رہی ہے تو انہیں جینے کا کوئی حق نہیں کیونکہ جس چیز
کو یہ نا انصافی کہہ رہے ہیں اور صورت ہے بھی وہ ظلم ہی۔
۔۔۔ وہ ان کے معاملے میں عدل ہی عدل ہے کہ یہ سزا
ہے اس بات کی کہ انہوں نے ظلم کیا تھا۔

اب یہ سمجھنا دشوار نہیں رہا کہ مذکورہ مقولے میں جو یہ
الفاظ کہئے گئے کہ:-

”ان کے ساتھ انصاف یہی ہے کہ انصاف

نہ کیا جائے۔“

تو ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعہ ان کے ساتھ
انصاف نہ کرنا انصاف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے
ساتھ جو اب اس طریقہ عمل اختیار کیا جائے گا جو صورت ظلم
ہو مگر حقیقتہً انصاف۔

اللہ تعالیٰ کی عاقبت کا مطالعہ کیجئے تب بھی آپ
یہ دیکھیں گے کہ ظالموں کو ان کا بدلہ کم و بیش ایسی ہی شکلوں
میں دیا جاتا ہے جو بظاہر ظلم کی شکلیں ہیں۔ جیسے یہودیوں نے
دوسروں کو ظلم کیا۔ نازیوں نے یہودیوں کو ظلم کی جگہ میں میں
دیا۔ خود نازی ہاتھوں ہاتھ دوسرے دوسرے دوسرے کے ہاتھوں
کا جز مولیٰ کی طرح کٹ گئے۔ یہ سب ظلم و تشدد ہی کی ہولناکی
کہانی ہے مگر حقیقتاً اس میں قدرت کا انصاف جلوہ گر ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ بال کی کھالی نکالنے کے عوض مذکورہ
مقولے کو انصاف کی طرف متوجہ کرنے کا ایک نیکو اسلوب

قرآن وحدیث میں ایسی اجازت نہ ہونے کے باوجود بات چل پڑی اور نہ معلوم کہ کس کی طرف سے چل پڑی۔ چونکہ بات ایک عادی سے کے طور پر چل پڑی ہے اس لئے میر صاحب نے بھی اس کو کہیں استعمال کیا۔ کہیں نہیں کیا۔

کسی انسان کے لئے مولانا لکھنا کوئی جرم و بد تہذیبی تو نہیں ہے۔ البتہ یہ غور طلب ہو جاتا ہے کہ اللہ کے لئے استعمال شدہ ایسے لفظ کو جس کو کسی دوسرے کے حق میں استعمال کرنے کی اجازت نہ دی گئی ہو استعمال کرنے پر قابل گرفت تو نہیں ہوگا۔

ہاں اسی پر سچ کے صفحہ ۱۱۸ پر حضرت مولانا علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما و گرامی کا استعمال خود آپ کے اسی طرح کیا ہے۔ جیسے موسیٰ کے مقابلے میں فرعون اور محمد کے مقابلے میں ابو جہل۔ اس میں ان مقدس پیغمبروں کے نام کے ساتھ حضرت یا مولانا وغیرہ کا کوئی احترامی لفظ نہیں ہے۔ اور حضرت موسیٰ کے نام کے ساتھ علیہ السلام کی علامت بھی متروک ہے۔ اگر اس کو سہو کتابت سمجھا جائے تو احترامی الفاظ کا ترک تو سہو نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال جزئیات پر طنز مناسب نہیں پایا جاتا۔
برہ ۱۹ کہیم مولانا کا لفظ عند اللہ قابل گرفت ہو گیا یا نہیں۔ اس کی تسخیر فرمائی جائے۔

جواب ۱۰

ہم نے اپنے تبصرے میں لکھا تھا۔
"اس طرح کے مقالات پڑھنا ہمارے بس میں ہے نہ کسی اور کو اس کا مشورہ دے سکتے ہیں۔" (ص ۱۹)

دوام احترام تھا اس بات کا کہ کتاب ہم نے پوری نہیں پڑھی ہے۔ چنانچہ ہمارے تبصرے میں کتاب کے صفحہ ۱۵ کے بعد کی کوئی عبارت زیر بحث نہیں آئی۔ پھر بھی آپ یہ تصور فرما رہے ہیں کہ صفحہ ۱۹ پر مصنف نے جو لفظ مولانا لکھا ہے اسے نظر انداز کر کے ہم تراجم کے حرکت ہوئے۔ یہ خود احتجاج کا تراجم ہے۔ ہمارا تراجم اس وقت کہلاتا جب

پوری کتاب پڑھ لینے کے باوجود ہم بھول گئے ہوتے کہ کسی جگہ مصنف نے "مولانا" بھی لکھا ہے۔ ہم نے تاہم یہ ہی نہیں پھر تراجم کا کیا سوال۔

اور ہمارے اعتراض کو طنز "کانا" دے کر بھی آپ نے الفاظ کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ طنز میں گھماؤ پھراؤ ہوتا ہے۔ کنایت یا رمزیت ہوتی ہے۔ ہم نے سیدھے سادھے صبرائے میں امر واقعہ بیان کیا۔ اس کا طنز سے کیا تعلق۔ وہ صرف تبصرہ اور جائزہ ہے۔ اظہار حقیقت ہے طنز و طعن نہیں طعن و اعتراض کے معنی میں آپ بولیں تو لیل میں طنز بہر حال نہیں کہہ سکتے۔

پھر یہ بات آپ کے عجیب لہجے کی کہ "مولانا لکھنے سے کسی حکم قرآنی یا ارشاد رسالت کی کوئی تاثر نہیں ہوا ہی تھی۔"

کیا تبصروں میں صرف وہی خامیاں گنوائی جاتی ہیں جو قرآن وحدیث کی تافرمانی کے ہم معنی ہوں؟۔ بزرگوں کے پہلے تو لوجھ بولو کی نصیحت ایسے ہی مواقع کے لئے کی ہے۔ ویسے آپ غور نہ کریں تو یہ بات قرآن وحدیث کی تافرمانی ہی کہلاتی جا سکتی ہے کہ آدمی معروف آداب شائستگی اور حسن خلق کو نظر انداز کر دے۔ حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مقام پر رکھو۔ یعنی ان سے وہی معاملہ کرو جو ان کی حیثیت کے مطابق ہے۔ ایک معزز مہمان سے اگر آپ کہیں گے کہ تھوڑا سا کھانا میٹ میں اتار لیجئے تو یہ ایسی بد تہذیبی ہوگی جسے بلا تکلف آداب اسلامی کے خلاف کہا جائے گا۔ حالانکہ بات آپ نے غلط نہیں کہی مگر الفاظ غیر ہذب رہے۔ آپ کو کہنا چاہئے تھا۔ تھوڑا سا حاضر تناول فرمائیں۔ یا اتنی گاڑھی آرو نہ بولتے تو سیدھے سادے لفظوں میں کہہ دیتے کہ کھانا کھا لیجئے۔

مشکوٰۃ کا باب الرفق والحیاء وحسن الخلق پڑھ کر دیکھ لیجئے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ تمیز آداب شائستگی اور تہذیب بھی حسنات ہی کے دائرے کی چیزیں ہیں اور ان سے لاپرواہ ہونے کو حضور نے بد نصیبی اور محرومی سے تعبیر فرمایا ہے اب ہم لفظ مولانا کے بارے میں آپ کے شبہات و

اعتراضات کا جواب عرض کرتے ہیں۔ اس لفظ کی حقیقت و حقیقت کیا ہے یہ تو بعد میں دیکھنے پہلے یہ سوچئے کہ اگر آپ ایسی دنیا میں رہتے ہیں جس میں ہم رہ رہے ہیں تو یہ اہل باطن اور آئینے پوشیدہ نہ ہونا چاہئے کہ ہندو پاک کے تمام حلقوں اور گروہوں میں علماء کے لئے "مولانا" کا لقب عام ہے۔ صرف عوام نہیں خواص بھی اور خود علماء بھی اس لقب کو ایک دوسرے کے لئے بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ہوں شافعی ہوں۔ اہل حدیث ہوں۔ بریلوی ہوں دیوبندی ہوں۔ دوسرے مسائل میں اختلاف رکھنے کے باوجود بظہر مولانا کے استعمال میں ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ پھر آخر کسی سلیم الطبع مسلمان کے لئے یہ گمان کرنے کا کیا جواز ہے کہ امت کی امت ایک ایسے لفظ کے استعمال پر متفق ہو گئی ہوگی جس کا استعمال قرآن کی رو سے غیر جائز یا مکروہ اور نامناسب ہو۔ یہ تو سوچنے سے بلکہ کج فکری کی بدترین مثال ہے کہ بلا تکلف پوری امت کو قرآن سے نابلد اور حرام و حلال سے بے پردا سمجھ لیا جائے۔ پوری امت کا لفظ ہم اس لئے بول رہے ہیں کہ اگر حدیث تمام برائے اسلام میں لفظ مولانا کا رواج نہیں لیکن کسی بھی ملک کے علماء نے ہندو پاک کے عوام و خواص پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ لوگ لفظ مولانا کیوں استعمال کرتے ہیں۔ یہ اعتراض نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا سے اسلام کے اہل علم کا کوئی بھی گروہ اس لفظ کے استعمال میں قباحت نہیں سمجھتا۔ پھر آپ کے ایسے علم و فہم کو اتنے اونچے درجے میں کیوں رکھ لیا کہ جو بات آپ کو مناسب نظر نہیں آ رہی ہے وہ لازماً نامناسب ہی ہوگی خواہ تمام علماء اس کے مناسب ہونے پر متفق ہوں۔ ایسا خیال تو آپ کو اس وقت بھی نہ کرنا چاہئے تھا جب آپ پوری امت و تفتیش کے بعد بھی مناسب ہونے کے وجہ سے مطلع نہ ہو سکتے لیکن ان جناب کے تو بلا تحقیق و تفحص ہی پوری امت کو ملزموں کے گھبرے میں گھر کر دیا۔

آپ کہیں گے میں نے پوری تحقیق کر لی ہے۔ قرآنی

آیات کے حوالے دیتے ہیں۔ ہم کہیں گے یہ تحقیق نہیں تحقیق کا مذاق ہے۔ قرآن کے چند اوراق سرسری طور پر دیکھنے والے کا نام تحقیق نہیں۔ "تحقیق" کا وجود اس وقت پایا جاتا جب آپ پہلے کتب لغت اٹھا کر دیکھتے کہ لفظ "مولیٰ" کے کیا کیا معانی ہیں۔ پھر یہ دیکھتے کہ عربی میں یہ لفظ کن کن مواقع پر استعمال ہوتا ہے۔ پھر یہ ملاحظہ فرماتے کہ قرآن نے اسے کن کن مقامات میں استعمال کیا ہے۔ اگر آپ نے کج کج کاوی نہیں فرمائی بلکہ ملاحظہ فرمائے انداز میں شہر ان کتب کو کہ چند کر دیا اور ایک ایسا فیصلہ فرمائے جو ہر طرف پر غلط ہے۔

"مولانا" مفرد نہیں مرکب لفظ ہے۔ "انا" اس پر نہ تعلق نہ کلمہ ہے لہذا جب لفظ "مولیٰ" کی تحقیق مطلوب ہے تو یہ کہنا بے عمل بات ہے کہ لفظ مولانا قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے۔ بے شک مولانا سب سے زیادہ جگہ آیا ہے۔ لیکن لفظ "مولیٰ" تو دو جگہ نہیں آیا زیادہ جگہ آیا ہے۔ لہذا اور مولانا وغیرہ سب ایک ہی لفظ ہیں صرف ضمائر کا فرق ہے۔ اور یہ غلط ہے کہ شہر ان میں ہر جگہ یہ لفظ اللہ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ملاحظہ ہو۔

بُورِ اَدْبَحِي مَوْلٰى عَنِّ
مَوْلٰى نَسِيًا وَاَدْبَحْتُمْ
يُنصَرُونَ (الدخان)

کیا یہ بات وہ اور وہ کی طرح صاف نہیں کہ وہاں "مولیٰ" کے معنی "خدا نہیں ہیں نہ یہ لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہاں تو صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ کو قرآن نے ہر جگہ معنوں پر مشتمل بناہ کے معنوں میں بولا گیا ہے اور یہ بھی اس ثابت ہوا کہ دنیا میں جو لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں انھیں ایک دوسرے کا مولیٰ کہا جاسکتا ہے۔ اگر نہ کہا جاسکتا تو خاص قیامت کے دن کے لئے یہ کہنا کوئی معنی نہ رکھتا کہ آج کوئی کوئی کسی کوئی کے کام نہ آئے گا۔ اگر "مولیٰ" خدا ہی کے لئے ہو تو اس آیت کے پیرسی بنا جائے

کہ قیامت کے دن کوئی خدا کسی خدا کی مدد نہ کر سکے گا۔
و انور باللہ مراد لک۔

آئے سورہ محمد (قال) سزا ختم ہو۔

ذالک یا ق انما مولى | براس لئے کہ اللہ ایمان والوں کا
الذین آمنوا اولاد | یعنی ہے اور یہ کہ وہ اولاد نہ کرے گا
ان کفرینا الا مولى لکم | یعنی نہیں۔

کھلی بات ہے کہ ہر لفظ مولى اسم باری کے طور
پر استعمال نہیں ہوا بلکہ لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اگر
مولى کا لفظ اللہ ہی کے لئے خاص ہو تو یہ بات بے معنی ہو
جاتی ہے کہ اللہ اول کفر کا مولى نہیں۔ اللہ تو ہر حال کا فرد
مومن سب کا خدا ہے۔ لہذا اسمی کے معنی یہاں معاون اور
مددگار یا رفیق و غمگسار ہی کے معنی ہیں۔ پھر یہ آپ نے
کیسے کہا کہ قرآن میں لفظ مولى ہر جگہ صرف اللہ کے لئے
استعمال ہوا ہے۔ کیا اس مولى کو بھی آپ اللہ ہی کہیں
گئے جس کی خود اللہ نفی کر رہا ہے۔

مزید سورہ تحریم ہوئے۔ فرمایا گیا۔

قوان اللہ هو مؤانہ و | میں اللہ اس کا مولى ہے اور جو مولى
جبرئیل و کمال المؤمنین | اور لو کہ اراہل ایمان۔

یعنی جہاں تو خود اللہ سے مولى کا لفظ جبرئیل اور مومنین
صالحین کے لئے استعمال فرمایا گیا۔ کیا پھر بھی چارواہ عرض
کرنا غلط ہو گا کہ آپ کے تحقیق و تحقیق کا ادنیٰ حق بھی ادا نہ
کیا۔ تمام مستند تفسیریں اور تراجم اٹھا کر دیکھ لیجئے آپ کو
پہلے حکم خواہ ضمیر مطلق "انا" کے ساتھ ہو (موانا) یا ضمیر
خطاب یا ضمیر نائب کے ساتھ لفظ مولى بطور اسم باری استعمال
نہیں ہوا ہے بلکہ اپنے معنی لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے
(مداد قرآنی) پشت شاہ اسم پرست

حالانکہ اگر کوئی لفظ قرآن میں صرف خدا ہی کیلئے
استعمال ہوا ہو تب بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی اور کے
لئے استعمال نہ ہو سکے۔ مثلاً لفظ "مقصود" سورہ حشر میں
اسم باری کے طور پر استعمال ہوا اور یہ بھی آپ کو معلوم
ہو گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی زہرست میں شامل ہے

اس کے باوجود کیا انسانوں کے لئے اس کا استعمال معروف
نہیں۔ معروف و رحیم اللہ کے نام ہیں۔ حدیث میں آئی
ہوئی اسماء حسنیٰ کی زہرست میں یہ شامل ہیں مگر قرآن ان کے
معانی کے لحاظ سے حضور کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال کر رہا
ہے۔ لفظ جاء کسر س مؤنل بین انفسکم عن نوح علیہ
السلام من نوح علیہ السلام بالمومنین و مؤنل سرحیم۔

اور خود کہتے تو ایک اور نکتہ بھی سورہ توبہ کی اس آیت
پسے نکلا ہے۔ عام اردو محاورے میں "حرص" کا لفظ عموماً
توچ اور ذم کے لئے مستعمل ہے۔ کسی کو "آب" "حرص" کہیں تو
اس کا مطلب ہوتا ہے لالچ۔ لالچ۔ بریتیت۔ مگر یہی لفظ اپنے
اسم و مادے سے ہر جگہ کہ خالی لغوی مفہوم میں بھی استعمال
ہو سکتا ہے جیسا کہ آیت میں دیکھ رہے ہیں حضور کو
"حرص" کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر لفظ کو اس کے
اسم و مادے کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ پھر آخر لفظ مولانا

ذہار سے محترم۔ ہمارے سردار۔ ہمارے بزرگ۔ ہمارے
سرپرست) کا استعمال ہی بھی ایسے محل میں قابل اعتراض
کیسے ہو سکتا ہے جہاں یہ بات واضح ہو کر یہ بندے کیلئے
بولا گیا ہے اللہ کے لئے نہیں۔ لفظ مولى کی تحقیق کیلئے آپ
لغت، حویش کے تو آپ کو نے گا کہ اس کے متعدد معنی آتے
ہیں اور بعض معنی ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں۔ مثلاً مولى
آقا کو بچہ پتر ہیں اور غلام کو بھی۔ آزاد کرنے والے کو بھی
کہتے ہیں اور اسے بھی جسے آزاد کر گیا اسے عام عطا کرنے
والے کو بھی کہتے ہیں اور جسے عطا کیا گیا اسے بھی۔ کچھ معانی
اور بھی ہیں۔ ساتھی۔ ملیعت۔ جانور۔ دوست۔ ہمسایہ۔

غریب دار۔ محبت کرنے والا۔ علم زیادہ جانتی۔ چھا۔ دانا۔ جان
فریاد کیا اتنے کثیر الہامی لفظ کے لئے بھی یہ تصور کوئی ہوا
دیکھتے کہ وہ اللہ ہی کے لئے بولا جائے در ان حالیکہ
اس کے بعض معانی تو اللہ کی شان میں گستاخی قرار پائیں گی
اب جب یہ واضح ہو گیا کہ لفظ مولانا کا بندوں
کے لئے بولنا ہرگز قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہے تو
آپ کے شبہات کا ازالہ آپ سے آپ ہو گیا۔ ہر زبان میں

جسدا اتفاقاً بطور محاورہ مروج ہوتے ہیں۔ پھر ان کے لغوی معنی سے بحث نہیں رہتی بلکہ اصطلاحی معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ مولانا بھی ایسا ہی ایک لفظ ہے۔ پہلے اس کے معنی "ملا" مروج تھا۔ جسے ملا علی قاری، ملا حسن، ملا حبیب وغیرہ۔ اس وقت شائستگی بھی تھی کہ اہل علم کو ملا کہا جائے۔ پھر محاورہ بدلا۔ محاورے میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کب کس نے بد اس طرح بدلا۔ جب ایک محاورہ چل پڑے تو اہل لسان ادب اسی کو معمول بنائیتے ہیں۔ ملا کی جگہ "مولانا" نے لی۔ اور خود قرآن۔ ایسے تمام رسوم و رواج کو "معروف" کا ناکہ کہہ سکتا ہے جو شرعی قیاحت سے خالی ہوں۔ لہذا "مولانا" کے مروج ہو جانے کے بعد میں آداب اسلامی کا تقاضا یہ تھا کہ اہل علم کا احترام مولانا بول کر کیا جائے۔ وہ اہل علم تھے اسلامی اصطلاح میں علماء کہا جاتے ہیں۔ سوائے مولانا نا جائز کہہ سکتے ہیں۔ ہم معزز زمان سے کہیں کہ مجھے بھوک لگ رہی ہو تو کھانا کھائے۔ اسے "قولی حرام" تو نہیں کہا جائیگا مگر میں بد تمیز اور پھقانی ضرور کہیں گے۔ جناب۔ حضرت۔ قبلہ۔ حضور۔ شیخ۔ اس طرح کے الفاظ کے استعمال کا حکم ہے شک قرآن و حدیث نے تو متعین کر کے نہیں دیا لیکن قرآن و حدیث نے ادب و شائستگی اور حسن و اخلاق کی تعلیم نہ دی ہے اور یہ ادب و شائستگی ہی ہے کہ کسی بھی ملک اور زبان میں جو آداب و آداب مروج ہو گئے ہوں انھیں ٹھیک موقع پر استعمال کیا جائے۔

اس تفصیل سے آپ پر یہ بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ صحابہؓ کے لئے مولانا کہیں نہیں بولتے۔ مولانا کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جسے مولانا کہا گیا وہ درجات میں سب سے بلند ہے۔ یہ تو علم دین جاننے والوں کے لئے چل گیا ہے اور چلنا پڑانا نہیں ہمارے ہی دور کا ہے۔ لہذا انبیاء یا صحابہؓ وغیرہ کو اس سے ملقب کرنا چھ معنی وارد۔ ان کے لئے دوسرے القاب ہیں جن پر امت اتفاق کر چکی ہے۔ وہ القاب لفظ مولانا سے بنتے ہیں۔ رہا ہمارے ایک فقہیہ اعتراض تو وہ بھی علم و تحقیق پر مبنی نہیں۔ موسیٰ پر علیہ السلام کی عظمت

کتابت سے رہ گئی۔ محمد پر صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقیر موجد ہے ہی۔ پھر کونسا احتزای لفظ کے ترک کا الایام ہم پر آسکتا ہے۔ ہماری تحریر میں پڑھنا اسے خوب جانتے ہیں۔ اور تجلی کی شکل میں ان تحریروں کا فائل موجود ہے کہ انبیاء و صحابہؓ کی مکریم میں ہم التزماً آداب و القاب ہم پر لازم کرتے ہیں۔ انہیں اگر صرف علامت پر اکتفا کر لیا ہے تو اس کی وجہ فصاحت کلام کا تقاضا ہے۔ کلام میں بعض مقامات ایسے آتے ہیں جہاں فصاحت تقاضا کرتی ہے کہ فقرہ حیرت ہو۔ رواں ہو۔ جیسی اور روانی قائم رکھنے کے لئے علامت پر اکتفا کر لیا جاتا ہے تاکہ ادب کا تقاضا بھی پورا ہو جائے اور پڑھنے والا فیہ القاب و آداب کے رواں طور پر فقرہ پڑھ جائے۔ جس فقرے پر آپ نے اعتراض کیا وہ بھی ہمارے ذوق کے مطابق ایسے ہی سیاق میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ اور جنود کے ساتھ تفصیلی القاب لکھنے تو عبارت کی روانی کم ہو جاتی بہتر سے لوگ ہیں جو ازراہ تعصب مولانا مودودی کو فقط مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ ان کا معاملہ الگ ہے۔ وہ مولانا مودودی سے عناد رکھتے ہیں۔ پھر اہمیت اور خود فریبی کے امراض میں گرفتار ہیں۔ یا بد تمیز اور ناشائستہ ہیں۔ لیکن "قرآنی تعلیمات" کے مؤلف تو خیر یہ مولانا مودودی سے استناد کر رہے ہیں اس لئے نہ تو انھیں مولانا کا معاند کہہ جاسکتا ہے نہ ان کے علم و فضل کا منکر۔ کچھ بھی اگر وہ پڑھی کتاب میں لکھا ایک جگہ مولانا لکھیں اور باقی ہر جگہ نہ لکھیں تو یہی کہ اجلسے گا کہ مولانا انھوں نے جو لکھا اور جس اشارت سے پوئی ہے اسے نشانہ ہی کی اس کا داغ جوں کا توں باقی رہا۔ تعجب ہے آپ اسے ایک مثال التفات جزئیہ خیال کرتے ہیں حالانکہ ایک ایسی ذہنی کجی کی علامت ہے جس کے ہوتے قرآن و حدیث اور علوم دینیہ میں کوئی قابل قدر تحقیق پیش کی ہی نہیں جاسکتی اور اگر کی جائے تو اس کی حیثیت صرف مذہبی سائنس اور آئیٹیک ریسرچ کی رہ جاتی ہے۔ یہ نہ کہ اسلامی علم و ثقافت کی۔ اہل علم کا سنا سنا ہی جس کے قلب میں نہ ہو وہ اسلامی علوم

کی تقدیس کا ساتھ کیا دے سکے گا۔

جواب تو پورا ہو گیا۔ آخر میں ہم ایک مثال دیتے ہیں جس سے مشرح ہو گا کہ جہاں تک مختلف زبانوں کا تعلق ہے ہر ایک کے اپنے محاورات ہیں۔ قواعد ہیں۔ اسلوب ہیں۔ یہ مناسب نہیں کر عری کے علاوہ کسی زبان کے سلیس ہیں ہر قسم پر قرآن و حدیث کی بحث چھیڑی جائے۔ فرض کیجئے ایک معزز عالم زید کے یہاں بطور جہان آستے ہیں۔ زید سلم کے جو کہتا ہے۔۔

"تو کہاں سے آیا۔۔۔ تیرا مزاج تو درست ہے۔۔۔ آہیاں بیٹھو۔ میں تیرے لئے کھانا منگواتا ہوں کیوں کہ ذہب تو کھا ہو گا۔"

بکہ اس انداز گفتگو پر معزز ہوتا ہے۔ عمر جائے بکر کی تائید کرنے کے زید کی طرف داری لیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ صاحبِ دہ۔ زید نے کوئی قرآن و حدیث کی تائیدی نہ دی۔ قرآن و حدیث میں تو واحد کے لئے وہی ایک ضمیر تھا۔ "تو ہے" کی آرزو ترجمہ "تو ہے" اور تم یا آپ کے معنی ہیں جنہیں قرآن و حدیث میں ایک سے زائد آدمیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے نہ کہ ایک کے لئے۔ پھر زید ان عالم صاحبِ بصیرت واحد خطاب کرتا ہے تو اس میں کیا قباحت ہوئی۔

فرمائیے زید کی اس منطق کو آپ سوائے حماقت کے اور کیا نام دیں گے۔۔۔ حالانکہ بات اس نے غلط نہیں کی۔ حضورؐ تک کو صحابہؓ ضمیر واحد سے ہی خطاب کرتے تھے اور غالباً نہ ذکر میں بھی واحد ہی کے ضمیر استعمال کرنا ان کا معمول تھا۔ پھر زید وہی واحد کے لئے "تو ہی مقرر ہے۔ تم یا آپ تائید و جمع کے لئے آتا ہے۔ اس لحاظ سے زید کا انداز گفتگو نہ صرف یہ کہ خلاف قرآن نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی زبان سے بظاہر پوری مخالفت رکھتا ہے۔ لیکن کیا حقیقت بھی وہ اس شائستگی تہذیب و اخلاق اور ثقافت سے کوئی مناسبت رکھتا ہے جس کی تعلیم قرآن و حدیث نے ہی ہے۔ معزز عالم اور جلیل القدر

یہاں تو درکنار۔ اگر آپ ہی کو آپ کا کوئی مطلقانی اسلوب میں مخاطب کرے تو بیید نہیں کہ آپ نے ماننے پر اتر آئیں۔

بس اسی مثال کی روشنی میں سمجھئے کہ مولانا کو دودی جیسے شہرہ آفاق عالم مفکر اور داعیِ وقت کو فقط "موردی جتنا" لکھنا گوارا نہیں ہے۔ بدتہذیبی ہے۔ بسنا ہو گا آپ کے بار بار انصیب۔ بے ادب بے نصیب۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل علم کی تعظیم و تکریم کی توفیق عطا فرمائے۔

وہ جوابات

جن کے سوالات حذف کر دیئے گئے

فرقہ قادیانیہ

جلی جولائی ۱۹۸۷ء کے آغاز سخن میں ہمارے قلم سے ایک ایسا فقرہ نکل گیا تھا جس کی رو سے قادیانیوں کا شمار بھی مسلمانوں ہی میں ہو جاتا ہے۔ اس پر ایک کرم فرمائے توجہ دلائی۔ ان کا بہت بہت شکریہ۔ جہاں تک ہمارے ذاتی عقیدے کا تعلق ہے ہم بھی قادیانیوں کے بارے میں وہی رائے رکھتے ہیں جو امت کے سوادِ اعظم کی ہے۔ یعنی مرزا غلام احمد کو نبی ماننے والا فرقہ اسلام سے خارج ہے لیکن جمعیت علماء و ایسا نہیں مانتی۔ چونکہ متذکرہ فقرہ خود اسی کے غلط نظر سے متعلق ہے تھا اس لئے اس میں ظاہر کردہ خیال کو اسی کا خیال سمجھئے۔ ویسے اگر ہمیں خیال آجانا کہ اس فقرے سے غلط بھی پیدا ہوگی تو الفاظ میں کچھ نہ کچھ تیز کر دیتے۔

کفر و اسلام

جولائی کے جلی میں علمائے حجاز کا جو فتویٰ ہم پر شائع ہوا تھا اس کا اطلاق ہندو پاک میں کن کن لوگوں پر ہوتا ہے اس کی وضاحت غیر ضروری ہے۔ البتہ یہ ضرور ملحوظ رہے کہ حکم کفر اسی وقت ملتا ہے جب تاویل کی کوئی گنجائش

باقی زندگی۔ تاویل جب تک ممکن ہے حکم کفر نہیں لگائیے۔

پھولی اور نیچے کا نکاح

کوئی بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح نہیں کر سکتا خواہ وہ بیوی لگی ہو یا سوئی۔ سوئی یعنی وہ ہے کہ دونوں کا یا تو باپ ایک ہو یا ماں۔ اگر ماں باپ دونوں الگ الگ ہیں تو وہ بیوی نہیں اور بیوی نہیں تو پھر مذکورہ لڑکے کی پھولی بھی نہیں۔

غیر مسلم کی نماز جنازہ

عیسائی ہو یا یہودی ہو یا پارسی ہو پسند و ناپسند۔ کوئی بھی غیر مسلم ہو اس کی نماز جنازہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نماز جنازہ دعائے مغفرت ہے اور دعائے مغفرت کسی غیر مسلم کے حق میں جائز نہیں۔

ہاں اگر مصلحت متقاضی ہو تو جنازے میں کچھ دیر کی شرکت حرام نہیں ہے۔ شرکت اور تیر ہے اور نماز جنازہ اور۔

لبامت

ایسا امام پنج وقتہ نماز کا باند نہ ہو اگر نماز پڑھ لے۔ خواہ یہ نماز جمعہ ہی کیوں نہ ہو اس کے کچھ نماز پڑھ یعنی چاہیے۔

الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ

الوداد میں ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اذان کا طریقہ سکھائیے۔ اس پر حضور نے ان کے سر پر دست تفتت پھیرا شاید مقصود یہ تھا کہ دست مبارک کی برکت سے ان کے دماغ میں یاد رکھنے کی صلاحیت بڑھ جائے اور پھر اذان کا پورا طریقہ مفصلاً سکھایا۔ اسی روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

فان كان صلوٰۃ الصبح ايسر من الصلوة من النوم قلت الصلوة خيرا من النوم نماز صبح کو نیکو

کہ اس کے بعد بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ لفظ ان کی میں یہ "مگر" اہم شامل ہوا اہ کیوں!

مابینچولیا

جو سووی جسا یہ کہتے ہیں کہ سلی جنوں، جس سہر زلہ تو علی شاہ قلند وغیرہ نام کی کوئی بستی ہی نہیں گذری ان سے کہتے کہ اس تحقیق اسحاق کا حامل وقت کی برہادی کے سوا آخر کیا ہے اور کیا فرق پڑے گا آسمان کی گردش میں اگر آب اور آگ کے چند متبیین یہ اطمینان فرمائیں کہ مذکورہ ہشتیاں محض مفروضہ ہیں۔

رہا حضرت رابعہ بصری کے بارے میں ان کا وہ ارشاد جو بازاری لوگوں کے سوا کسی کی زبان پر نہیں آسکتا تو اس ارشاد کے سلسلے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ انہیں آپ مابینچولیا کا مریض سمجھ کر نڈیان کرنے دیں۔ تو فریق ہوتو کچھ دوا علاج کرادیں۔ علمی و تاریخی بحث ان سے کرنی ایسی ہی ہے جیسے آپ کسی کتے کی غزاہٹ کے جواب میں خود بھی غزانے کا کمال دکھانے لگیں۔

انگریزی زبان

کوئی زبان جنہی نہیں ہوتی۔ جو صفا انگریزی کو "جنہی زبان" قرار دیتے ہیں ان کے کام نہ سرواگر بیچ میں سے بھاڑ کر دیکھا جائے تو یقیناً اندر کا کوئی بیچ آپ کو ڈھیلے گا۔ برہادیہ کہہ فاضل دیوبند ہیں۔ تو فاضل دیوبند ہونا کوئی ایسا وصف نہیں جو ماضی بہساریوں کی پیدائش روک دے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن تو ایک وقت میں حسرت کیا کرتے تھے کہ کاش میں انگریزی پڑھا ہوتا۔ آپ چاہیں تو دارالعلوم دیوبند سے استفادہ کر کے دیکھ لیں۔ انگریزی یا کسی بھی زبان کو "جنہی" قرار دینے والا یہاں کوئی نہیں ملے گا۔

تیسویں ہفتہ

تیسویں ہفتہ میں لباس کیسے ہو گیا۔ کیا محض

اس لئے کہ وہ اشکریرہ بننے ہیں۔

باد رکھئے۔ جزو او تو خود حضور نے بھی ایسا لباس پہنا ہے جو اہل کفر کے یہاں استعمال تھا۔ دوسری اوام سے مشابہت کی جو مماثلت آئی ہے اس کا تعلق جسموعی مشابہت سے ہے نہ کہ جزئی۔ آپ سر سے پانک سوٹ اور ٹائی پہن لیں اور اڑھی صاف کر لیں تب بے شک حضور مشابہت کے مجرم ہیں مگر صرف تمیہ یا کوٹ یا بوٹ پہن لینے سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا۔
دجائے اے دم بہت سے سوالات بھیج دیجئے
اہذا قسطوں میں انتظار کیجئے

حیات عیسیٰ

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو سولی پر لگا نہیں دی گئی۔ ان کے دھوکے میں کسی اور کو صلیب پر چڑھا دیا گیا اور زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔
اب اگر کچھ عالم اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں تو ان کے کفر و ایمان کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں۔ آپ بھی اس غیر ضروری بحث میں مت پڑھیے۔

خاتم النبیین

خاتم النبیین کے مفہوم و مراد پر ہم سے جواب چاہنے کے بعد حضرت محمد ﷺ نے صراحت فرمائی کہ ان ملا حظہ فرمائیں یا علامہ شبیر احمد عثمانی کے ملاحظہ فرمادیں اور ان کو دیکھ لیں۔ دوسرے اس قسم کے سوالات کو غلط فہم کی اصناف، جمع کی طرف کر دی جائے تو کیا یہ مصلحت ہو گا اور اس محاورے سے کس معنی کی طرف اشارہ ہے۔ تو عزیزم یہ باتیں کتاب میں پڑھنے کی ہیں یا کسی عربی استاد سے بالمشاورہ پوچھ لیجئے۔ ہم عربی صرف دانشور اور کلمتی فقار ہر کا ذرا ذرا بخلی ہیں اس لئے نہیں کھول سکتے۔
جانتے کہ قرآن میں کی عظمت اور غالب اکثریت اس سے کوئی دائرہ اور غلط خیال نہ کرے کہ ہم ان اگر کبھی کی علی بحث میں نہ لگے رہیں تو جہنم بہر حال اٹھانی جا سکتی

ہے۔

ہماری مخوری دلچسپی اس سے نہیں کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں یا لفظ محمد کی اصل کیا ہے یا حضور کو فارقیط کب کس نے کہا یا جبریل کے پردوں کی لمبائی جو رانی کیلے ہے ہماری دلچسپی اور توجہ کا مرکز تو یہ شوق اور آرزو ہے کہ اسلام کلاہن کا کھرنے والے اسلام پر ڈھنگ سے عمل کریں اور حضور کی شان میں صحیح فہم تہ اندر پڑھنے سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں ان کی ہدایات اور تقوش قدم کی پیروی کی جائے۔

ابتدائی دینی مکاتب میں تربیت

انوس کی بات ہے کہ اکثر دینی مکاتب بچوں کی تربیت کے لئے خاصے بنائے ہیں۔ ہم اس کے تو قائل نہیں کہ مدرسوں کے لئے بچوں کے اننگلی جموں اور اننگلی جموں سے شروع فرایا جائے۔ ضرورت ہے وقت محدودی سے ماہرہ اکام کر جاتی ہے مگر یہ بھی نہایت غلط اور قیلمات اسلامی کے خلاف ہے کہ جتنی انداز کی ماہرہ تربیت کی جائے۔ بعض نالائق مدرسوں بچوں کے کمال لال کر دیتے ہیں اننگلی توڑ دیتے ہیں، خون نکال دیتے ہیں۔ یہ جوانی طرز عمل ہے۔ وہ دین و جانوں تک سے نرمی ارحم اور حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہو کیا ایسی بربریت کا جو ازبے سکھانے کوئی سبب ہو اگر معمولی ماہر اور مدرسوں سے پڑھ کر نہیں دیتا تو اس کی کھال اُدھیرنے کے عوض اسے خارج کر دینا یا اپنے حال پر تھوڑا دینا زیادہ بہتر ہے۔ اس کے سر پرستوں کو سورت حال کی اطلاع دینے کے بعد سادگی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ نہ یہ کہ ڈنڈا اور مرطہ برسا یا جائے۔

طلاق و خبر و

ہم ہرگز اسلام بتا سکتے ہیں۔ یہ ہماری دسترس میں نہیں کہ طلاق مردوں کو آدمی بنانے کا نسخہ بتا سکیں۔ طلاق و نکاح کے وہ معاملات جن کا تعلق عملی تھیں وہ ہوا ایسے اداروں کی طرف لوٹنے جائیں جو اس کو مقصد سے قائم ہیں۔ مثلاً

امارت شریعہ بہار۔ یا پھر کسی معروف و سخی ادارے سے فتویٰ لیا جائے، کیونکہ نوبت اگر وہ قدمے کی آئے گی تو عدالتیں انفرادی فتوے نہیں مانیں گی ہاں اداروں کے فتاویٰ کو شاید ان لیں۔

فجر کی سنتیں

عام آدمی کو فقہی مسائل میں ان حدیثوں کی طرقت پسند کرنا چاہئے جو اس نے فقیر کسی استاد کے آرد میں پڑھ لی ہیں۔ فقہارے کرام نے قرآن و حدیث کے پورے ذخیرے کو پیش نظر رکھ کر ہی فقہی قوانین بنائے ہیں لہذا جو جس امام کا پیرو ہے اسے اسی امام کی فقہ پر اعتقاد سے عمل کرنا چاہئے اور انھوں سے کہیں کوئی ایسی حدیث نظر نہ جائے جو بظاہر فقہی حکم سے تصادم نظر آئے تو اس تصادم کو ایسی ہی حکمی کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔

فجر کی سنتوں کی جو تائید احادیث میں آئی ہے اس کی عایت سے ہمارے فقہارے پورا اسیے قائم کی کہ اگر جماعت فجر کی بدوسی رکعت کا رکوع بھی ملے گا تو فجر کی سنتیں پڑھ لینی جائیں گی۔ اگر کو رکوع مل جائے تو اگر رکعت مل گئی اور رکعت مل گئی تو ترک جماعت کا گناہ نہیں ہوا۔ لہذا ایک رکعت تک مل گئی یہ سوسناک محرومی ہے۔ لیکن فجر کی سنتوں کا ترک بھی تو محرومی ہے۔ فقہاء نے جملہ احادیث پر غور و فکر کے بعد ان دونوں محرومیوں کا وزن ٹولا۔ ان کے میزان فکر و جدوجہد نے یہ بتایا کہ ان سو گند ترین سنتوں کا ترک نسبتاً زیادہ بھاری محرومی ہے۔

مسافر اور جماعت

اگر مسافر ظہر یا عشاء یا عصر کے وقت مسجد میں داخل ہو تو اپنی الگ قصر نماز پڑھنے کے بجائے شریک جماعت ہونا بہتر ہے۔ شریک جماعت ہونے کی صورت میں اسے چار ہی رکعت پڑھنی ہوں گی۔ دو ہی رکعت پر سلام پھیرنے میں کیا عیب ہے اس سبب کے سوالات وہ اٹھائے جس کے سر پر سچو اللہ فقہاء کا سایہ نہ ہو۔ آپ اور ہم دین کے معاملے میں اتنے سچے پھیر

نہیں ہیں کہ سہرہ چھوٹے سے چھوٹے مسئلے کے لئے تحقیق و اجتہاد کے ہفت نواں طے کرنے ناگزیر ہو اور حدیث کا انکار ہے ہمارے آپ کے اسلاف نے اپنی عمر میں شریک کر کے نعت کا انمول دفتر اخلاف کے لئے ہمیا کر دیا ہے اور اسی دفتر میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ مسافر اگر مقیموں کا نام پڑے تو اسے دو ہی ہی رکعت پر سلام پھیر دینا چاہئے اور اگر وہ مقیم امام کا مقیم ہے تو پھر امام کے ساتھ ہی چوتھی رکعت پر سلام پھیرے۔

ویسے ایک مولوی سی بات یہ کچھ سمجھتے تھے کہ مقتدی پر امام کا اتباع فرض ہے مگر امام پر مقتدی کا اتباع ہے ہی نہیں لہذا مسافر جب مقتدی ہو گا تو اتباع امام کی بدوسی سے چار ہی رکعت پڑھے گا اور جب امام ہو گا تو بدوسی رکعت پر سلام پھیرنے میں کوئی رکنے اٹع نہیں۔

مسافرت

اپنے وطن میں اگر پانچ گھر موجود ہے اور وہاں اپنے باپ یا بیٹے یا والدین وغیرہ رہتے ہیں۔ یعنی وہ اجزاء نہیں پڑا ہے تو آپ اپنے جائے مسافرت سے نماز چار رکعت پڑھیں روز کو آئیں "مسافر" نہیں قرار پائیں گے اور نہ ہی اپنا ترک نہ ہوگی۔

نذر

خلاف مزار پر لڑکے کے بنی ہوئے ہیں۔ اس طرح کی نذریں حرام ہیں۔ ایسی نذریں پوری کرنے کی تعریف میں جو لوگ شریک ہوں گے وہ بھی بقرہ میں مزار تہ گناہ گار ہوں گے۔

مگر یہ آپ کو غلط معلوم ہو اگر حقیقت و احیاء حقیقت مسنون ہے نہ کہ وہ تہیب۔

جماعت اسلامی

یہ بات کہ جماعت اسلامی ہندو لیکشن میں رکھتی ہے ہونے کے قابل ہو گئی ہے یا نہیں براہ راست اس کے

کھڑ زبان سے نکالنے کی اجازت ہے لیکن کوئی شخص اگر اسپر
مجبور کیا جائے کہ وہ فلاں شخص کو ناحق قتل کر دے ورنہ خود
اسے قتل کر دیا جائے گا تو اس کے لئے فلاں کو قتل کرنا جائز
نہیں خواہ اس کی اپنی جان جاتی رہے۔

خدا کی اطاعت اور اللہ کی فرمانبرداری

یہ طے ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برداری
جائز نہیں۔ اگر والدین نامراد کو منع کریں تو ان کا حکم نہیں مانا
جائے گا۔

حج کا معاملہ یہ ہے کہ اگر والدین ایسی پوزیشن میں ہوں
کہ ان کی جسمانی خدمت کرنے والا کو اسے بیٹے کے کوئی
نہ چو اور بسبب کبر سخی وہ جسمانی خدمت کے محتاج ہوں تو
جب تک بھی یہ صورت حال رہے بیٹے کو حج کرنے نہیں
جایا جائیے۔ البتہ کوئی اور ضروری خدمت کے لئے موجود
ہو یا وہ اس درجے میں محتاج خدمت ہی نہ ہوں تو دیگر
مشراط پائے جانے کی صورت میں بیٹے کو سفر حج ضروری
ہے۔ اگر والدین بغیر عذر شرعی کے اسے منع کریں تو ان کا
کمزور مضامح کے معاملے میں نہیں اتنا چاہیے۔ البتہ فعل حج
کا حکم یہ نہیں ہے۔

جہیز اور مہر

ہر مسئلہ فقہی میں کیوں کیوں کر نایہ معنی رکھتا ہے کہ آپ
ائمہ و فقہاء پر اعتماد نہیں رکھتے۔ اگر کوئی صاحب علم کسی مسئلے
میں پورے طور پر تحقیق کا حق ادا کرے اور پھر اسے فقہاء
کے کسی خیال سے اختلاف ہو تو بے شک وہ دلائل کیساتھ
اس اختلاف کو ظاہر کر سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے نہ تحقیق
کی نہ وہ تحقیق کیا بل ہیں وہ اگر فقہی مسائل میں محض اپنی سمجھ
کے بل پر فقہاء سے اختلاف کریں اور ان کی ہر بات سے پر
کیوں کا سوال اٹھائیں تو انہیں سمجھانے کے لئے ایک مکتب
کھولنا پڑے گا۔ کسی عام رسالے کے محدود صفحات میں انہیں
مطلوب کرنا ناممکن ہے۔

مرکز سے دریافت کی جائے جس کا پتہ یہ ہے۔ چلتی تہذیب

عشر و خراج

یہ ایک لمبی بحث ہے کہ کوئی زمینیں عشری ہیں اور
کوئی خراجی۔ احتیاط اس میں ہے کہ ہر مسلمان کا ہند کا رواد
زمیندار عشر نکالے۔

اگر کوئی عالم یہ کہتا ہے کہ میری زمین خراجی ہے تو
آپ یہ سن لیں کہ وہ سوچ سمجھ کر یہ کہتا ہو گا۔ پھر
اگر وہ سال کے ایک مہر بیٹے میں لکھا ہے بیٹے کے بعد بچے
ہوتے تھے کی قیمت لگا کر اپنے فاضل روپے میں جوڑ لیتا
ہے اور اس پورے میزان کی زکوٰۃ نکالتا ہے تو یہ بھی اچھا
فعل ہے۔ ورنہ زمین اگر وہی خراجی ہو تو بچے ہونے
فعل کی قیمت جوڑنا اور اس کی زکوٰۃ نکالنا ضروری نہیں ہے
یہ سمجھنا غلط ہے کہ جس طرح فاضل روپے پر سال گذر جانے سے
زکوٰۃ لازم آجاتی ہے اسی طرح فعل پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ
واجب ہو جائے گی۔ غلے کی زکوٰۃ ”عشر“ ہے اگر ”خراج“
کی وجہ سے عشر مانتا ہو گیا تو اب چاہے فاضل غلے کسی بھی
معتد میں کتنے ہی حصے تک بچا پڑا رہے اس پر زکوٰۃ
نہیں ہے۔ ان سے فروخت کر کے روپے میں تبدیل کیا
جائے اور وہ فاضل حقیقت میں سال بھر جمع رہے تو اس پر
زکوٰۃ ہوگی۔

جہر کی ادائیگی

اگر بیوی کا ہر ادا نہیں کیا اور وہ معاف کے بغیر
مرگئی تو اب یہ ہر اس کے وارثوں کے حوالے کرنا چاہیے۔
وارثوں میں خود شوہر بھی شامل ہے لیکن کس مقدار کا۔ یہ
تفصیل تمام موجودہ نمار کی تفصیل لکھ کر کسی دارالافتاء سے
معلوم کریں۔ ہمیں تقسیم وراثت کا سلیقہ نہیں۔

اضطرار و اگر اہ

جان بچانے کے لئے بعد ضرورت حرام کھانے یا کپڑے

علم بھی وہ کسی معصیت کے مرتکب نہیں ہوتے کیونکہ ان کے علم و احساس کا عالم امورِ آخرت اور بہشت و جہنم کے معاملات میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہمارے احساسات اور مددکات کا عالم اشیاء ظاہری کے بارے میں۔

آگ جلاتی ہے اس لئے ہم ہرگز بھی جان بوجھ کر اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ سانب کا ستا ہے اس لئے ہم تصدقاً اس کے بل میں الجھی نہیں دے سکتے۔ اسی طرح انبیاء و علیہم السلام ارادۃ معصیت کا ارتکاب نہیں فرما سکتے۔

پاں یہ ممکن ہے اور واقع بھی کہ تصدق و نیت کے بغیر ان سے بعض ایسے امور صادر ہو گئے ہوں جو خلافِ اولیٰ ہوں یا صورت معصیت ہوں۔ ان سے معصومیت میں فرق واضح نہیں ہوتا کیونکہ اللہ انھیں مستنبہ فرمادیتا ہے اور ان کی توبہ قبول فرمالتا ہے۔ سوائے انبیاء کے کسی کی یشان نہیں۔

پیغمبروں پر جادو کا اثر

جادو برحق ہے۔ وہ ایک فن ہے جس کے اثرات کا انکار کرنا حقائق کا انکار کرنا ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کی واقعیت ثابت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہو۔ آخر شراب اور انیم و خیرہ بھی تو اللہ ہی نے پیدا کی ہے۔ خنزیر بھی اللہ ہی کی مخلوق ہے مگر ان کے پاس پھٹکانا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح جادو کا فن اور اس کے اثرات بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔

انبیاء جو نیک بشر ہی تھے مافوق البشر نہیں اس لئے ان پر بھی جادو کا اثر ممکن تھا اور ہو کر رہا۔ خود حضور پر اس کا اثر ہوا تھا جس کا علاج بھی کرایا گیا تھا۔ معوذتہ میں (العلق النکاح) اسی سلسلے کی سورت میں ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے وہ من سنن السنن فی العقائد میں جادو ہی سے پناہ مانگی گئی ہے مگر ہوں میں پھر تک لگانا جادو ہی کا عمل تو تھا اور ہے۔ روایات کے مطابق ہمارے حضور پر لیبید بن اعصم نامی شخص نے جو سحر کیا تھا اس میں کچھ لڑکیاں بھی شریک تھیں۔

بہر حال جادو سے اثر پذیر ہونا شرمانے والوں کے منافی

چیز کوئی شخص اپنی مرضی سے جتنا چاہے دے شریعت اس پر پابندی عائد نہیں کرتی۔ پاں وہ یہ ضرور پراہت کرتی ہے کہ نام و نمود سے بچا جائے اور زیادہ دینے والے اس انداز میں تناقض نہ کریں کہ دوسرو کو ان کی حرص پر مجبور ہونا پڑے۔ مجبوری کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں اگر کوئی چیز عزت کا معیار بن جاتی ہے تو پھر لوگ اپنی عزت کی خاطر اسے بحال نہ پر مجبور ہو جائے ہیں ورنہ ان کی بے عزتی ہوتی ہے۔

لڑکے والوں کی طرف سے چیز کی طلب جائز نہیں۔ اگر بعض علاقوں میں دستور اس کے خلاف پڑ گیا ہے تو شریعت اس دستور کا اعتبار نہیں کرتی۔ البتہ ہر کے معاملے میں دستور معتبر ہے۔ اگر دستور یہ ہو کہ ہر بوقت نکاح باشراف زفات میں ادا کئے جائیں تو اسی طرح ادا کئے جائیں گے۔ اگر یہ دستور نہ ہو بلکہ طلاق یا موت کے مواقع پر ادا بھی ضروری بھی جاتی ہو تو شریعت بھی اسی کے مطابق فیصلہ کرے گی۔

دائے غلطی و گھسٹ مت لکھیے۔ جواب دینے والا شکستہ تحریر میں پڑھنے کے معاملے میں سخت نااہل ہے۔

جماعت کیلئے کس وقت کھڑے ہوں

یہ پابندی کہ جب تک اقامت کہنے والا حتیٰ عینتہ الصلوٰۃ تک نہ پہنچے تمام نمازی اور انا بھی نہیں غیر ضروری اور غیر ثابت ہے۔ اقامت کا آغاز ہونے ہی سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے اور دوران اقامت میں صفیں درست کر لینی چاہئیں۔

پیغمبروں کی معصومیت

پیغمبروں کا معصوم ہونا اس لئے مسلم ہے کہ وہ دین کے معاملے میں جو کچھ کہتے ہیں وحی کی رو سے سچے کہتے ہیں اور وحی ناک ہے قدرت کی ہدایات کا۔ ظاہر ہے اللہ کی ہدایات کا غلط یا ناقص ہونا ممکن ہی نہیں۔

نہیں اور جو لوگ اسے نبوت کی توہین سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

معجزہ اور کرامت

معجزہ اور کرامت دونوں ہی ایسے امور و مظاہر کے

نام ہیں جو خرقی عادت ہوں۔ یعنی عام اصول و قواعد و کجالات اور مادی توجیہات سے بالاتر۔ ایسا کوئی منظر جب نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور غیر نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہونے کو کرامت۔ کسی غیر مسلم یا غیر صالح کے ہاتھ پر ظاہر ہونے کو استدراج۔

ماہلہ نقادری

آثارِ سحر

جیر باطل سے گزرنے کا زمانہ آیا
زلفِ گیتی کے سنوہرنے کا زمانہ آیا
خانقہ جن کے آجا لو نہیں چلا کرتے تھے
صرف اللہ سے ڈرنے کا زمانہ آیا
آدمیت کے نکھرنے کا زمانہ آیا
ان ستاروں کے ابھرنے کا زمانہ آیا

ایکیت سے جو بے آب تھی جتن کی کھیتی
خواہ افسر ہو کہ مزدور مکان ہو کہ محل
اب عیشت بھی عبادت ہے سیتا بھی ثواب
اطلس و نخل و کجواب کی تیزی کو سلام
غیر مسلم کو بھی مزدور کہہ فیضِ اسلام
اس کے حالات سمجھنے کا زمانہ آیا
اسکے اب پھولنے پھلنے کا زمانہ آیا
سب کے اندازہ بدلنے کا زمانہ آیا
خانقاہوں سے نکلنے کا زمانہ آیا
راہِ پر خار میں چلنے کا زمانہ آیا

قسم اول { جلد ریگزیں ۲۹ پے۔ جلد ہاف چرمی ۳۰ روپے پچاس پیسے۔ جلد پورا چرمی پے ۳۲
قسم دوم { جلد ریگزیں ۲۴ پے۔ جلد ہاف چرمی ۲۵ پے۔ ۵۰ پیسے۔ جلد پورا چرمی ۲۷ پے

حضرت شیخ الحدیث کے ترجمے اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر والہ

قرآن مجید

بہت دنوں بعد پھر دو رنگ میں اعلیٰ عکسی چھپائی کیساتھ آگیا ہے۔ تمام حلقوں میں اس قرآن کی مقبولیت کا راز یہ ہے کہ اسکے تفسیری اور اشقی سلامت زبان جامعیت اور تحقیق کا شاہکار ہیں۔

رمضان المبارک کی تقریب میں رعایت

مکتبہ تحلی مسرت کیساتھ اعلان کرتا ہے کہ ختم رمضان تک موصول ہونے والے ہر آرڈر پر ڈاک خرچ معاف کر دیا جائیگا
درجہ تقریباً چار روپے ہوتا ہے۔ لیکن آرڈر کے ساتھ پانچ روپے آنے ضروری ہیں۔

مکتبہ تحلی مسرت
ڈیپوٹمنڈ روڈ، لاہور

تاجر حضرات خط لکھ کر معائنات لے کر س۔ نمونہ بھی پیش خدمت کیا جائے گا

اس وقت جماعت اسلامی کیساتھ تعاون کرنا جہادِ درجہ کھیلنے

میں اپنے علم و عمل کی تمام صلاحیتیں جماعت اسلامی کو پیش کرتا ہوں

حکیم الامت مولانا مفتوح علی تھانویؒ کے نواسے اور بلند پایہ عالمِ دین مولانا سید محمد قمر الحسن صاحب تھانویؒ نے جماعت اسلامی میں شامل ہونے کے بعد یہ انٹرویو دیا۔
(ترجمہ - م - ق)

میں زہانت و ذکاوت کے ڈورے اور چہرے پر ہلکے ہلکے مسکراہٹ
حیرانوں کے ساتھ مصیبت اور سرکھٹی رہتی ہے۔ ۲۳ جولائی کو
لاہور میں دو چار اخبار نویسوں کے ساتھ ان سے ملاقات
ہوتی۔ یہ ملاقات کچھ دیر ہی تھی اور کچھ غیر رسمی تھی۔ مولانا سید
قمر الحسن صاحب نے اس ملاقات میں اعلان فرمایا کہ انھوں نے
جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی ہے اور اب وہ
اپنے علم و عمل کی تمام صلاحیتیں جماعت اسلامی کے مقصد
نصیب العین کی راہ میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا قمر الحسن
صاحب کے الفاظ یہ تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو جماعت
اسلامی کے نواسے کر دیا ہے اب جماعت اسلامی جو چاہے
ان سے خدمت لے۔

اختیار نویسوں کو بات کر دینے اور بال کی کھال اتارنے
میلہ آتا ہے۔ انھوں نے مولانا قمر الحسن صاحب پر چھا
کہ حضرت جماعت اسلامی میں شمولیت کا کوئی پس نظر بھی
تو بیان کیجئے تاکہ جاری رپورٹ میں کچھ چاشنی آئے۔ مولانا
نے مسکراتے ہوئے نہ صرف جماعت اسلامی میں شمولیت کا پس نظر

پر صغیر پاک و بزرگ میں نون مسلمان ایسا ہے جو حکیم الامت
مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نام نامی سے واقف نہیں ہے
کہ ان کے آستانہٴ نقیض سے لاکھوں بھگتے ہوئے انسانوں نے
ستہ نامی حاصل کی اور ہزاروں ایسے لوگ شرفِ باسلام ہوئے
جو محاد و شہزادیت کے مہنی برتن ہونے کا بڑا دعویٰ رکھتے تھے
لیکن حضرت مفتاحیؒ کی ایک ہی نظر نے ان کے دل کی دنیا
بدل ڈالی۔ آپ کے تربیت یافتہ ہزاروں علماء اس دورِ جاہلیت
میں اسلام کا نور پھیلا رہے ہیں اس کو نہ گناہے حضرت تھانویؒ
کو تو نہیں دیکھا ہاں اشرفِ دل ان کے نواسے مولانا سید قمر الحسن
صاحب تھانویؒ کو دیکھ کر انھیں شہزادی کر لیں اور ان کی
باتیں سن کر دل کوئی الواقع شاد کام کر لیا، مولانا سید قمر الحسن
صاحب تھانویؒ مظاہر العلوم سہا نہ پور کے فارغ التحصیل
ایک بلند پایہ عالمِ دین۔ نیشنل کالج کراچی میں لیکچرار رہے ہیں
اور ان دنوں کراچی ہی کی ایک مسجد میں خطابت کے فریضے
انجام دے رہے ہیں۔ لیجے میں وہی صلاحیت نہ شہزادی اور
عالمانہ وقار جو تھانویؒ علماء کا خزانہ امتیاز ہے انھوں

بیان کیا تاکہ تحریک پاکستان کا تاریخی پس منظر بھی سامنے رکھ دیا کہنے لگے کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر تھانوی علماء نے تحریک پاکستان میں اس لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا کہ مسلم لیگ کے دعوے کے مطابق اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کی ایک آزاد خود مختار اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ اور برصغیر ہند کے مسلمانوں کی دیرینہ خواہش یہ تھی کہ ہندوستان میں کم از کم ایک خطہ زمین ایسا ہو جس میں خلافت راشدہ کے نمونے پر اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آئے اور دنیا دیکھ سکے کہ یہ ہے وہ نظام جو انسانیت کی نلاح کا باعث بن سکتا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ پاکستان بنا تو ہمارے علاقے حدود پاکستان میں شامل نہیں ہوں گے لیکن ایمان اور غیرت ملی کے تقاضے نے ہمیں اپنے ہندو ہمسایوں سے لڑائی مول لینے پر مجبور کر دیا تھا۔

کام لیا ہے۔ تو وہ جماعت اسلامی ہے میں سب سے جماعت اسلامی کے طریق کار اور ملکی سیاست میں اس کے کردار کا بڑی توجہ سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ جماعت اسلامی ۲۳ سال میں ان گنت آزمائشوں سے گذری لیکن یہ کبھی اسلامی نظام کے مطالبے سے دستبردار نہیں ہوئی۔ اس نے کبھی حالات کے تقاضوں پر اپنے اصولوں کو قربان نہیں کیا اس نے کبھی حکام وقت کی بارگاہوں میں مقبول ہونے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے کبھی اس راہ حق کو نہیں چھوڑا جس پر اول روز یہ گامزن ہوئی تھی۔ جماعت اسلامی کے مخالفین پر دیکھنا اگرتے ہیں کہ اس میں علماء نہیں ہیں حالانکہ اس میں علماء کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ اور لوگ اس جنگ کو بیاہنگین تک پہنچانا چاہتے ہیں جو عرصہ میں علمائے کرام نے انگریزوں کے خلاف شروع کی تھی بلاشبہ

جماعت اسلامی ۲۳ سال میں ان گنت آزمائشوں سے گذری لیکن کبھی اسلامی نظام کے مطالبے سے دستبردار نہیں ہوئی

ہے اندازہ قریب توں کے بعد پاکستان نہ وجود میں آیا تو یہ ہی مرحلے پر ہماری امیدوں پر یاقینی پھر گیا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی جو تھانوی علماء کی طرف سے قیام پاکستان کی جدوجہد میں پیش پیش رہے تھے۔ انھیں پاکستان بننے کے بعد وزارت کی تشکیل کے وقت پوچھا بھی نہیں گیا اور قادیانی فرقے کے سر ظفر امین کو وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔ پھر قدم قدم پر تو کہ سنا ہی نے اس ملک کو اسلام کی راہ پر لے جانے میں رکاوٹیں پیدا کیں جب اس نے یہ محسوس کیا کہ عوام کا بیانیہ صدر لبریز ہو گیا ہے۔ اور وہ اسلامی نظام کے سوا کسی اور نظام کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس نے ملک کی باگ ڈور فوج کے حوالے کر دی۔ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کے ۲۳ سال بے خبر تکان حالات کے منظر ہیں۔

آج انگریز ہمارے ملک سے چلے گئے ہیں لیکن ان کے ذہنی غلام بدستور ہم پر مسلط ہیں اور اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ انکو ہند میں پاکستان کے اندر اس جنگ کا آخر کا معرکہ ہو گا۔ اور یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ یہاں اسلام کو غالب آتا ہے یا انگریزی تہذیب اور دیرینہ سکولر غیر ملکی نظریات ہی غالب رہیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جماعت اسلامی میں شمولیت اور ان کے ساتھ تعاون جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر عالم دہالی کو اس میں شامل ہونا چاہیے۔

مولانا مودودی کے بارے میں

ایک اخبار نویس نے پوچھا: بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مولانا مودودی کے عقائد علماء اہل سنت سے مختلف ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟

ان حالات میں اگر یہاں کسی جماعت نے پورے عزم و استقامت اور پامردی کے ساتھ اسلامی نظام کے لئے

مولانا مودودی کے دل میں صحابہ و علماء کا بیحد احترام ہے

اہل دانش و دانش فرماتے ہیں کہ ہمیں تمہارا یہ مطلب نہیں ہے مطلب ذہنی ہے جو ہم اخذ کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور سوال تھا: بعض علماء حضرات یہ کہتے ہیں کہ مولانا مودودی نے اپنی کتاب "خلافت و ولوکیت" میں حضرت عثمان پر بیجا تشبیہ کی ہے اور ان کی قبریں کے مرتکب ہونے ہیں اس الزام کی حقیقت کیا ہے؟

مولانا قمر الحسن مسکراتے: "اس الزام کی حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات خلافت و ولوکیت سے ثابت نہیں ہوتی" پھر آپ نے اس کتاب پر نہایت عالمانہ تبصرہ فرمایا "میں نے اس کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کئی صحابہ کی توہین تو درکنار کسی کے بارے میں کوئی غیر محتاط لفظ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ مولانا مودودی کا مسلک تو یہ ہے کہ تمام صحابہ کو بلا امتیاز رضی اللہ عنہم لکھنا اور کہنا چاہیے۔ انبیاء اور صحابہ میں فرق یہی ہے کہ انبیاء معصوم ہیں اور صحابہ معصوم نہیں ہیں ان سے بشری کمزوریوں کے تحت غلطیاں اور گناہ سرزد ہو سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں ان کی زندگی میں بحیثیت مجتہد خیر غالب ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے اپنی خوشنودی کا اظہار کر چکا ہے اس لئے ان کی بشری کمزوریوں کے باوجود ان کے رضی اللہ عنہم ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

"خلافت و ولوکیت میں مولانا مودودی کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں بعض اہل سنت جس کو تازی میں مبتلا ہیں، مولانا مودودی نے اس کو تازی کی تلافی کی ہے۔" (حساب و نوٹس بڑی کتابیاں مخلوق ہے وہ کسی کسی پہلو سے اپنے مخاطب کو گھسیٹنے کی کوشش کرتی ہے اب کی دفعہ ایک دوست نے اپنی طرف سے ایک بہت آزما یا جو انیر مولانا قمر الحسن صاحب کی طرف پھینکا۔ "مولانا مودودی پر یہ الزام

مولانا قمر الحسن صاحب کا جواب بہت معنی آفریں اور ایمان افروز تھا۔ آپ نے فرمایا "میں تو مولانا مودودی سے مختلف دینی مسائل پر کئی مرتبہ گفتگو کی ہے۔ اور ان کے عقائد کے اندر علمائے اہل سنت سے انحراف کا سراغ لگانا چاہا ہے لیکن مجھے اپنی کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی میں نے مولانا مودودی کے عقیدے میں ذرا سا بھی فرق نہیں پایا۔ مولانا مودودی نے اپنے ایک شعر میں اللہ تعالیٰ کی اس مرضی کو بیان کیا ہے کہ ہم زاہد کو نہیں دیکھتے اس کے دل کی کیفیت کو دیکھتے ہیں۔ یہ شعر مولانا مودودی پر صادق آتا ہے۔ مولانا مودودی کی تصانیف کے گہرے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن سے کتنی محبت اور اسے پاکستان میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کا کتنا جذبہ ہے۔ ان کے دل میں صحابہ کرامؓ کی کتنی عظمت اور ان کے ذہنوں کو دلپس لانے کی کتنی تڑپ ہے۔ ان کے دل میں ان کا بے غلامی کا کتنا احترام موجود ہے اور انھوں نے ان کا برہنہ کے اصلاحی کارناموں سے کتنا استفادہ کیا ہے؟

اگر کچھ لوگ ان کی تحریروں کے بعض جملوں یا مجرد الفاظ سے غلط مفہم نکالتے ہیں۔ اور اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ مولانا مودودی ان جملوں یا الفاظ کا چاہے کچھ مطلب بیان کریں ہم تو اس سے اپنا ہی مفہم اخذ کریں گے۔ تو ان کی یہ بہت دھرمی نہ اخلاقی تقاضوں کے مطابق ہے نہ اس سے کوئی علمی دیانت ظاہر ہوتی ہے۔ دنیا میں یہ اصول مشہور ہے کہ

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

یعنی لکھنے والا اپنی تحریر کا جو مطلب بیان کرے وہی مستند قرار پاتا ہے لیکن ہمارے ہاں ستر نظریں یہ ہے کہ لکھنے والا بیخبر بیخبر کہہتا ہے کہ میری تحریر کا مطلب یہ ہے اور بعض

بڑی شدت سے لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے نظریہ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ آپ کی رائے میں یہ بات کہاں تک درست ہے؟ مولانا فرحان صاحب نے کہا یہ الزام زیادہ تو وہی لوگ رکھتے ہیں جو مسلم لیگ اور نظریہ پاکستان کو مسترد فرماتے ہیں۔ حالانکہ مسلم لیگ اور چیز ہے اور نظریہ پاکستان اور چیز مولانا مودودی آخر مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوئے یا بلکہ وہ اس کے طریق کار سے اختلاف کیا تو اس کے معنی یہ کہ وہ نقطہ نظر پاکستان کے بھی مخالف تھے۔ نظریہ پاکستان تو اس چیز کا نام ہے کہ یہاں نصف زمین میں عوام اپنی مرضی کے مطابق اسلامی نظام زندگی اختیار کریں اور ان کے معاملات ان کے منتخب کردہ ادارت چلائیں گے اور اسلامی نظام کا قیام نظریہ پاکستان کا اصل مقصد ہے۔ جماعت اسلامی سے بھی اس نظریے کی مخالفت نہیں ہوئی۔ اس کی شہریت کا باطل ہی بنی۔ کیونکہ جماعت اسلامی کا

یہ موقع اختلافات اور اعتراضات کا نہیں ہے۔ بلکہ فی الواقع اکثر کی راہ میں اپنی جان کھپانے کا ہے۔ عام مسلمانوں کے اندر مولانا صاحب کی بات کا احساس بیدار ہو گیا ہے کہ اکثر مشورہ کے انتخابات اس ملک کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔ برادریوں اور چودہراہوں کے نفعوں میں دراڑیں پڑتی نظر آرہی ہیں۔ لیکن یہ نفع اسی وقت سمار ہو سکتے ہیں جب علمائے کرام متحد ہو کر میدان میں نکلیں اور عوام کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلائیں۔

جماعت اسلامی کی رکنیت

پوچھا گیا کہ آپ جماعت اسلامی کے متعلق ہیں یا رکن بنے ہیں۔
 مولانا نے فرمایا کہ میں متعلق بنا ہوں۔

بین نشہ سے جماعت اسلامی کا متفق چلا آرہا ہوں

ان میں متصون اسلامی نظام کا قیام ہے۔ لیکن صاحب یہ بات سمجھتے ہو گئے اب ایک سماجی نے ایک اور دائرہ آزمایا بعض علماء کہتے ہیں کہ مولانا مودودی کے پیچھے ناز پڑانا جائز نہیں ہے۔ ان کا یہ فتویٰ کہاں تک درست ہے مولانا فرحان صاحب نے اس کا جواب بھی خوب دیا۔ یہ فتویٰ تو اس وقت درست ہو سکتا ہے جب مولانا مودودی کے عقائد میں کوئی خرابی ثابت کی جائے۔ جب عقائد میں ہی کوئی خرابی ثابت نہ ہو سکے۔ تو اس فتوے کا کیا جواز ہے؟

ملک کے موجودہ حالات

اب گفتگو کا رخ ملک کے موجودہ سیاسی حالات کی طرف مڑ گیا۔ مولانا فرحان صاحب فرماتے تھے کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کا یہ آخری موقع ہے۔ اگر خدائے مستور ہمیں یہ موقع بھی بخواد یا تو پھر ہمارا کوئی بھی پرسان حال نہ ہو گا

پھر دیکھتے تھے کہ وقت کے بعد کہنے لگے۔ سچ پوچھتے تو میں سے عورت اس کا متفق چلا آرہا ہوں اور ہزاروں آدمیوں کو جماعت کے حق میں ہموار اور انھیں قابل کر چکا ہوں۔ ہاں باقاعدہ فائیم اب پر کر کے دیا ہے۔ ایک دوست نے پوچھا مولانا کیا آپ جماعت اسلامی کے اس طریق کار سے اتفاق کرتے ہیں کہ وہ متاثر ہوئے والوں کو کئی مرحلوں سے گزار کر اپنا رکن بناتی ہے خواہ وہ اکابر علماء تہا کیوں نہ ہوں؟
 مولانا فرحان صاحب اس سوال کی جھلک بظاہر اندر مڑے اور کہنے لگے میں جماعت اسلامی کی اس پالیسی کو پسند کرتا ہوں۔ اس بگڑے ہوئے معاشرے میں کوئی جماعت تو ایسی ہونی چاہیے جو صحیح مسلمان ہونے کی کم از کم شرائط کو اپنی رکنیت کا معیار قرار دے۔ اگر ایسی جماعت نہ ہو تو ہم معاشرے میں تربیت یافتہ افراد کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔

”کیا آپ رکن بننے کا ارادہ رکھتے ہیں؟“ سوال مختصر تھا اور جواب مفصل اور مہینہ نینز۔

”جی ہاں ارادہ تو ہے۔ اب بیجا عت اسلامی پر منحوس ہے کہ وہ مجھے کب اس کا اہل سمجھتی ہے میں نے تو اپنی تمام صلاحیتیں جماعت اسلامی کے لئے وقف کر دی ہیں ہاں مال و دولت سے بے باس نہیں ہے۔ ورنہ اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتا یہ وقت ایسا ہے کہ میں ذرا سی بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارا کام مقدور مجھ کو سوشل کرنا ہے۔ نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اگر بالفرض جماعت اسلامی اپنی بھرپور جدوجہد کرنے کے باوجود اپنے

مقصد میں کامیاب نہیں ہوتی تو یہ اس کے ناحق ہونے کا لیں نہیں ہے اس کی نظر تو آخری نتائج پر ہے۔ بہت سے انبیاء دنیا میں ایسے گذرے ہیں۔ جن کے ہاتھ پر ایک آدمی بھی ایمان نہیں لایا۔ لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس دنیا سے ناکام گئے ناکامی تو ان لوگوں کے نقد میں آئی جنہوں نے ان کی بات مان کر نہ دی۔

مولانا قمر احسن صاحب اسی روزہ کراچی جانے والے تھے اور ٹرین کی روانگی میں ٹھوڑا وقفہ رہ گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اجازت چاہی۔ اور ہم لوگ بھی کراچی سے باہر نکل آئے۔

روحِ حیات

اپنی قسم کا ایک ہی عطر

جیسے بہت سے تازہ پھولوں کی روح پرور خوشبو ایک جاگر دی گئی ہو

نفیس، بھیننی بھیننی، دلی، پام ہڈک

دوسرے بے شمار عطروں کے مقابلے میں اسے آپ ایک خاص امتیاز اور انفرادیت کا حامل پائیں گے۔

ڈیڑھ ماشہ	تین ماشہ	تین روپے	۶ ماشہ	ساتھ پانچ روپے
-----------	----------	----------	--------	----------------

آپ کوئی بھی شہنشاہی منگائیں گے اس پر دو روپے محصول ڈاک خرچ کئے گا۔ لیکن دو چار شیشیاں ایک ساتھ منگائیں تو بھی محصول ڈاک سے بچیں گے۔ اور اگر آپ سرور ڈیڑھ جفت کے ساتھ طلب کریں تو اسی محصول میں دونوں چیزیں آجائیں گی۔

دو جفت کی تین شیشیوں پر محصول ڈاک معاف ہے۔ آپ دو جفت کی تین شیشیاں منگائے تو اسے ساتھ چھت بھی ایک دو شیشیوں کے ساتھ طلب کریں گے تو کوئی بھی ڈاک خرچ آپ پر نہیں پڑے گا۔

دارالقیض رحمانی۔ دیوبند۔ دیوبند (پ)

تجلی کا
آنے
والا

سالنامہ

کیا امر ہمارے

بیش قیمت اور بہت دلچسپ مواد

خوابِ انجمنی

یہودی دانشوروں کی خفیہ دستاویزیں، جو پورے عالم پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے طویل اور سرایتہ منصوبوں کی نقاب کشائی کرتی ہیں۔ یہ کتاب اتنی اہم ہے کہ بعض ممالک میں آج بھی اسے پاس رکھنے پر سزائے موت دی جاتی ہے۔ ادارہ تجلی نے مخصوص ذرائع سے اس کا ایک انگریزی نسخہ حاصل کر کے اردو ترجمہ کرایا ہے۔ امید ہے کہ یہ پوری کی پوری سالنامے میں آجائے گی۔

مولانا مودودی کے خطوط

یہ خطوط پہلی بار آپ کے مطالعہ میں آئیں گے۔ تعداد بچاس سے بھی زائد۔ ان میں علم و فقہ اور دین و دانش کے پیش بہا لعل و گہر آپ کو دعوتِ انظار دیں گے۔ مولانا کی اصل تحریر کا فوٹو بھی ساتھ دیکھئے۔

چراغِ مصطفویٰ اور شرارِ بولہبی

جب مولانا مودودی کو چھانسی کا فیصلہ سنایا گیا۔۔۔ جب ان پر بھرے مجمع میں گولی چلی۔۔۔ جب جماعتِ اسلامی پاکستان کے جملہ اراکین کو جیل میں ڈال دیا گیا اور ان کے اموال ضبط ہوئے۔۔۔ ایک فصل، عبرت آموز اور دلچسپ داستان۔ صبر و عزم، نیت کی وجد آفریں کہانی۔

صرف یہی نہیں۔ اور بھی اتنا کچھ کہ آپ کا ذوق مطالعہ انشاء اللہ اس میں جذب ہو کر رہ جائے گا۔

مزید تفصیلات اگلے شمارے میں

عربوں کی شکست پس منظر اوس اسباب

ایک ایسے شخص کا جائزہ جس نے
حالات کا بہت قریبے گہرا
مطالعہ کیا۔

غلام محمد

سے روزانہ ہوتے کہ آپ کے پاس ایک اونٹ تھا اور ایک خادم ایک
منزل امیر المومنین کو منٹ پر سواری کرتے تھے اور دوسری منزل خادم اونٹ
پر سواری کرتا۔ جب آخری منزل آئی تو اونٹ نے عجیب و غریب نظارہ
دیکھا کہ خادم تو اونٹ پر سوار تھا اور امیر المومنین کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ پلنگ
لے جب دیکھا تو وہ پکار اٹھے کہ یہی وہ شخص ہے جس کی نشانیاں ہماری
کتابوں اور روایات میں بیان کی گئی ہیں چنانچہ انھوں نے لڑے
بیغیر قبیلہ اول ان کے حوالے کر دیا۔ بعد ازاں جب مسلمانوں میں غلط
روایتوں اور غلطیوں سے ان کے اتحاد کو بارہ بارہ کر دیا
تو مغرب کی عیسائی قوموں نے متحد ہو کر قبیلہ اول پر حملہ کر دیا۔
اگرچہ مسلمانوں کو اس لڑائی میں شکست ہوئی تاہم انھوں نے قبیلہ
اول کی حفاظت کا حق ادا کر دیا۔ جب صلیبیوں نے بیت المقدس
میں داخل ہوئے اور انھوں نے حرم شریف پر قبضہ کرنا چاہا تو
اس روز ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ انکو یزید نے اپنی
حکومت کو جبراً لکھا تھا اس میں اس نے بتایا تھا کہ جب
ہم حرم میں داخل ہوئے تو ہمارے گھوڑوں کے ستم مسلمانوں کے
خون میں ڈوب گئے تھے۔

یہ ایک مختصر جائزہ ہے ان اسباب کا جو عربوں کی شکست میں عربوں
کی غیر نفاک شکست کا باعث بنے۔
گذشتہ جرنل میں عربوں کو جو شکست ہوئی تھی وہ ایک ایسا واقعہ ہے
جو تاریخ اسلام میں ایک عظیم ترین واقعہ ہے اس واقعہ کے نتیجے میں زمین
قبول اور دارالاسلام کا پھیس ہزاروں میل کا اہم ترین علاقہ
ہو گیا ہے جسے میں چلا گیا کہ تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو خاک میں آگئی۔
۱۱۰۰ء میں بیت المقدس میں مسلمانوں کا داخلہ ہوا اور تاریخ کا
ایک بے مثال واقعہ ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سرکردگی میں جب
مسلمان فوجوں نے بیت المقدس کے گرد گھیراؤ ڈال دیا تو وہاں کے پادریوں
نے اگر ان سے کہا کہ اگر آپ کے امیر المومنین یہاں آنے کی زحمت
فرمائیں تو ہم انھیں دیکھ کر اس شہر کی گنجائش ان کے حوالے کر دیں گے۔
ان پادریوں نے بتایا کہ انکی کتابوں میں اس شخص کے متعلق نشانیاں بیان
کی گئی ہیں جو بیت المقدس پر اگر قبضہ کر لیا گیا۔ اس نے اگر امیر المومنین میں وہ
نشانیاں موجود ہوں تو یہ قبضہ شہر کے بغیر ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حضرت
ابو عبیدہ بن جراح نے اس بات کی اطلاع حضرت عمر فاروق کو دی۔
حضرت عمر فریضہ منورہ سے بیت المقدس روانہ ہوئے۔ اور اس شان

۱۱۰۰ء کے اس واقعہ کی ساری کافرائس منقذہ لندن اساتذہ کرام میں کی گئی تھی۔

اگرچہ مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر انھوں نے دفاع کا حق ادا کر دیا تھا لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے لڑنے بغیر دین اس لئے کہتا ہوں کہ اخباروں کے ذریعہ جو اطلاعات پہنچی ہیں ان میں بہت مبالغہ شدہ حقیقت میں ہم نے دفاع کی کوئی کوشش نہیں کی بہت المقدس اور بزرگوں کی تفریکہ علاقہ سپردیوں کے حوالے کر دیا۔ اس شکست کا ایک عبرت ناک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمیں اس قوم کے ہاتھوں مار پڑی جو گذشتہ دو ہزار سال سے مار مار کر پھرتی تھی اور دنیا میں کہیں بھی اس کا کوئی مقابل نہیں تھا۔ یہ تو ایسا ہے کہ جس طرح ہمارے گاؤں کا جو بدو کسی شخص کو زیادہ بے عزت کرنا چاہے تو اسے ہمارے ہاتھوں جوتے گھونٹتا ہے۔ اسی طرح لڑنے میں عبرت دلانے کی خاطر اس قوم سے بچنا یا جس کی دنیا میں کوئی عزت اور وقعت نہیں ہے اور جسے خود اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رسوا کیا ہوا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے گناہوں کی فہرست شاید ہر دو دنوں کے گناہوں کی فہرست سے آگے بڑھتی ہے۔

یہ شکست اس حالت میں ہوئی جبکہ اسرائیل کی کل آبادی ۲۰ لاکھ تھی اور اس کا مقابل کرنے والے عرب ممالک کی آبادی چار کروڑ تھی۔ دماغ کے لحاظ سے بھی۔ جاہل عربوں تک اسرائیل سے بہت آگے تھے۔ فوجی اور جنگی سامان کے نقطہ نظر سے یہ چاروں ملک اسرائیل سے زیادہ طاقتور تھے صرف مصر کا کچھ اسرائیل کی کچھ سے جا کر تھا اور یہاں فضائی طاقت کا تھا۔ پھر کہ اس لڑائی کا آغاز بھی اس طرح نہیں ہوا کہ اسرائیل نے ہیر ہلکا اور نہیں بلکہ خود ہم نے اسے لگا رہا۔ سنہ ۱۹۶۷ء میں صدر ناصر نے اقوام متحدہ کے سیکورٹی جنرل سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ غزہ اور مصر کی سرحدوں سے بین الاقوامی فوج کو ہٹائیں اور معاہدہ کے مطابق بین الاقوامی فوج کو ہٹا کر پڑا۔ حالانکہ یہ بھی راز ہے کہ اتنی جلدی پونہ ماٹ لے یہ مطالبہ کیسے مان لیا۔ تاہم جو بھی بین الاقوامی فوج بھی تو صدر ناصر نے اتنی ہزار مصری فوج اسرائیل کی سرحدوں پر لگا کر رکھی اور اس کے ساتھ صحیح عقدہ کی ناکہ بندی کر دی گئی اور دنیا کو یہ بتایا گیا کہ ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے۔ یہاں اس بات سے انکار نہیں کہ اسرائیل بھی کافی عرصہ سے فوجی تیاری کر رہا تھا اور اس بات کا خطرہ موجود تھا کہ وہ اردن، شام یا مصر پر حملہ کر دے مگر حقیقت ہے کہ اس شکست کے لئے عرب تیاری نے خود اسے لگا کر اور اپنی فوج اس کی سرحد پر لگا کر ڈال دی۔ اس لئے نتیجہ نکالنا غلط نہیں ہے گا کہ اس

مصر پر یہ لوگ جنگ کے لئے خوب تیار تھے۔ پھر یہ جنگ اسی حالت میں ہوئی جب عرب ممالک کے حکمرانوں میں اتحاد ہو گیا تھا مصر اور اردن کی ایک مشترکہ فوجی کمان قائم کر دی گئی تھی۔ سوڈان اور سعودی عرب کے حکمرانوں نے اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ عراق کی فوجیں اردن کی طرف اور الجزائر کی فوجیں مصر کی طرف روانہ کر دی گئیں۔ شام کی فوجیں بھی پوری طرح تیس لاکھ تھی تھیں۔ عربوں کے علاوہ باقی تمام مسلم ممالک نے بھی مکمل اعلا و اور تعاون کا یقین دلایا۔ صدر پاکستان (اس وقت) نے تمام عرب حکمرانوں کو تیار کرنا تھا کہ سائے ہم آپ کی کلا خدمت کر سکتے ہیں۔ ترکی جس کے جنگ عظیم کے زخم تو میر جیکے مگر ذہن کے ترکوں کے تامل عالم میں صدر ناصر نے صدر میکا ریوس کی حمایت کر کے جو زخم پہنچائے تھے وہ تازہ تھے مگر پھر بھی ترکی نے اسے بھلا کر عربوں کو اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا تھا۔ روس نے جب اپنا جرم بیڑہ بچھو رہی میں لانے کی خواہش ظاہر کی تو ترکی نے بلا توقف اسے اپنا بیڑہ صلح یا مسخوریس سے گزرنے کی اجازت دے دی تاکہ عربوں کو یہ شکایت نہ رہے کہ ان کا ایک حریف ان کی مدد کو پہنچتا چاہتا ہے مگر اسے آنے کی اجازت نہیں دیا گئی۔ اس کے علاوہ ترکی نے امریکہ پر بھی واضح کر دیا تھا کہ اگر اس علاقے میں جنگ چھڑتی تو ترکی میں موجود امریکی فوجیں اور ہوائی اڈوں کو اس لڑائی میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ انڈونیشیا اور ایران نے بھی عربوں کی ناسید کا اعلان کر دیا۔ اس سے بڑھکر یہ کہ دینا ایک بہت بڑی طاقت نے جس کا رویہ اگرچہ اس وقت بھی ناقص تھا اور اب بھی ناقص ہے، بین الاقوامی سطح پر اپنی مکمل حمایت اور امداد کا یقین دلایا۔ ان حالات میں یہ جنگ چھڑی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لڑائی چھ دن تک جاری رہی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا نینسہ پہلے ہی روز ہو گیا تھا جب اسرائیلی فضائیہ نے مصر اردن اور شام کے ہوائی اڈوں کو پورے طور پر تباہ کر کے دکھ دیا۔ سنہ ۱۹۶۷ء میں جو جنگ ہوئی تھی وہ کم و بیش سات آٹھ ماہ تک جاری رہی حالانکہ اس وقت کے بارشہ بالکل نا اہل تھے۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۷۳ء میں اسرائیل پر طائفہ اور فرانس نے لے کر جب مصر پر حملہ کیا تھا تو وہ جنگ آٹھ دنوں جاری رہی مگر یہ جنگ جو کافی تیاری کرنے کے بعد لڑی گئی دلی تیاریوں کا خوب ڈھنڈورہ مٹا جاتا تھا اور جدید سامان حرب کی خوب نمائش کی جاتی رہی، اور حقیقت صرف چند گھنٹے

جاری رہی، جبکہ دنیا بھر کو یہ بتایا گیا کہ ہمارے پاس اتنی فوج اور سامان حرب موجود ہے کہ ہم اسرائیل کو شکست دیں گے اور اگر امریکہ نے مداخلت کی تو اسے بھی مزا چکھائیں گے۔ پھر جب شکست فاش ہوئی تو بعض حکمرانوں نے سستی لینے کی بجائے صبر اپنے اقتدار کو بچانے کی تدابیر شروع کر دیں۔ صدرنا صلی نے اپنے استعفیے کا ڈرامہ کھیلا، انہوں نے کہا کہ یہ شکست ہمارے لئے باعث ذلت و رسوائی ہے اور اس کی ساری ذمہ داری مجھ پر ہے اس لئے میں صدارت سے مستعفی ہوتا ہوں۔ حالانکہ حقیقت میں ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مجھے مشرق وسطے کے دورے کے دوران لوگوں نے بتایا کہ جس روز یہ ڈرامہ کھیلا جائے والا تھا اس روز قاہرہ کے بازاروں میں اچانک لاکھوں دیپتیاں کو موجود پایا گیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر ان لاکھوں افراد کو دور دراز سے کیوں لایا جا رہا ہے لیکن یہ سمجھ اس ذلت حل ہو گیا جب شام کو صدرنا صلی نے ریڈیو سے اپنے استعفیے کا اعلان کیا اور ان لاکھوں دیپتیاں نے قاہرہ کے کوچہ و بازار میں صدرنا صلی زندہ باد، اپنا استعفیٰ پس لو کے نعرے لگا کر آسمان سر ہاٹھا۔ اس طرح یہ ظاہر کر کے کہ میں تو شکست کی ذمہ داری لیتا ہوں مگر تم پر بھی مجھ پر اعتماد کرتی ہے۔ استعفیے والے لیا گیا۔

اس کے بعد ایک اور ڈرامہ کھیلا گیا۔ وہ یہ کہ فوجی انقلاب کی سازش، پکڑی گئی اور متعدد بڑے بڑے فوجی افسران کو گرفتار کر کے ایسی قید کی سزائیں دی گئیں۔ اس طرح فوج بجز اور نقصانہ کے تمام اہم عہدیداروں کو ان کے عہدوں سے سبکدوش کر کے صیقل میں ڈال دیا گیا۔ دراصل انتہائی ہوشیار رہی سے اس شکست کی ذمہ داری اصل لیڈر شپ کے بجائے ان افسران پر ڈال دی گئی۔ یہ افسر بھی بلاشبہ ذمہ دار تھے، وہ عقبتاً تالان ثابت ہوئے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ پچھلے بارہ سال سے جو نقصانہ یہ مفید کاماںک رہا ہو اور فوج کی سپریم کمانڈ بھی اس کے ہاتھ میں رہی ہو، وہ اس شکست کی ذمہ داری سے بیک الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اور پھر محض زبانی اعتراف کافی نہیں تھا۔ اگر وہ دیا تدارکی سے کام لیتا تو اسے صدارت سے الگ پہچانا چاہئے تھا، تاکہ قوم جس کسی کو میوزوں سمجھتی اپنا سربراہ چن لیتی، لیکن ڈرامہ صدرنا صلی نے کھیلا گیا تھا کہ لوگوں کی نظریں اصل حقیقت سے ہٹا دی جائیں۔

اس کے بعد ایک اور تماشا شروع ہوا۔ اور وہ یہ کہ مصر اور شام کے ریڈیو نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اسرائیل فتح کے باوجود اپنے مقصد میں ناکام رہا ہے۔ کہا گیا کہ اسرائیل کا اصل مقصد مصر اور شام کی مشترکہ حکومتوں کو قائم کرنا تھا جو کہ وہ دونوں باقی ہیں اس لئے اسرائیل کو ناکامی ہوئی ہے۔ اب دیکھئے کہ ہزاروں عربیوں کا علاقہ جلا گیا، عیناً اول ہاتھ سے کھو بیٹھے، پھر سوئڈن پر بھی ہے، پرموک کامیڈیاں جسے حضرت خالد بن ولید نے فتح کیا تھا یہودیوں کے قبضہ میں جا چکا۔ اردن کا سارا مغربی علاقہ اسرائیل کے قبضہ میں آ گیا، مگر کبھی اسے اپنی قوم کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ یہودیوں نے فتح نہیں پائی بلکہ انھیں شکست ہوئی ہے۔ اس کے بعد اسرائیلیوں نے دنیا بھر میں خاموشی کے ساتھ یہ تحریک چلائی کہ اس شکست کے اسباب پر کوئی بحث نہ کی جائے کیونکہ اس سے عربوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچے گی۔ خود مجھے مشورہ دیا گیا کہ اگر آپ بھی اس جنگ کے متعلق تقریر کریں یا لکھیں تو اس شکست کے اسباب بیان کرنے سے احتراز کریں۔ دراصل انٹرنیشنل کامیونڈیٹ سے کوعرطی انوں کو نالائقوں پر روہ پڑا ہے اور وہاں عوام ہم کو ان سے باخبر نہ ہونے دیا جائے تاکہ وہ کہیں غفلت سے بیدار نہ ہو جائے۔ یہ حالات تھے جن میں عرب ممالک نے شکست کھائی۔

سوال یہ ہے کہ اس شکست کے اسباب کیا تھے؟
 انیسویں صدی میں جب مغربی ممالک نے مسلمان ممالک کو زیر نگین کرنا شروع کر دیا تو دیکھتے دیکھتے انگریز، امریکہ، سوڈان اور مصر پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت تک چوکھیندہ دستان اور گریز کا قبضہ ہو چکا تھا اس لئے وہاں تک کے راستے کو محفوظ کرنے کیلئے انہوں نے متعدد چھوٹے چھوٹے جزیروں اور جموں کو فتح کیا۔ الغرض تمام مغربی اقوام نے افریقہ اور ایشیا میں اپنی اپنی نوآبادیاست قائم کر لیں اور ان میں برطانیہ اور فرانس سب سے فہم تھے۔ روس بھی ان کی دیکھا دیکھی اپنی سرحدیں آگے بڑھانا چاہتا تھا مگر دولت عثمانیہ اس کے راستے میں حائل تھی۔ کیونکہ جب تک درہ وانیال اور بلخ باسفورس اس کے قبضہ میں نہ ہو اس کا بحری بیڑہ بحیرہ روم میں نہیں داخل ہو سکتا تھا روس نے کئی بار اسے حاصل کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ انیسویں صدی کے آخر میں روس اور ترکی کے درمیان

ایک ملک ہوئی جس میں فرانس اور برطانیہ نے اس خلیفہ کے پیش نظر کہ روس نہیں یہ راستہ لینے میں کامیاب نہ ہو جائے ترکی کی مدد کی اس جنگ میں روس کو شکست ہو گئی۔ اس طرح برطانیہ اور فرانس نے روس کا خطہ چل جانے کے بعد اپنی اپنی نوآبادیوں کو مستقل طور پر اپنے قبضہ میں رکھنے کا انتظام کرنا شروع کر دیا ان طاقتوں نے مسلمان ممالک پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ وہاں پخصوں سے جو اسلامی قوانین رائج تھے ان کو ختم کر دیا اور ان کی جگہ مغربی قوانین رائج کر دیئے۔ اس کے بعد دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ مسلمان نسلوں کو بگاڑنے کے لئے الحاد اور مادہ پرستی پر ہی نظام تعلیم رائج کر دیا۔ جن لوگوں نے اس نظام تعلیم کو اپنانے سے انکار کیا ان پر زہری کے درد اڑے بند کر دیئے گئے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ صدیوں سے مسلمانوں میں کچھ کمزوریاں برپا رہیں جیسا کہ نتیجے میں تقریباً ہر مسلم ملک میں ایسے خدایوں کی بڑی تعداد موجود تھی جس نے نہ صرف غیر ملکی اور لو کا خیر مقصد کا ملحوظ رکھنے میں بھی پوری مدد کی۔ بلاشبہ ان ممالک کی اسلامی تحریکوں نے حمد اور دل کا پورا پورا مقابلا کیا۔ مثلاً لیبیا میں سنوی تحریک، سوڈان میں مہدی سوادانی تحریک اور ہندوپاک میں سید احمد شہید کی تحریک۔ ان تحریکوں کے رضا کاروں نے خوب لڑ کر مقابلہ کیا اور بیناتل قربانیاں دیں مگر ہمارے اہل اور دولت مند طبقے نے نہ صرف ان غیر ملکی حکمرانوں کو دسواں نہیں کیا کہ وہ دینے بلکہ کرانے کے سچا بھی فراموش کر دیئے اور جو نام نہاد اصلاحات وہ رائج کرنا چاہتے تھے ان میں ان کی پوری مدد کی۔ مسلمان ممالک کو سیاسی حکومتی سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا ان نام نہاد اصلاحات اور مغربی نظام تعلیم نے پہنچا یا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں اگر جاکانی علاقہ مغربی ممالک کے تسلط سے بچا رہا مگر سہارا اپنا نظام تعلیم جو حکومت ناقص ہو چکا تھا اس لئے ان آزاد مسلم ممالک نے مغرب کی طرف رجوع کیا اور دیکھتے دیکھتے انیسویں صدی کے وسط میں دشمن بیروت استنبولی قاہرہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں مشرقی اداروں نے سکول اور کالجز قائم کر دیئے۔ بیروت کی مشہور امریکی یونیورسٹی جس نے گزشتہ سال اپنی سو سالہ برسی منائی ہے، اس کی ابتدا ایک کالج کی شکل میں ہوئی تھی۔ یہ اسی دور کی یادگار ہے۔ جو لوگ اس

یونیورسٹی سے فارغ ہو کر نکلے وہ عرب ممالک کی سیاسی اور فکری زندگی پر چھل گئے ہر شعبہ میں رہنمائی ان کے ہاتھ میں آئی اور آج تک ان ہی لوگوں کو حاصل ہے۔ ان اداروں کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کو عیسائی نہ بنایا جاسکے تو کم از کم انہیں مسلمان بھی نہ رہنے دیا جائے۔ پھر ان اداروں کے ذریعے ہی نوجوانوں میں قوم پرستی کا مرض پھیلا یا گیا۔

یہی حرکت انہوں نے ترکی میں بھی کی۔ وہاں برصغیر اور یہودیوں نے فری میسن وغیرہ غیبی تنظیموں کے ذریعے ترک نوجوانوں میں قوم پرستی کا بیج بویا اور توراتی قوم پرستی کی تحریک اٹھائی۔ اس کا مقصد دنیا میں توراتی قوم کی قوت اور اس کا غلبہ قائم کرنا تھا۔ اسی تحریک نے بعد میں انجمن اتحاد و ترقی کے نام سے کام کرنا شروع کر دیا۔ انفرسسیس ہے کہ مسلمان مورخین نے ان تحریکوں کے متعلق کوئی تحقیقی کام نہیں کیا جس کی وجہ سے اکثر ممالک اور خصوصاً ہندوپاک کے مسلمانوں میں انجمن اتحاد و ترقی کے بارے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکثر ترک سیدوں کے نوٹو قومی سیروکے طور پر گھردوں میں آدیوان کئے جاتے رہے حالانکہ ان میں اکثر یہودیوں کے آندہ کار تھے اور بعض خود یہودی تھے۔ ان یہودیوں نے مغربی اقوام کے ساتھ سازش کر کے ایک طرف ترکی میں توراتی قوم پرستی کا وہ باپھیلائی اور دوسری طرف عرب ممالک میں عرب قوم پرستی کا بیج ڈال کر اس کی خوب آبیاری کی۔ اس طرح یہ تعلیمی ادارے عرب ممالک میں قوم پرستی، الحاد اور ضد برصغیر پھیلانے کا موجب بنے۔

اسی زمانے میں یہودیوں نے صیہونی تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کا بانی تھیوڈور ہرزلی مشہور ہیں ایک وفد کے سربراہان عبد الجحدثانی (مروج) کے پاس پہنچا اور ان سے درخواست کی کہ یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ اس زمانے میں ترکی بری طرح غیر ملکی قرضوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ملک کی کھشت تباہ ہو چکی تھی۔ بیرونی قرضوں کی ادائیگی اور ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سلطان عبدالحمید کو رقم کی شدید ضرورت تھی۔ اس یہودی وفد نے پیشکش کی کہ اگر یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی

احانت دیدی جاسے تو ہم نہ صرف ترکی کے تمام بیرونی قرضوں کی ادائیگی اپنے صدر بیٹے میں بلکہ ملکی ترقی کے لئے بعض رقم درکار ہوگی اسے بھی فراہم کیا جائے گا سلطان عبدالعزیز اس سازش کو سمجھ گئے اور انھوں نے پیشکش ٹھکرادی۔ یہودیوں نے اس ناکامی کے بعد طے کر لیا کہ انہیں سلطنت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۷ء میں اسی انجمن اتحاد و ترقی کے ذریعہ سلطان عبدالعزیز کو معزول کر کے اپنی چھٹی کی حکومت قائم کر دی گئی۔

یہودی سازشوں اور ان تعلیمی اداروں نے ایک طرف ترکوں کی ترقیاتی قوم پرستی اور دوسری طرف عربوں میں عرب قوم پرستی کو اندر ہی اندر خوب پروان چڑھایا۔ انگریزوں نے مشائخ حسین کے ساتھ جھوٹے وعدے کر کے اسی ترکی کے خلاف بغاوت کرنے پر اکرایا۔ شریف حسین نے بھی سناج سے یہ پرواہ ہو کر اور صرف زبانی وعدوں پر یقین کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس نے ذاتی لالچ کی خاطر یہ نہیں سوچا کہ وہ اس بغاوت سے مسلمانوں کے مرکز کو کتنا بڑا نقصان پہنچانا ہے۔ انگریزوں نے اگرچہ شریف حسین سے وعدہ کیا تھا کہ ترکی تسلط سے جو عرب علاقے آزاد کرائے جائیں گے انھیں اٹھنا کر کے لیک عرب ریاست قائم کر دی جائے گی اور اس کا بادشاہ اسے ہی بنایا جائے گا مگر ترکی سلطنت کے ٹکڑے کرنے کے بعد انگریزوں نے اس وعدہ کو بالکل فراموش کر دیا۔ کچھ علاقہ انھوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور کچھ ان کے تسلط میں دیریا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس لڑائی کے دوران انگریزوں نے یہودیوں سے یہ معاہدہ کر لیا کہ وہ انھیں فلسطین میں آباد ہونے کی کھلی اجازت دیں گے۔ اس معاہدہ کی قانونی طور پر کوئی حیثیت نہیں تھی کیونکہ تو شاہ انگلستان کے اس پر دستخط تھے اور نہ ہی کابینہ کی طرف سے یہ وجود میں لایا گیا تھا بلکہ صرف وزیر باہر کے عرف سے یہودی اہل تہنہ ویزین کے نام ایک خط کی شکل میں دنیا کے سامنے آیا تھا۔ اگرچہ سلطان باہر کا عربوں کو بد وقت علم ہو گیا تھا مگر پھر بھی انھوں نے انگریزوں کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ترکی کے خلاف برسوں بیکار رہے۔ اس طرح خود عرب بھی اس معاہدہ کی تکمیل میں عمد ثابت ہوئے۔ عربوں نے ترکی سلطنت کو تہاہ کر دیا مگر ان کا کچھ نہیں بنا، اس لئے کہ

ترکوں سے چھینے ہوئے علاقے میں ایک عرب سلطنت قائم کرنے کی بجائے اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ حجاز شریف حسین کے سپرد کیا گیا عراق میں عبدالمجید کو بادشاہ بنایا گیا۔ اردن کا تختہ پھوڑا صاحبہ بچا تھا اسے حسین کے دو بیٹے عبدالرشید کے حوالے کر لیا گیا۔ شام اور لبنان پر فرانسسوں نے قبضہ کر لیا اور فلسطین کا علاقہ خود انگریزوں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس طرح عربوں میں نا اتفاقی کا بیج بویا گیا تاکہ وہ بھی متحد نہ ہو سکیں اور انگریز انھیں جس طرح بچانا چاہیں بچا سکیں۔ فلسطین پر تسلط حاصل کرنے ہی انگریزوں نے چھین چکے ہوئے کی آباد کاری شروع کر دی جسکے خاتمے پر یہودیوں کی آبادی وہاں پر بمشکل تین فی صد تھی جو ۱۹۰۷ء میں ۳۳ فیصد ہو گئی۔ یہاں پر ایک انٹروسٹ ناک جیلو کا تذکرہ ضرور ہی ہے۔ وہ یہ کہ مسلمانوں نے پیسے کے لالچ میں کر اپنی زمینیں یہودیوں کے ہاتھ بچنا شروع کر دیں جس کے نتیجے میں شہر لاجہ تک یہودی فلسطین کی ۴۵ فی صد زمین کے مالک ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کی انسانی حالت کو اس حد تک گھٹن لگ گیا تھا کہ انھوں نے قومی سطح پر بے سناج کی پرواہ کئے بغیر اپنے ذاتی ناموں اور لالچ کو مد نظر رکھا اور دھڑا دھڑا اپنی زمینیں گراں قیمت پر یہودیوں کے ہاتھوں فروخت کرنا شروع کر دیں۔

۱۹۰۷ء میں جب اسرائیل کی ریاست کے تمام اعلان کیا گیا تو پانچ عرب طاقتوں نے یہودیوں کے خلاف جنگ کر دی۔ ان یہودیوں کی اگرچہ کوئی باضابطہ فوج نہیں تھی اور نہ ہی کوئی ان کا ایڈمنسٹریٹو موجود تھا پھر بھی انھوں نے ان پانچ عرب ریاستوں کو شکست دیدی۔ اسی سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک عربوں کی اخلاقی حالت کیسے گھٹن لگ چکا تھا۔

اس شکست سے عرب ممالک میں شدید رد عمل پیدا ہوا اور ان میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اسی زمانے میں مصر میں انخوان المسلمین کی تحریک ابھری اور ۱۹۰۷ء کی جنگ میں یہ انخوان مجاہدین تھے جنھوں نے غیر معمولی شجاعت اور جراتورگی کا ثبوت دیا۔ یہودیوں انگریزوں اور رابکے سر سے محسوس کر لیا کہ انخوان کی صورت میں جو طاقت ظہور ہی ہے وہ فی الحقیقت ان کے عزائم کے لئے سخت خطرہ ثابت ہوگی چنانچہ عین اسی زمانہ میں جب جنگ ہو رہی تھی اور انخوان مجاہدین فلسطین میں

۱۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں، لائسنس کی کہانی، پیچھا (لندن، جنوری ۱۹۰۷ء، ص ۲۰)

انہیں اپنے عوام کا اعتماد حاصل تھا۔ اس لئے امریکہ نے ان حمالک میں انقلابات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ عرب سے پہلے شام کے اندر فوجی انقلاب لایا گیا جس کو امریکہ کی کھلی کھلی تائید حاصل تھی۔ اس کے بعد ۱۹۵۲ء میں مصر کے اندر فوجی انقلاب برپا کر دیا گیا۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس انقلاب کو بھی امریکہ کی پورے پوری تائید حاصل تھی۔ امریکہ کا مقصد یہ تھا کہ ان حمالک میں اپنے اعتماد کی حکومتیں قائم کر کے ان کا بھی ایک معاہدہ قائم کر لیا جائے تاکہ روس کا گھیراؤ کھلی ہو جائے۔ مصر کے انقلاب میں اندرونی طور پر تین قوتیں برپا ہوئی تھیں، یعنی اخوان المسلمین، کیمونسٹ اور قوم پرست تینوں عناصر اس میں شریک تھے۔ انقلاب کے بعد امریکہ کو یہ طے کرنا تھا کہ ان عناصر میں سے کس کو مضبوط کیا اور کس کو کمزور کر کے ختم کر دیا جائے۔ چونکہ اخوان کی تحریک نے مغربی استعمار کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ کی تھی اور نہ وہ یوں کے ساتھ، اس لئے امریکہ کے لئے ضروری ہو گیا کہ دو پہلے اسی تحریک کو ختم کر دے۔ چنانچہ اخوان پر دوسرا دارالحدیث ۱۹۵۲ء میں کرایا گیا۔ اس تحریک کے کھل دینے کے بعد ایک تقریباً فیصلہ پایہ پرنا ضروری تھا۔ چنانچہ اسلام کی بجائے عرب قوم کو نظر دیا گیا وہ فرعونی تہذیب کے احیاء کا نظریہ تھا۔ مصری قوم کو تباہ کیا۔ مذہم فرعون کی اولاد ہیں اور آج چار ہزار سال کے بعد بھی پہلی بار غیر ملکی حکومت سے آزادی ملی ہے۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مسیحا اب تک پورا دور غیر ملکی مسلمانوں کے تحت غلامی کا دور تھا اور مدینہ منورہ سے جو عرب مہمسہ آئے وہ اسی طرح کے استعماری تھے (نورین شاہ) جس طرح کہ امریکہ اور برطانیہ استعماری ہیں۔ یہ سترہ ٹیکٹ تھا جو انہوں نے اپنے اباؤ اجداد کو دیا اور ایسا ناظر فرعون ر امیسس ثانی کے ساتھ جاملایا یہ وہی فرعون تھا جس کے زمانے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ مصر کے نئے حاکموں نے اس فرعون کو اپنا قومی ہیرو قرار دیا۔ جگہ جگہ اس کے مجسمے کھڑے کئے۔ ڈاک کے ٹکٹوں اور نوٹوں پر اسی فرعون کی تصویر چھاپی گئی۔ اس طرح فرعونی تہذیب کے احیاء کے لئے سر توڑ کوششیں شروع کر دی۔ اب کو مصر کے اکثر سرکاری دفاتر میں اس فرعون کے مجسمے اور نوٹوں نظر آئیں گے۔ قاہرہ ویلو سے

داو شجاعت دے رہے تھے انگریزوں نے شاہ فاروق سے مطالبہ کیا کہ اس تحریک کو کچل دیا جائے۔ الحاکم امینی انجمنی مفسفی اعظم فلسطین نے خود مجھے بتایا کہ انہوں نے وہ خط اپنی انگلیوں سے دکھایا جو حکومت برطانیہ کے ایمپریر برطانوی سفیر متعین قاہرہ نے شاہ فاروق کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس مطالبہ پر اخوان کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں اور ان گرفتاریوں کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات تین جنگ سے زخمی مجاہدین کو اٹھا کر جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ تقریباً دو ہزار مجاہدین گرفتار کئے گئے ان کے رہنما حسن البنا کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ ان کے لئے ایک دوسری سازش کی گئی تھی۔ چنانچہ چند روز کے بعد انہیں دن دہاڑے سر بازار شہید کر دیا گیا تاکہ یہ تحریک بے نیاہت ہو کر ختم ہو جائے۔ اس کے بعد شاہ فاروق کے زمانے میں اخوان المسلمین کو خلافت قانون قرار دیا گیا مگر یہ تحریک اتنی جاندار تھی اور اس کا اتنا نفوذ تھا کہ جب اس سے پابندی ہٹائی گئی تو دو سال کے اندر اندر اس کے ارکان کی تعداد میں لاکھ ہو گئی ہر شخص اپنے آپ کو اس تحریک کے ساتھ وابستہ کرنے میں فرختمیں کرتا تھا۔ انگریز اس تحریک کو اس لئے بھی ختم کرنا چاہتے تھے کہ وہ سوئز کے کناروں پر تعمیر اسٹی ہزار برطانوی فوج کو نہ مشتبہ بنائے گا مطالبہ کر رہی تھی بلکہ اس کے مجاہدین نے برطانوی فوج کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۶ء میں انگریز اس فوج کو کھپٹالے اور نہر سوئز مصر کے حوالے کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس تحریک نے نہ صرف مسلمانوں کے اندر ایمان کی شمع جلا کر انہیں گلہ و اصرار پیدا کر دیا بلکہ ساتھ ساتھ شمال سے یہودیوں اور انگریزوں نے اس علاقہ میں جو خرابیاں پیدا کی ہوئی تھیں ان سب کا مستجاب کرنا شروع کر دیا۔ انہی وجوہ کی بنا پر یہ تحریک مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز بن گئی تھی۔

دیں اتنا امریکہ اور روس کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ امریکہ نے روس کے گرد گھیراؤ کرنے کے لئے یورپ میں نیٹو، پاکستان، ترکی، ایران اور عراق کو بلا کر معاہدہ بغداد اور مشرق بعید میں سیٹو کی تشکیل کی۔ اس کے بعد مشرق وسطیٰ کی باہمی تھی گروہوں پر جو حکومتیں قائم تھیں ان پر امریکہ کا زیادہ اثر نہیں تھا اور نہ

۱۔ مالٹا کو پینڈن کی کتاب (THE GAME OF NATIONS) (۱۹۶۱ء) میں ان کھیلوں کے کچھ نقابات اشارے گئے ہیں۔ بلاظہر سامراج

کی ایک نئی قسم "پینگام لندن" اگست ستمبر ۱۹۶۶ء (ص ۲۳)

سٹیشن کے باہر فرعون کا ۲۲ فٹ لمبائیت نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ نصاب تعلیم میں سے اسلامی تعلیمات کو خارج کر کے ذریعہ تہذیب کی تعلیمات شروع کی گئیں۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ویسٹک ڈرائیج نشر و اشاعت کے ذریعہ اس تہذیب کو زندہ اور رائج کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مصر کی آبادی جس کی غالب اکثریت اب بھی خدا کے فضل سے مسلمان ہے کس طرح ایک ذہنی کشمکش اور انتشار میں مبتلا ہو گئی ایک طرف تمام سرکاری ذرائع فرعون کی تعریف میں مرتب انسان ہوں گے اور دوسری طرف مذہب و مذاہب کا مقابلہ کرتے ہوں گے تو انھیں یہ جہاں ہو گا کہ فرعون تو خدا تعالیٰ کا نافرمان اور باغی تھا اب وہ کڑوی گولی کیسے نگل سکتے تھے جہاں جہاں مصر کے حاکموں نے اپنی کوششوں کو ناکام ہوتے دیکھا تو انھوں نے ایک اور پینڈا بدلا اور عرب قوم پرستی کا لبادہ اوڑھ لیا جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں عرب قوم پرستی کی تحریک یہودیوں اور انگریزوں کی باہمی سازش کے ذریعہ شروع ہوئی تھی تاکہ ایسے آپ کو عرب ظاہر کر کے مسلم معاشرے میں یہودیت اور دہریت کی تبلیغ آسانی سے کی جاسکے۔ اس قوم پرستی کے نتیجے میں یہ لازم تھا کہ جتنے بھی مسلمان عرب پہنچا گزرے ہیں انھیں قومی ہمدرد قرار دیا جائے چنانچہ ابو جہل اور ابو لہب جیسے دشمنان اسلام کو بھی اپنا سپرد قرار دیا گیا۔ مغربی اعلیٰ اداروں کے تعلیم یافتہ حضرات تو اس بات کو تیرتی کر سکتے تھے مگر عرب عوام کی اکثریت جو اسلام کی دلدادہ تھی وہ کیسے گوارا کرتی کہ رسولی خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے با مقابل ابو جہل اور ابو لہب کو اپنا رہنما مانا جائے۔ اس طرح اس مختصر عرصہ میں عرب عوام کو دوسری مرتبہ ذہنی کشمکش میں مبتلا کیا گیا۔ مصدق حکمرانوں نے جب اس تدبیر کو ناکام ہوتے دیکھا تو انھوں نے سیریز آکٹیسز لکھو ایجاد کیا۔ اس طرح پچھلے دس بارہ سال کے مختصر عرصہ میں مصری قوم کو یہ باہم متضاد نظریے دیئے گئے۔ ظاہر ہے کہ کشمکش کی اس حالت میں وہ کونسی اخلاقی اور روحانی قدیس باقی رہی ہوگی جہاں پر قدم نہ مٹا سکتی۔ اس کے ثبوت میں صرف ایک واقعہ کافی ہے وہ یہ کہ جس روز اسرائیل کا حملہ ہونے والا تھا اس رات کو مصری کانڈرا انجینئر ڈوری ابرو فرانس میں جشن منانے کا حکم دیا تھا۔ نصاب سے تمام اڈوں اور فائز میں رات بھر شراب اور کباب کی بھانپیں بھی

زہیں اور یہ جشن اس اطلاع ملنے کے باوجود کہ اسرائیل کا حملہ ہونے والا ہے منہ یا گیا۔ اس بات کی ایک سے زائد ذرائع کے ذریعے تصدیق ہو چکی ہے کہ مصری اعلیٰ اہل کا انکا اسرائیل حملے کی پیشگی اطلاع مل چکی تھی (چنانچہ صحیح جواب اسرائیلی طیاروں نے حملہ کیا تو آئندہ مصری پائلٹ شراب کے فتنے میں دھت پڑے تھے باقی ناشتہ کر رہے یا غسل خانے میں گئے ہوتے تھے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مصری کانڈرا انجینئر نے ایک یہودی دانشور بھی ہوتی تھی جو می آئی اے کی ایجنٹ تھی۔ یہ ہے اس اخلاقی اور تہذیبی ماحول کا ادنیٰ ٹکس اور اس نیادت کا سمجھو یہ نمونہ جو وہاں منسلط ہے جو ملکی آبادی کا حصہ نہ دیکھیں ہیں۔ تاریخ میں قرامطہ کے نام سے جو گروہ مشہور ہوا تھا اور جو رنگ اسود کو نکال سل گیا تھا۔ یہی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ گروہ مسلمانوں کا شدید ترین دشمن چلا کر رہا ہے اسرائیل کی تیاریوں کے پیش نظر مغربی برس میں جب یہاں آئی تھیں کہ اسرائیل پر اس میں ہلکے کرنے والا ہے اور اس کا پہلا ہدف شام ہوگا۔ اسی ماہ مئی کے وسط میں شام کی برسر اقتدار پارٹی نے اخبار البعث میں ایک شمارے میں: (خود باکتر) اللہ کی ذات پر شہید ہونے لگے مسلمان عوام اور شام نے جب احتجاج کیا تو سر کردہ علماء اور پانچ چھ ہزار مسلمانوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ وہاں ایک طرف ہر آن اسرائیلی حملہ کا خطرہ تھا اور دوسری طرف ملک بھر ان کے جوابے کر دیا گیا تھا۔ اب ایک ایسی قوم جو اخلاقی انحطاط اور سیاسی انتشار کا شکار ہو رہی ہے ایک تنظیم اور سخت حریف کا مقابلہ کیسے کر سکتی تھی ؟

ڈاکٹر سی ۱۹۷۱ء

جماعت اسلامی کی شان کردہ جواب ڈاکٹر سی جس کا درجہ صدق آیات: احادیث کے مضامین سے مزین ہے اور ابتدائی ادوار میں طرح طرح کی ضروری معلومات دی گئی ہیں۔ جلد بہت خوبصورت۔ کاغذ عمدہ سفید۔ قیمت تین روپے ۳/-

مکتبہ تخلی۔ دیوبند (دہلی)

ایک بڑا علمی تحفہ

قوم پروردارم

قرآن کی روشنی میں

انصار۔ مولانا عبدالکبیر پاریکھ

۸۰ صفحات کی یہ کتاب قرآن مجید کی ان بیشمار آیتوں کی تفسیر جو پروردگار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں معلومات بھر پور یہ کتاب مطالعہ کے لائق ہے۔ زبان سلیس و سگفتہ پیرایہ دلکش، مطالبہ ایمان فریزر (دسات روپے) حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی صدر مجلس مشاورت نے اپنی تقریظ میں صحیح فرمایا "میری رائے میں یہ خدمت انجام دیجو پارکھ صاحب نے وقت کی ایک عمدہ شہید ضرورت کو پورا کیا ہے۔"

قرآن پبلیکیشن۔ چھوٹی مسجد سیٹیا بلڈی
میں روڈ ناگپور

سجدین عظام اور ان کے علمی کارنامے | چاروں ائمہ اور
اسلم اہل ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام محمدی کے
علم تفتیحی کارناموں اور اسوہ ذکر دار پر ایک محققانہ تالیف۔
آپ کی معلومات میں بیش بہا اضافہ کا موجب بنے گی مجدد
مولانا منظور نعمانی کی وہ مشہور کتاب ہے جس میں اسلام
اسلام کیا ہے؟ کا تفصیلی تعارف اس انداز میں کرایا گیا ہے
کہ ہر استعداد کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اردو ڈوھائی روپے۔ ہندی چار روپے

انگریزی آٹھ روپے

جنگ اسرائیل اپنے موضوع پر سیم جازری کی ممتاز تصنیف

تیرت چار روپے

کلیات اقبال ڈاکٹر اقبال کے چار مجموعے۔ ہنگ
بال جبرین، صائب کلیم، ارمغان

مکتبہ تجلی۔ دیوبند

ایک نیا نیا بنیاد رکھتے!



ماء اللحم خاص

قبل از وقت بوڑھوں اور عینہ صحت مند
نوجوانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ تازہ پھلوں
قیمتی دواؤں اور بہترین غذاؤں سے جس قدر
طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے

دواخانہ طبیہ کالج اسلام یونیورسٹی علیگڑھ



شرح

صَیْحُ مُسْلِمٍ

کتاب الایمان

دی ہے کہ بیخروج من الذناب من کے ان فی تالعات مشقان
 ذمہ سے من ایمان (جس شخص کے قلب میں ذمہ ہو یہ بھی
 ایمان ہو گا وہ آخر کار آگے نکال لیا جائے گا) اور یہ بھی
 ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان گناہوں میں سے بعض کو یا سب
 کو معاف کر دے اور سزا دے بغیر ہی بخشش فرمادے۔
 اس نے مشرک و کفر کے علاوہ تمام گناہوں کے لئے قرآن
 میں امکان معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ توبہ و استغفار کے
 نتیجے میں یا کسی خاص عمل خیر کے انعام میں گناہوں کی معافی
 بالکل ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار اپنے گناہ گار
 بندوں کو امید دلانی ہے کہ ہم سے معافی طلب کرنا ہمت
 آجے شرمنازی کے ساتھ کہہ کر آؤ۔ ہمیں پکارو۔ ہمارے
 رحم و کرم کو آواز دو۔ ممکن ہے ہم تمہیں معاف کر دیں۔ علاوہ
 اس کے اس نے ایک نہایت امید افزا قاعدہ بھی بتایا
 اِنَّ الْيَسَّاتِ يَنْتِظِرُ الْيَسَّاتِ عَمَاتِ رَسِيكَا بَرَايِي
 کو لے جاتی ہیں) یعنی اگر تم سے گناہ مسزود ہوئے ہیں تو میرا
 سچھو پھو کہ اب ان کی پاداش میں لاؤ نا آگ کا عذاب

اسلام کیا ہے۔۔۔ اس کی تفصیل آپ معلوم
 کر چکے۔ ایک بار پھر تازہ کر لیجئے۔
 اسلام یہ ہے کہ تم کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ۔ محمد
 رسول اللہ) کی گواہی دو۔ نماز پڑھو، صاحب لہذا
 ہو تو زکوٰۃ ادا کرو اور استطاعت ہو تو حج بھی کرو۔
 اب ایمان کی طرف آئیے۔ ایمان ہر چیز سے
 زیادہ اہم ہے، حتیٰ کہ اسلام بھی اس کے مقابلے میں
 ثانوی درجہ رکھتا ہے۔ نماز چھوٹ جائے۔ زکوٰۃ کی
 ادائیگی میں غفلت ہو جائے۔ حج باوجود قدرت و
 استطاعت کے ادا نہ کیا جاسکے۔ یہ سب بڑے گناہ ہیں۔
 ان کی سخت سزا ہے۔ یہ اسلام کو مستقیم بنادیتے ہیں لیکن
 ان کی وجہ سے مومن دائمی عذاب جہنم کا سزاوار نہیں بنتا
 وہ کفر کے ذمے میں نہیں آتا۔ اس کی نجات محال نہیں
 ہو جاتی۔ اللہ ضروری سمجھے گا تو ان گناہوں کی سزا دیکھا
 پھر سزا پوری ہونے کے بعد مومن جنت میں داخل کر دیا
 جائے گا کیونکہ صداق و صدقہ حق پہلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت

چکھنا ہی ہوگا۔ ابھی تھا وہ سے لئے ہدایت عمل باقی ہے۔ اپنے گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہونے ہوئے خدا سے استغفار کرو اور آستہ برہنہ گاری اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرو۔ نیک کاموں میں آگے بڑھو۔ یہ ہدایت کی سبکی اور برہنہ گاری اگر اللہ نے قبول کر لی تو گزشتہ گناہوں کے داغ اس کے بارہ صافی سے دھل جائیں گے اور عین ممکن ہے کہ گزشتہ گناہوں کو نظر انداز کر کے اللہ تم کو انعام و اکرام سے نوازے اور بہشت میں داخل کر دے۔

لیکن جس گناہ کے معاف ہونے کا کوئی امر کا بیان نہیں وہ ہے شرک و کفر۔ اللہ نے اعلان فرمادیا ہے کہ شرک و کفر کے لئے معافی کا کوئی خانہ نہیں۔ اس اعلان کو یہاں تک سوچو کہ کیا کہ اپنے آخری رسول سے فرمایا۔

لے رسول۔ تم ان کے لئے معافی چاہو یا نہ چاہو سب برابر ہے۔ اللہ ہرگز ان کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

(الممتحنون)

دوسری جگہ فرمایا:-

تو اے رسول! ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو۔ اگر سزا ہو تو بخشش مانگو گے تم بھی اللہ ہرگز انہیں بخشے والا نہیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور اللہ انہیں نہیں دیتا ان فرماں لوگوں کو۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَہُمْ ذٰلِکَ وَاِنَّہُمْ لَعٰقِلٌ
سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَہُمْ ذٰلِکَ وَاِنَّہُمْ لَعٰقِلٌ

دیکھا آپ نے کیا تیور ہیں یہاں باری تعالیٰ کے۔ بلکہ ستر مرتبہ سے یہاں بھی مراد نہیں بلکہ یہ ویسا ہی مجاہد ہے جیسے تم اردو میں بولتے ہیں کہ نہیں جناب۔ اگر آپ ہزار بار بھی کہیں تب بھی تم نہ انہیں گے۔ ہزار بار سے ہمارا زیادہ یہ نہیں ہوتی کہ اگر آپ ایک ہزار ایک بار کہیں گے ہم انہیں گے بلکہ مطلب یہ ہوا ہے کہ آپ کتنی ہی بار کہیں گے۔ ہم اس معاملے میں آپ سے امر و نہی ہرگز کوئی

اہمیت نہ دیں گے۔ اللہ کا مقصود بھی یہی تھا کہ اسے رسول! تم کتنی ہی بار ان اہل کفر کے لئے بخشش کی درخواست کرو وہ بہاری بارگاہ سے ہرگز ہرگز شرف قبولیت حاصل نہ کر سکے گی۔ واقعہ یہ تھا کہ عبد اللہ ابن ابی مرگیہ جو منافقین کا سرغنہ اور لیڈر تھا۔ اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ نخلص صحابی تھے۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ کفن میں استعمال کرنے کو اپنی قمیص مبارک دیدیجئے۔ حضور کی دریا دلی بھلائی کا کہاں گوارا کرتی۔ آپ نے بلا تامل اپنی قمیص عطا فرمادی۔ اس کے بعد عبد اللہ نے گزارش کی کہ حضور ہی نماز جنازہ پڑھا دیں حضور کی شانِ رحمت و رافت نے اس درخواست کو بھی قبول فرمایا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اپنا لعاب دہن بھی میرت کے ٹھنڈے ڈالا اور پھر نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔

اس وقت حضرت عمرؓ بہت بے قرار تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک جا نے پہچانے کا فخر کی میرت سے حضور کا یہ معاملہ کیوں کر مناسب ہو سکتا ہے۔ انھوں نے دائرہ ادب میں رہتے ہوئے بار بار عرض کیا کہ اسے خدا کے رسول! ایسا نہیں ابن ابی مرگیہ جیسا کہ ہے جس نے یہ یہ حرکتیں کی ہیں جو ہمیشہ کفر کا علامہ اور اسلام کا دشمن رہا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں انہیں کسی قیمت پر بخشنا نہیں جائے گا۔ پھر آخر ان کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کیوں؟

حضور مسکرائے اور فرمایا۔ اے عمر! اللہ نے مجھے استغفار سے روزگار نہیں۔ آزاد چھوڑ دیا ہے کہ ان کے لئے استغفار کیوں یا نہ کیوں۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ وہ انہیں جاننے والا ہے اور میرا استغفار ان کے حق میں نافع نہ ہو۔

اور اصل غیور اور شہادت کا ایک نمونہ تھا۔ انہیں انہیں تھا کہ جب اللہ ابن ابی نخشا جانے والا نہیں۔ اس علم کا ثبوت بخاری کی اس روایت سے ملتا ہے کہ میں حضور نے فرمایا۔ کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے

”قیامت کے دن ہم ان کے اچھے اعمال کو کوئی وزن نہ دینگے۔“
 حال دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ ایمان قبول
 اعمال کے لئے شرط ہے۔ شرط ہی موجود نہیں تو جو کہاں سے
 پائی جائے گی۔ جسم اپنے تمام اعضاء و اجزاء کے ساتھ بے کار
 ہے اگر اس میں روح نہیں۔ اعمال اس تار کا ماتہ ہیں جسے برقی
 قلم برداشٹ کر کے لئے پھیلا دیا گیا ہے۔ اس تار کا ماتہ
 اسی صورت میں ہے کہ بجلی کا کرنٹ اس میں دوڑ جائے۔ کرنٹ
 ہی اگر غائب رہا تو اس تار میں اور بجھکے دھانکے میں کوئی فرق
 نہیں۔ ان پھیرا جوں کا توں رہے گا۔

آج جس جاہلیت اور فتنوں کے دور سے ہم گذر رہے ہیں
 ہمیں اس توجیہ کی گہری کو خوبصورتی کے ساتھ ذہن میں تازہ
 رکھنا چاہیے کہ گزری ترین شے ایمان ہے۔ ایمان جس کے
 ذریعہ ہی دنیا کی مسرت نے بیان کر دیے ہیں۔ اس ایمان
 کے بغیر نجات کی کوئی راہ نہیں خواہ کوئی شخص اصطلاحی
 نیکیوں کا ٹھنڈا ہی کیوں نہ نظر آ رہا ہو۔ خلق خدا کی خدمت
 بہت بڑا کاروبار ہے۔ اہل کفر میں بے شمار ایسے امراء
 ہمیشہ رہے ہیں اور آج بھی ہیں جو ایک طرف حسن اخلاق سے
 مالا مال ہیں دوسری طرف خدمت خلق میں پیش پیش۔ ان کے
 افعال اور صلہ جیتوں سے دنیا کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ان
 کا سادہ انسانوں کے ساتھ بہت اچھا ہے۔ لیکن کیا اللہ اور
 اس کے رسولوں پر قاعدے کے مطابق ایمان لائے بغیر جتنی
 شہادیاں دیں گے۔ کیا آخرت میں انھیں ہمناجین کا درجہ دیا
 جائے گا۔ کیا ان کے گناہوں میں شراکت ہے؟

خوب سمجھ لیجئے کہ اس کا جواب ایک ہی ہے۔ وہی
 جسے ابھی آپ نے ایجابی اور سلبی دونوں انداز میں قرآن کی آیات
 میں ملاحظہ فرمایا۔ ”حَطَّتْ أَعْمَالُهُمْ۔ ان کی تمام
 نیکیاں، تمام خیراتیں، تمام خوبیاں بس خول ہی خول ہیں۔ آخر
 اللہ انھیں کیوں وزن سے جب کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان ہی نہیں
 رکھتے۔ انھیں رسالت و آخرت پر اعتماد ہی نہیں۔ ان کے
 پیش نظر یہ رہا ہی نہیں کہ جو نیک عمل کر رہے ہیں اس کا بدلہ
 آخرت کی نعمتوں کی شکل میں نہیں ملنا چاہیے۔ پھر اللہ کیوں

ان کے حسن عمل کو ذرہ برابر وقت دے۔ باغی کب کسی حکومت
 کے انعام داکر اہل کافر کا سزا ہے جو اللہ اور رسول کے باغیوں
 کے لئے بہشت کی توقع کی جائے۔ ان یہ ضرور ہے کہ تمام اہل
 کفر و شرک کے عذاب آخرت کی نوعیت یکساں نہیں ہوگی۔
 ان میں وہ بھی ہیں جن کی زندگی اسلام دشمنی میں گذری ہے۔
 وہ بھی ہیں جن کی عام اخلاقی حالت بدترین رہی ہے۔ وہ بھی
 ہیں جنہوں نے طرح طرح کے ظلم ڈھائے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو خوش
 اخلاق ہیں۔ منصف مزاج ہیں۔ اچھا کیر کٹر رکھتے ہیں۔ ان
 میں کئے گئے ظاہر ہے ایک سی یادداشت اور سزا نہیں ہو سکتی۔ البتہ
 مکمل معافی اور بخشش ان میں سے کسی کے لئے بھی نہیں کیونکہ کفر و
 شرک کے ناقابل عفو جرم میں یہ سب ملوث ہیں۔ یہ ہر حال
 جنت میں نہ داخل ہو سکیں گے۔

”ایمان“ کی اس بنیادی اہمیت سے واقف ہو جانے
 کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان ہے کیا؟ ایمان
 کے لفظی معنی کیا ہیں اصطلاح شرعی میں اس کا دائرہ کن کن
 اجزاء و ارکان تک پھیلا ہوا ہے؟ اس کے بارے میں علماء
 سلف نے کیا کیا وضاحتیں کی ہیں۔ اس میں۔ اور اعمال ذکر کردہ
 میں کیا نسبت اور تعلق ہے۔ ان سوالوں کے مفصل اور تحقیقی
 جوابات انشاء اللہ آگے بیان کئے جائیں گے۔ سہر دست تو
 سلسلہ شرح کو مربوط رکھنے کے لئے ان چیزوں کو ذہن نشین کر لیجئے
 جن پر ایمان رکھنا حدیث باب میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔
 حضرت جریر رضی اللہ عنہما کا سوال تھا کہ اے محمد! خبر دیجئے ایمان
 کے بارے میں۔ مقصد سوال یہ نہیں تھا کہ لفظ ایمان کے معنی
 کیا ہیں بلکہ مقصد ان چیزوں کی تفصیل تھی جن پر ایمان و
 یقین ضروری ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 جواب دیا:-

”ایمان یہ ہے کہ تم تہر دل سے یقین رکھو اللہ پر اور
 اس کے فرشتوں پر اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر اور اس کے
 فرستادہ رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور یہ یقین رکھو تم
 تقدیر پر ہر بائیں طور کہ اس کائنات میں اچھا اور بُرا، خیر و شر
 پاک اور ناپاک جو بھی ہے وہ سب مخلوق کو پیدا کرنے سے

استعارہ سے جو نظم کائنات میں سبب و علت کی حیثیت سے کما کر رہی ہیں۔

آئیے مذکورہ ہر چیز پر قدرے تفصیل سے نظر میں ڈالیں۔

فرمایا گیا۔ "یہ کہ تم ایمان رکھو اللہ پر۔"

اللہ پر ایمان سے کیا مراد ہے؟ کیا فقط یہ کہ اس کا موجود ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ یا وجود کے ساتھ ساتھ اتنا اور مان لیا جائے کہ وہ خالق کائنات ہے اور بس۔ نہیں یہ مراد بالکل نہیں۔ فقط اتنا ماننا حقیقت

میں ماننا نہیں بلکہ ماننا یہ ہے کہ اس کی ذات میں وہ تمام اوصاف کمال تسلیم کیے جاتیں جن کی تصریح انبیاء کا مقدس کاروان کرتا چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض عقلاً بھی ظاہر

باہر ہیں۔ مثلاً ربوبیت، قدرت، سمیت، قہاریت، غفاریت وغیرہ۔ اور اس کی ذات کو ہر نقص اور کمزوری سے بالاتر مانا جائے جیسا کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات واضح کر رہی ہیں۔ جہاں تک صرف موجود دانے یا اللہ کی صرف بعض

صفات کمال پر یقین رکھنے کا تعلق ہے اس حد تک تو وہ کفار و مشرکین بھی "ایمان" رکھتے تھے جنھیں قرآن نے کافر و مشرک ہی قرار دیا ہے مومن نہیں مانا۔ وَ كَيْفَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيُقِيمُوا كِتَابَ اللَّهِ أَلَمْ يَأْمُرْهُمْ أَنْ يَتَّقُوا

اللہ؟ اگر تم ان سے پوچھو گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ یہ جواب دیں گے، اللہ نے، گو یا انھوں نے صرف خدا کا وجود تسلیم کیا بلکہ اسے خالق بھی مانا۔ مگر یہ عقیدہ و یقین بارگاہ ربانی میں "ایمان" کا ہم معنی قرار نہیں پایا۔ ایمان باللہ اپنے کم سے کم درجے میں بھی یہ اور

صرف یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں پر محکم یقین رکھا جائے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک کم عقل اور بے علم انسان صفات ربانی کا زیادہ شعور نہ رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا مجمل ایمان قبول فرمائے مگر یہ نہیں ہو

سکتا کہ ایک صاحب علم و فہم آدمی جس میں صفات اللہیہ کے فہم و شعور کی استعداد موجود ہو اللہ کے یہاں مومن

قبل ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدم کر دیا گیا ہے اور پوری کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ خواہ وہ ہمارے نقطہ نظر سے بھلا ہو یا بُرا، انصاف ہو یا ظلم، خوشنما ہو یا بدنامہ ہر حال تقدیر الہی کے تحت ہوتا ہے۔ وہ اللہ جل شانہ کے اس ہر گہرہ فیصلے سے مربوط ہے جو خلق کو پیدا کرنے سے پہلے وہ صادر فرما چکا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ کے وجود پر ایمان رکھنا حقیقت میں ایمان نہیں ہے۔ نہ صرف یہ ایمان ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسولوں کے وجود کو تسلیم کریں مگر ان چیزوں کو تسلیم نہ کریں جن کی تفصیل اس حدیث میں بیان ہوئی۔ ان تمام چیزوں پر پختہ عقیدہ اور یقین محکم

ایسی لازمی شے ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی چیز پر ایمان نہ رہے اور باقی چیزوں پر ایمان موجود ہو تو یہ ایمان کا عدم ہو گا۔ ناقابل قبول ہو گا۔ ان میں سے ہر چیز پر

کامل یقین اتنا ہی ضروری ہے جتنا خدا پر یا اس کے رسولوں پر یقین رکھنا۔ ان سب کی حیثیت ویسی ہی سمجھنے جیسے نماز میں رکوع اور سجدہ اور تلاوت قرآن۔ ہم رکوع نہ

کریں باقی تمام ارکان صلوٰۃ ادا کر دیں تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ ہماری نماز تو ہو گئی مگر ناقص ہوئی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ہماری نماز مہربے سے ہوئی ہی نہیں۔ یا ہم رکوع اور سجدہ تو سب کر لیں مگر انھیں نہ ٹھہریں تب بھی ہی معاملہ ہے۔

لہذا ہم میں سے ہر شخص کو بڑی احتیاط اور دیانت کے ساتھ اپنے دل و دماغ کو مٹول لینا چاہیے کہ ان میں مذکورہ تمام چیزوں پر یقین و اذعان کی کیفیت موجود ہے یا نہیں۔ ایسا تو نہیں کہ زمانے کی ہو یا باطل فلسفے یا ظاہر فریب

منظریات اندر ہی اندر ہمارے ایمان کی جڑیں کھود چکے ہوں۔ بنیادیں کھوکھلی کر چکے ہوں۔ ایسا تو نہیں کہ فرشتوں یا آسمانی کتابوں یا تقدیر کے بارے میں ہمارے اندر یہ یقینی

تھمس آئی ہو۔ ہم تدبیر اور اسباب و علل کی منطلق میں غلبہ کر کے اس باطل خیال کے دام میں پھنس گئے ہوں کہ تقدیر تو ایک مفروضہ ہے یا ملٹنگہ تو ان فطری توانائیوں کیلئے

خارجی کا تصور دھندلا گیا ہے۔ دب گیا ہے۔ وسواس اور بے یقینی کا بہت بھاری بھاری ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے ایمان کی درستگی کے لئے اس تصور کو نفاذ سے بچائیں اور وقتاً فوقتاً ان آیات کی تلاوت مع ترجمہ کرتے رہیں جن میں ملائکہ اور جنات اور شیطان کا ذکر آیا ہے۔ حوالوں کی احتیاج نہیں۔ قرآن میں ہر جہد اور ان کے بعد ان کا تذکرہ مل جائے گا۔ سورہ ہمزہ، سورہ تہم، سورہ یونس، قصیدت 'زخرف'، امۃ 'قر' بقرہ، آل عمران، انعام، انبیاء، قتل، مارج، حجر، نحل، فرقان، انفال، نسا، غم، غرض اکثر سورتوں میں ہمارے لئے ایمان بالملائکہ کا مطلب لکھے اور اسے ذہن میں تازہ رکھنے کا سامان موجود ہے۔

قرآن و حدیث کی محکم اور واضح اطلاع کے بعد کسی عقلی بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی لیکن عقلی سطح پر بھی خیر اور شیطانیوں کا وجود خارجی کوئی خلاف تیناں اور عجیب چیز نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں انسان جن عناصر سے بنا ہے ان سب کا ایک مبداء، مرکز اور خزانہ اس کی ذات سے الگ خارج میں بھی موجود ہے۔ مثلاً حرارت۔ برودت۔ خشکی۔ تری۔ پرہیز آدمی کے جسم میں پائی جاتی ہیں اور مادی حیثیت سے وہ مٹی اور پانی کا پیکر ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ خارج میں ان سب چیزوں کا مستقل خزانہ اور منبع موجود ہے یا نہیں۔ آگ، برف، پانی، ٹھنڈے اور گرم گیس۔ کونسی شے ہے جس کے وجود خارجی پر دلیل کی ضرورت ہو۔ پھر قیاس اور خود پھر فطرت کا اتفاقاً یہ کیوں نہ ہو گا کہ انسان کے اندر سبکی اور باری خیر اور شر، تعمیر اور تخریب، اصلاح اور فساد، غضب اور رحم، نرمی اور گرجی کے جو متضاد و متعلقہ رجحانات پائے جاتے ہیں ان کے لئے خارج میں کوئی مرکز و منبع ہو، خزانہ اور حشر نہ ہو۔ کیا ہم نہیں دیکھتے کہ طاعت اور معصیت، ظلم اور انصاف، خیر اور شر دونوں ہی طرح کے میلانات اور واسعے انسانی نفس کے اندر موجود ہیں۔ وہ کفر بھی کہتا ہے اور ایمان بھی لاتا ہے وہ شقاوت کا مرتکب بھی ہے اور رحم و درانت بھی اسکے اندر موجود ہے۔ ان دونوں عناصر معنوی کے لئے کوئی خارجی اور مستقل بالذات مبداء و مخزن آخر کیوں نہ ہو گا جب کہ تمام

ان لیا جائے حالانکہ وہ بعض صفات کمال کا انکار بھی کر رہا ہو۔ مثلاً ایک پڑھ لکھا کچھ دار آدمی اگر یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ خالق و مالک تو ہے مگر اس کا منشا کو پیار کر کے وہ کچھ بڑبڑھا ہے اور اب یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے اس کے ارادے مضی اختیار و قدرت اور پسند ناپسند کا کوئی تعلق نہیں تو اس شخص کو حقیقت میں مومن باللہ نہیں کہیں گے بلکہ یہ اسی طرح محروم ایمان کچھ جانے کا جن طرح وہ لوگ سمجھے گئے جو بت بھی پوجتے تھے اور یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے۔ زمین سے رزق وہی آگاتا ہے۔ سمندر میں کشتیاں اسی کے حکم سے جاتی ہیں۔ وغیر ذلک۔

ملائکہ

ایمان باللہ کے بعد ایمان بالملائکہ کا ذکر فرمایا گیا۔ الملائکہ جمع ہے ملائک کی۔ اس کی اصل ہے ملائک، رجزہ لام سے پہلے، مادہ ہے اُلرکہ جس کے معنی ہیں رسالۃ دہجنا، لام ہمزے سے منقاد کر دیا گیا اور ہمزے کی حرکت ماقبل کی طرف منتقل کر کے ہمزہ حذف کر دیا گیا اس طرح مَلَک بن گیا۔ جب جمع بنائی جاتی ہے تو ہمزہ پھر لٹ آتا ہے۔ تا وجوہی میں تائید کی علامت ہے، یا تو جمع کی مناسبت سے بڑھی یا اس سے مقصود تاکید معنوی ہے۔

جس طرح انسان و حیوان خارجی وجود رکھتے ہیں۔ جسم رکھتے ہیں۔ اعضاء و جوارح رکھتے ہیں اسی طرح فرشتے بھی یہ سب رکھتے ہیں اور ان کی حیثیت ایک ذمی رشح، ذی حیات، ذی شعور و مخلوق کی ہے۔ ہمارے دور کے باطنی قریب کے بعض مفسرین قرآن نے مغربی طریقہ فکر اور مادہ پرستانہ ذہنیت سے مرعوب و مسحور ہونے کی بنا پر لفظ 'ملائکہ' کی داہنی بالٹیوں کی ہیں جو اگرچہ امت کے سوا ان عظیم میں کوئی مفسر آہ پاسکر اور ایک مجدد ترین طبقے سے باہر انھیں کوئی پذیرائی حاصل نہیں ہوئی لیکن مغرب کا تسلط اور باطل انکار کی حکومت آج پوری دنیا پر اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ نیم شعوری اور غیر شعوری طور پر یہی ملائکہ اور جنات اور شیطان جیسی چیزوں کے وجود

ہاڈی اور کیمیائی عناصر کے لئے موجود ہے۔ کم و بیش ہی حکمت عقلی کو اللہ کے رسول نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ مِنَ الْاَدَمِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ لِّمَا تَعْمَلُونَ فَاَمَّا مَلِكَةُ الشَّيْطَانِ فَاَبْعَادُ بِالشُّكْرِ وَتَكْذِيبُ بِالْحَقِّ وَامَّا مَلِكَةُ الْمَلِكِ فَاَبْعَادُ بِالْخَيْرِ وَتَصْلَابُ بِالْحَقِّ (ابن آدم کے ساتھ شیطان کو بھی ایک قربت، ایک معنوی تعلق ہے اور فرشتوں کو بھی۔ شیطان کا تعلق اسے شکر کی طرف اور حق کو تھیلانے کی طرف لے جاتا ہے اور فرشتوں کا تعلق بھلائی کی طرف اور حق کی تہسارین کی طرف لے جاتا ہے) گویا جس طرح انسان کے اندر ہاڈی اور کیمیائی عناصر موجود ہیں اسی طرح شہر اور صبر کے تصدین اور کذب کے عناصر موجود ہیں۔ لہذا ان عناصر کا خارجی سرچشمہ، خزانہ اور منبع و مبداء اسی طرح موجود ہونا چاہیے جس طرح ہاڈی اور کیمیائی عناصر کا خزانہ بھلائی انیسوں کے ساتھ موجود ہے۔ یہ خزانہ عقل اور نقلاً ہر طرح ذی جسم ہے موجود فی الخارج ہے۔ ذی روح نذی شعور ہے کیوں کہ نیکی اور بدی کا تعلق شعور ہی سے ہے اور ہم غری شعور اشیاء کی کسی بھی حالت کو نیک یا بد نہیں کہتے۔ پانی گرمی یا سردی، بخارات میں تبدیل ہو جائے یا ٹھنڈک یا گرمی بن جائے نہ اس میں کوئی نیکی ہے نہ بدی۔ ہاں آدمی جو شمس میں اگر کسی کو خواہ مخواہ قتل کر دے یا رحم کھا کر زور و جواہر بخش دے تو ان دونوں حالتوں کے لئے ہم بھلائی اور برائی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں کیونکہ انسان ذی شعور ہے اور شعور ہی وہ چیز ہے جو انقلاب احوال اور تغیرات کو خیر اور شر کے خاتون میں بانٹتا ہے لہذا ملتا جلتا اور جنسیت یا شیطان کا باشعور ہونا آتما ہی تشریح قیاس اور قائل فہم ہے جتنا مٹی انرا گ کا بے شعور ہونا۔ حضور کی ایک اور حدیث ہے۔ ما منکم من احل الله ذنبا و قد اکل بہ قرینہ من الجن (ای شیطان) و قرینہ من الملائکة قد لولوا و ایاک یا رسول الله قال و ایاک و لکن الله اعانتی علیہ فاسلم قولا یا صرخی اللہ بالخیر۔

ہم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک زندگی بھر کا ساتھی جنات میں سے اور ایک فرشتوں میں سے لگا ہوا ہے۔ اس پر صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی؟ حضور نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ نے اپنی مدد سے مجھے اس پر غلبہ عطا کر دیا ہے اور وہ فرمانبردار بن گیا ہے چنانچہ مجھے بھلائی کے سواہ کسی بات کی ترغیب نہیں دیتا، جن سے مراد یہاں شیطان ہے۔ شیطان کا جنات میں سے ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ وَرَاٰ ذُنُوبَهُ لَللّٰهِ الْمَلٰٓئِکَةُ اسْتَجِدُّوْا لِذٰلِکَ مِنْ فَسْحٰدِ الْاَنْفُسِ الْوَالِحٰتِ اِنَّھُنَّ رَاٰوْجِبَہُمْ نَفْسُوْنَ سے کہا کہ آدم کو مسجد کہہ دو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے حکم عذر لی کی جو حق کی قسم سے تھا) اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ شیطان کی ذرّیات ہیں۔ چلے چلتے ہیں۔ شاگرد اور مرید ہیں۔ سورہ انفک میں فرمایا گیا۔ وَکُنَّا لَکَ جَعَلْنَا لَکَ نِسِیَ عَسَاۗءِ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلَیْہِمْ اَنْ یَّحِیُّوْا (اور اسی طرح (سب) کیا ہے ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں اور جنوں کے شیطاں کو) انسانی شیطاںوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذرّہ بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اور جناتی شیطاںوں سے مراد وہ جن ہیں جو اپنے بچہ احمد المیس علیہ اللعنة کی پیروی میں مخلوق خدا کو مہرائی کی راہ پر لگاتے اور اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ انھی کو ذرّہ یا جنات شیطانی کہا جاتا ہے۔ ان میں ہی سے ایک ہر آدمی کے ساتھ لگا ہوا ہے جو ہر وقت اس نگر میں رہتا ہے کہ اسے گناہ کی طرف لے جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن مغرب زدہ مسلمانوں کے عقل سے جنات و ملائکہ کا وجود خارجی کسی طرح نہیں اترتا وہ عربیت کا شرکار ہیں ورنہ عقل و منطق کے لحاظ سے بھی جنات و ملائکہ کے خارجی وجود اور ذی شعور مخلوق ہونے میں کوئی استبعاد نہیں، کوئی پیچیدگی نہیں۔ پھر جب اللہ اور رسول واضح الفاظ میں بار بار اس کی اطلاع دے رہے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس قسم کے مسلمان ہیں جو اس پر مطمئن نہیں ہوتے۔ یہ تفصیل بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ شکی

اور باری، طاعت اور معصیت کے سلسلے میں جنات کو تو اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی اختیار دے رکھا ہے جیسا انسانوں کو۔ ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ اطاعت کیش بھی ہیں اور نافرمان بھی۔ لیکن فرشتوں کا یہ معاملہ نہیں۔ وہ صرف فرمانبردار ہیں۔ طاعت گزار ہیں۔ حکمِ خدا ولی ان سے ممکن ہی نہیں۔ اَلَّذِیْنَ یُعْبُدُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ بِهِمْ لَا یُعْبُدُونَ مَا یُرْوَدُونَ (جس چیز کا اللہ انہیں حکم دے اس کی تائید مافی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا حکم دیا جائے۔ سورہ تحریم) یہی مضمون شترآن میں متعدد جگہ بیان ہوا ہے۔

اب اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات صاف ہو گئی کہ ایمان بالملئکۃ کا کیا مطلب ہے۔ جس طرح "اللہ پر ایمان" کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس کا محض وجود تسلیم کر لیا جائے اسی طرح فرشتوں کا محض وجود تسلیم کر لینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ ایمان بالملئکۃ کے تقاضے پورے ہو گئے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ ملائکہ ان تمام اوصاف اور خصوصیات کے حامل ہیں جو اللہ ہی اللہ اور رسولؐ نے کی ہے۔ اگر ایک شخص کو قرآن و حدیث کا علم حاصل نہیں ہوا تب تو اس کے لئے یہ محض ایمان ہی کافی ہے کہ فرشتے اللہ کی ایک مخلوق ہیں اور جو کچھ اللہ اور رسولؐ نے ان کے بارے میں بتایا ہو وہی حق ہے۔ لیکن جو لوگ قرآن و حدیث کا مطالعہ کئے ہوئے ہیں ان کے لئے تفصیلی عقیدہ بھی ضروری ہے۔ اگر وہ لفظ "ملئکۃ" کی کوئی ایسی تشریح و تعبیر کریں گے جو نسخ و تحریف کے دائرے میں آئے گی تو یہ فعل حقیقت میں "ایمان بالملئکۃ" سے گریز اور انحراف کا جم معنی ہو گا۔ اس کی واپسی تو جہات کرنا کہ ملائکہ تو دراصل ان طبعی قوتوں کا نام ہے جو نظامِ فطرت میں کیمیائی نوع کی کارفرمائی کر رہی ہیں یا وہ محض استعارہ ہے اوصافِ آہستہ کے لئے وغیر ذلک قرآن و حدیث سے ٹھیک کرنا ہے جس کا نتیجہ آخرت میں بڑا خطرناک بھی نکل سکتا ہے۔ و لہذا بالذکر من ضرور انفا

علمائے حق

اور ان کے مجاہدانہ کارنامے

مولانا سید محمد میاں کی اس کتاب نے جو شہرت مقبولیت حاصل کی محتاج بیان نہیں۔ مدت سے یہ نایاب تھی۔ اب کچھ نسخے خاص ذرائع سے تیار ہو گئے ہیں۔ شائقینِ مدقع سے فائدہ اٹھائیں۔ دو جلدوں میں مکمل۔ قیمت گیارہ روپے۔

محمد بن عبدالوہاب

ایک منظم اور بدنام مصلح

زمانہ بعض شخصیتوں کے ساتھ کسی بے انصافی کرتا ہے اس کی ایک عبرت ناک کہانی۔ وہ ایک درد مند اور خدا پرست مصلح تھے مگر انھیں غلط طور پر بدنام کیا گیا۔ آج بعض حلقوں میں "وہابی" ایک گالی بن گیا ہے۔ مولانا مسعود الہمدانی کے قلم سے اس کہانی کو علم و تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت — تین روپے۔

سوانح حضرت ابوذر غفاری

صحابی جلیل کے تذکرہ و سوانح میں مولانا مناظر حسن گیلانی کی شہرت یافتہ تالیف۔ تاریخی و علمی جو اہم بیرون کا خزانہ۔ قیمت — ڈیڑھ روپے۔

اعمال قرآنی مترجم

مولانا اشرف علی کی یہ مفید کتاب قرآن کے حنفی اسرار کا گنجینہ ہے۔ ہر قسم کے زوائد و اثر عملیات کا گلدستہ۔ بعد کی اشاعتوں میں لوگوں نے اس کتاب کو مختصر کر دیا ہے مگر ہم آج بھی آپ کو اصلی مکمل ایڈیشن پیش کر سکتے ہیں۔ تینوں حصے بچھا مکمل۔ قیمت — ڈیڑھ روپے (مجلد — ڈھائی روپے)

مکتبہ تجلی۔ دیوبند (دیوبند)

استفسار

اے عرب بھائیو! تم کو کیا ہو گیا؟

کچھ بتاؤ تو الفتح کے عنازیو
شرقِ اردن کے اے فوجیو! شہریو

یہ سوالات ہر ذہن کا کر بے ہیں	روح کا درد ہیں، قلب پر ضرب ہیں
مال کس کا نٹا! خون کس کا بہا	کون زخمی ہوا کس نے زخمی کیا
ہار کس کی ہوئی کون فاتح بنا	کس نے مارا ہے، یہ کون مارا گیا
یہ سلگتے ہوئے، بام و در کس کے ہیں	اُجڑے اُجڑے ہوئے سے یہ گھر کس کے ہیں
شہر و دیہات کس کے ہیں تم کون ہو	کس نے لوٹا ہے یہ کس کی میراث کو
کس کھیتوں کو ویرانیاں کھا گئیں	کس کے خرمین پہ یہ بجلیاں چھا گئیں
ہسپتالوں سے اُٹھتا ہوا یہ دھواں	یہ شکتہ مساجد یہ ویرانیاں
کاخ و ایوان پہ چھائی ہوئی تیرگی	جھونپڑوں میں در آئی ہوئی تیرگی
یہ جواں اپنے خون میں نہاے ہوئے	گوگیاں اپنے سینوں پہ کھائے ہوئے

پھول عارض کے کھلا گئے دیکھنا
ہائے کیا چاند گہنا گئے دیکھنا

خاک پر کیسے کیسے ستارے گرے
کس کے بچوں کو کیس نے تڑپا دیا
بیٹیاں کس کی یہ بے ردا ہو گئیں
کتنی مانگوں میں ارب خاک ہے دھول ہے
یہ چٹائیں سہاگوں کی جسکتی ہوئیں
سرخ شعلوں کی بس اتنی ہی ساکھ ہے
چہرے چہرے پہ خاکِ قضا مل گئی
یک بیک ایک مخترب پسا ہو گیا
مارنے والو! یہ کیسے طوفان تھے

دھول بن بن کے کیا ماہ پائے گرے
قطرے قطرے کو پانی کے ترسا دیا
پتیاں شاخ گل سے جدا ہو گئیں
کس سے پوچھے کوئی کس کی یہ بھول ہے
آرزو نہیں کراہوں میں ڈھلتی ہوئیں
آج حدِ نظر راکھ ہی راکھ ہے
ہائے کیا آگ تھی زندگی جس مل گئی
دیکھتے دیکھتے کیا سے کیا ہو گیا
مرنے والے بھی آخر مسلمان تھے

کچھ بتاؤ تو الفسج کے غازیو!
شرقِ اردن کے لے فوجیو! شہریو!
کچھ کہو کون کس پر فدا ہو گیا
لے عرب بھائیو! تم کو کیا ہو گیا؟



سید قطب

مصر کے جمال عبدالناصر ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پوری دنیا ان کے اتم اور نصابی مدرسے کو سچ ہی ہے۔ آج ہم اس عظیم قطب کو بھی یاد کریں جسے اسی موت سے تقریباً چار سال پہلے مرحوم عبدالناصر نے چھانی پر چڑھایا تھا اور پچاس ہزار انوائی جیلوں میں بند اپنے غرض کی منظوری کو بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔ اب قاتل اور مقتول دونوں اُس دنیا میں پہنچ چکے ہیں جہاں نہ صدر جمہوریہ مند کی سفارش کا آسکتی ہے نہ کو سبھی کے آئینہ درخشاہوں کے احتجاج نہ خواہ کا فوج۔ جہاں نہ قوم پرستی کا آسکتی ہے نہ آسمان بند۔ جہاں نہ نہر سوئز کا کوئی مقابلہ نہ نہ نہر سوئز کا کوئی مقابلہ۔ وہاں تو سب یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون خدا کی فرمانبرداری کا کتنا سراہا ساتھ لایا ہے اور کس کے دامن پر کرسی کے کئے واقع ہیں۔ (دبلی)

ادب کے چاند نار سے بن گئے۔ سید قطب ان سب میں بڑے تھے۔ عمر کے لحاظ سے بھی اور تہ سے اعتبار سے بھی۔ سید صاحب محض مہینہ یا مضمون نگار ہی نہ تھے یہ سطور اور خطوط کے تنگ دامن میں مصروف رہتے اور کتابوں کے صفحات میں ہی ان کی شخصیت کی جلوہ گری ہوتی اور نہ کوئی اس طرح کے مفکر تھے کہ فکر و خیال کی پہنائیوں میں غوطے لگاتے یا متغیر نغمے کی کیا ریوں میں ہی چلکے رہتے وہ تو ایک زندہ اور جان دار شخصیت تھے وہ ایک بہادر اور باجیصلہ انسان تھے اور سماجی کے معاملات سے براہ راست تعرض کرتے تھے۔

اشتراکیت کا مطالعہ

اسلام کے اجتماعی نظام کا مطالعہ کرتے ہوئے سید صاحب نے پوری دقت نظر کے ساتھ اشتراکیت کا بھی مطالعہ کیا اور بہت سے اشتراکیوں کو پہچاننے کی پیش کش کی نتیجہ یہ ہوا کہ سید صاحب ان سے بری طرح متنفر ہو گئے

سید قطب ۱۹۶۷ء میں سوویت اسٹیٹ کے

ایک گاؤں "موشی" میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین بہت ہی سادہ اور دین دار تھے۔ والد حافظ قرآن تھے اور ماں قرأت سننے کی سے حاشوقین تھیں۔ ریڈیو اور گراموفون پر تلاوت قرآن سنانا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ سید قطب پر ان کا کافی دنوں سایہ رہا۔ یہاں تک کہ تاہرہ بن سپرد خاک ہوئیں۔ سید قطب کی ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے ایک کتب میں ہوئی۔ قرآن پاک بھی وہیں حفظ کیا۔ پھر وہ قاہرہ چلے آئے اور دارالعلوم کے مدرسہ اعدادیہ میں داخل ہو گئے پھر کچھ دنوں بعد دارالعلوم کالج میں داخلہ لے لیا وہاں سے فراغت کے بعد ٹریننگ کالج میں کچھ دن گزارے۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم کی سند فراغت اور ڈپلوما ان ایجوکیشن حاصل کر لیا۔ ان کے بھائی محمد قطب بھی تاہرہ آکر ان کے ساتھ تعلیم میں لگ گئے۔ سید قطب نے اپنی والدہ ماجدہ اور دونوں بہنوں آئینہ اور حمیدہ کو بھی دہلی بلایا۔ اس طرح یہ چاروں حیرت

کرنے کا پروگرام بنانے لگے جو عقیدے کے گہوارے میں پروان چڑھے اور اخلاق کے سانچوں میں ڈھل جائے جو علم و معرفت کے موتوں سے سیرایت ہو اور صحت و قوت کے خزانوں سے بھر پور ہو۔ چنانچہ امریکہ کے زمانہ قیام میں وہ بڑی بڑی ای کاموں میں مصروف ہوتے اور ایک مسلم نسل تیار کرنے کی اسکیم سوچتے رہے۔ امریکہ ہی میں انھوں نے عزم کیا کہ مصر واپس ہوتے ہی پورے زور و شور سے اسلامی سرگرمیاں شروع کر دیں گے اور ایک ایسی اسلامی تنظیم قائم کریں گے جو اس مقصد کو لے کر آگے بڑھے اور دعوت کے لئے بالکل یکسو ہو کر پوری قوت کے ساتھ کام کو زیادہ سے زیادہ صحت دے اس قدر عجیب بات ہے کہ اسلام کے لئے جدوجہد کرنے کا یہ بے پناہ عزم اور یہ پُر جوش تڑپ ان کے سینے میں موجزن ہوتی ہے امریکہ کے انسانیت سوز اور ایمان دشمن ماحول میں۔

اخوان المسلمون و اسلامی

امریکہ سے واپسی پر سید صاحب نے اپنے کسی دوست کے سامنے تنظیم اسلامی کے قیام کے سلسلے میں ان عزائم کا اظہار کیا جو وہ امریکہ سے لے کر چلے تھے اور اس سلسلے میں اپنے نقطہ نظر اور نقشہ کار کی بھی وضاحت کی۔ دوست نے اس موقع پر سید صاحب کے سامنے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ عرصے سے ایک جماعت مصر میں اس مقصد کے لئے کوشاں ہے اور قریب قریب انھی خطوط پر بہت بہتر انداز سے سرگرم عمل ہے اور وہ ہے "تحریک اخوان المسلمون"۔ بجائے اس کے کہ آپ کوئی نئی جماعت قائم کریں اسی جماعت میں شامل ہو جائیں تو بہتر ہو گا کیونکہ یہ جماعت پہلے سے منظم ہے اور دعوتی میدان میں کام بھی کر رہی ہے۔ سید صاحب نے اس کے دوستوں نے یہ بھی بتا رکھا تھا کہ امام حسن البنا نے ان کی کتاب طبع کرائی تھی اور اس کے لئے ہمیشہ لفظ بھی تحریر نہ رہا تھا۔ امام حسن البنا کی شہادت اور اخوان کی منظوریوں کی سرگزشت بھی ان کے کانوں میں طرہ جلی تھی۔

اشتراکیت کی حقیقت سامنے آنے پر انھیں اندازہ ہوا کہ یہ زمانہ انسانیت کے لئے ایک بلا ہے بے دباں ہے۔ یہ پریشانیوں کا محل نہیں بلکہ بربادیوں کا پیش خم ہے چنانچہ اسلام کی حمایت میں اب وہ اور زیادہ سرگرم ہو گئے۔ اشتراکیت کے گہرے مطالعے اور اشتراکی لیڈروں کے قریبی مشاہدے نے ان کے استدلال میں اور زیادہ زور پیدا کر دیا اور اب وہ اشتراکیت کے لئے ایک خنجر بے نیام اور آگ بیخ بے امان بن گئے یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ سید صاحب کی کتابوں سے بڑی طرح خائف رہتے اور ان کی ہر تحریر سے اپنے لئے خطرہ محسوس کرتے وزارت تعلیم و تربیت میں آنے سے پہلے سید صاحب پر برتری کرتے رہے اور شہرت و نیک نامی و زاد بدن بڑھتی ہی رہی یہاں تک کہ وہ وزارت تعلیم کے نگران اعلیٰ بن گئے جو ایک غیر معمولی عہدہ تھا۔ پھر وزارت نے جدید نظام تعلیم و تربیت کے مطالعے کیلئے سید صاحب کو امریکہ بھیجے گا فیصلہ کیا چنانچہ ۱۹۶۸ء میں وہ امریکہ روانہ ہو گئے۔

امریکی نظام کا مطالعہ

سید صاحب کا سفر امریکہ دراصل ایک نہری منبع تھا جو ان کے لئے غیب سے فراہم کیا گیا تھا تاکہ اشتراکیت کا اچھی طرح جائزہ لے چکنے کے بعد اب وہ سرمایہ دارانہ نظام زندگی کا قریبے جا کر مشاہدہ کریں۔ چنانچہ سید صاحب نے بہت ہی غائبانہ اور ناستدانہ نگاہ سے امریکی ماحول اور دباؤں کے تہذیب و تمدن کا جائزہ لیا اور امریکہ کی ہر چیز کو اسلام کی ترازو میں تول کر دیکھا اس طرح امریکی تہذیب اپنی ساری اشتراکات اور تمام دل فریبیوں کے باوجود بھی ان کی نگاہ میں خیرہ نہ کر سکیں۔ اس کے برعکس انھیں واضح طور پر محسوس ہوا کہ امریکی نظام فطرت کا دشمن اور انسانیت کا ہرن ہے جو انسان کو بالکل مفلوج اور ناکارہ بنا کر چھوڑ دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ امریکہ کے زمانہ قیام میں ہی کوئی منظم اسلامی تحریک چلانے اور ایک ایسی مسلم نسل تیار

سید صاحب تحریک دعوت اسلامی سے وابستہ
 مہم کے تودہ سے بھائی بہنوں نے بھی اسی کا ساتھ دیا۔ اس
 طرح اس تودہ نے گھرانے کی سرگرمیاں دعوتی کاموں کیلئے
 وقف ہو گئیں۔ یہ لوگ دعوتی میدان میں جدوجہد کرتے
 اور شاہکار ادب اسلامی کی تخلیق کرتے۔ یہاں تک کہ عربی
 ادب اسلامی میں بالکل ایک نئے رنگ کا اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ
 سید صاحب کے بھائی محمد قطب اور بہن امینہ قطب کے قلم
 سے متعدد ایسی کتابیں سامنے آئیں جنہیں بلاشبہ ادب اسلامی
 کا شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ رہیں مجددہ قطب تو اگرچہ ان
 کی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہمارے ہاتھوں میں نہ پہنچ سکی،
 لیکن ان کی دعوتی سرگرمیاں انتہائی اہم اور ناقابل فراموش
 ہیں اور ان سارے ہی لوگوں کی رہنمائی و سربراہی کا سہرا ملنا
 شہید سید قطب کے سر ہے۔

۱۹۵۲ء میں جب مصر کے اندر انقلاب آیا تو ان
 مسلمانوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بہت سی اسکیمیں
 اور تجاویز پیش کیں۔ تعلیم، معاشرہ، صنعت، زراعت، ہرجیز
 کے سلسلے میں منصوبے بنانے، انھی اسکیموں میں ایک زرعی
 اسکیم تھی۔ تحریک آزادی کے سلسلے میں خاصا وسیع پروگرام
 تیار کیا گیا۔ اس موقع پر جو خوانی کارکن تعلیمات سے متعلق
 تھے۔ سید صاحب ان کے ساتھ ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے
 مل کر مصر میں دینی تعلیم کو نئے رخ دینے کے لئے ایک ایسا پروگرام
 بنایا جس میں ملک کے سارے رجحانات اور تمام نقطہ نظر
 کی پوری رعایت موجود تھی، مگر یہ پروگرام اور یہ نقشے
 وزارتی کونسل کے طاق نسیاں کی ہی زینت بن کر رہ گئے۔

دور ابتلاء اور شہادت

پھر ان کے دور ابتلاء کا آغاز ہوتا ہے اور ۱۲
 جنوری ۱۹۵۲ء میں سید قطب اور ان کے انخوان قید و
 بند کا شکار ہو جاتے ہیں، مگر کچھ ہی عرصے بعد ۲۵ مارچ
 ۱۹۵۲ء میں رہا کر دیئے جاتے ہیں قید و بند کا یہ زمانہ
 مختصر رہا، قید کئے جانے والے بھی تھوڑے تھے اور اس

قید و بند میں سختیاں اور اذیتیں بھی نہ تھیں، پھر ۵ مارچ ۱۹۵۲ء
 میں تحریک انخوان کی قیادت سے سید قطب شہید کو ہفتہ
 وار رسالہ "انخوان المسلمون" کا چیف ایڈیٹر بنا دیا مگر ابھی
 کچھ ہی دنوں وہ یہ خدمت انجام دے سکے تھے کہ ۱۹ مارچ
 ۱۹۵۲ء میں یہ رسالہ خلاف قانون قرار دیا گیا۔
 ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں جمال عبدالناصر نے دنیا کے
 اسٹیج پر ایک ڈرامہ پیش کیا جس کے بعد پھر انخوان کی زبرد
 کو بے شرم و بے رحمی اور ہزاروں انخوان آہستہ آہستہ کے
 پیچھے ڈال دیئے گئے۔ سید صاحب بھی آخر اکتوبر ۱۹۵۲ء
 میں نظر بند کر دیئے گئے۔

۱۹۵۷ء سے لے کر ۱۹۶۲ء تک کا طویل عرصہ سید
 صاحب کو جیل کی وحشت ناکیوں میں ہی گزارنا پڑا۔ یہاں تک
 کہ شاہ عراقی عبدالسلام عارف بیچ میں پڑے اور سید صاحب
 کو بازیابی صحت کے نام پر رہائی مل گئی جب کہ جیل میں
 انتہائی ماتم انگیز اور شرمناک مظالم سے بھرنے والے سید صاحب
 بڑی ہی جھلک ساریوں کا شکار ہو چکے تھے۔ دس سال کے
 بعد سید صاحب گھر پہنچے تو حکومت وقت کے ذمہ دار
 ترین لوگوں میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور بولا آپ
 کا فرض ہے کہ عالی جاہ صدر مملکت جمال عبدالناصر سے
 ملاقات کی درخواست کریں نیز ان کی خدمت میں ہدیہ
 شکر پیش کریں کہ انھوں نے آپ کے ساتھ درگزر سے
 کام لیا۔

سید صاحب نے پوری بے خوفی کے ساتھ جواب دیا
 جب کہ انھیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ یہ بات صدر ناصر
 کے کانوں تک نہ پہنچ کر رہے گی میں اس ہاتھ سے مصافحہ
 کرنا کوئی کٹر گوارا کر سکتا ہوں جو بے گناہ انخوان کے خون
 سے رنگین ہے اور میں نے تودہ گذر کرنے یا قید سے رہائی
 دینے کی خواہش کی نہ تھی۔

سید صاحب کا جرات مندانہ جواب مذکورہ ذمہ دار
 افسر بالکل ہکا بکارہ گیا اور پھر اس کے منہ سے کوئی بات نکلی۔
 اسیری کے دور میں سید صاحب کی کتابیں برابر چھپی رہیں۔

اور نہ صرف عالم اسلام بلکہ یورپ اور امریکہ میں بھی پوری تیزی سے پھیلتی اور ہاتھوں ہاتھ لائی جاتی رہیں۔ چنانچہ ان کے علاوہ دیگر کتابوں سے ایک وسیع حلقے میں انتہائی بڑے اور اسلامی شعور بیدار ہو گیا۔ ان کتابوں نے بے پناہ اکثریت کو اپنی طرف متوجہ کیا اور ہزاروں تعلیمی اداروں اور انسانی فکر کی مجمع دل افزوں پر پردہ اندازہ ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ مہر میں اس سر بھرے طاقت کی شہرہ آفاق فتنہ انگیزوں اور قید و بند کی ناقابل برداشت قیدیوں کے باوجود ان کتابوں کا سخت رد عمل ہوا۔

ان کے ایسی کلمہ حق نے انہیں دوبارہ قید و بند میں مبتلا کر دیا اور یہی قید و بند ان کے لئے شہادت کا پیمانہ لایا۔

سید صاحب نے پھانسی کا حکم سننے والی فوجی عدالت سے یہ یادگار فقرے کہے۔

”مجھے معلوم تھا کہ حکومت اس دفعہ میرا سچا ہی ہے لہذا میں اس پر نام نہیں اور نہ مجھے اپنی وفات کا غم ہے۔ جلا اس سے بڑھ کر میرے لئے سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں دعوت حق کی راہ میں کام آ جاؤں۔ مستقبل کے مودع جلد ہی اس بات کا فیصلہ کر دیں گے کہ راہ راست پر کون تھا۔ افران یا حکومت وقت کا نظام۔“

اور ۲۸ اگست ۱۹۵۷ء کو صبح کے وقت اللہ کا یہ سپاہی اپنی منزل طے کر کے اپنے رب کے حضور پوری شان و بندگان کے ساتھ پہنچ گیا۔

قطب خاندان کے دوسرے افراد

اس مسلم گھرانے کے دوسرے فرد الاستاذ محمد قطب ہیں جن کے سلسلے میں الاستاذ ملال الفاسی کا یہ تاثر سنا آیا ہے۔

”میں اس شخص کو سرزمین مصر کا پہلا اسلامی مفکر سمجھتا ہوں جس کو صحیح معنوں میں یہ خطاب زیب

دینا ہے۔“

اس موقع پر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ محمد قطب ایک عظیم مفکر ہی نہ تھے وہ ایک سرگرم داعی اسلام بھی تھے جن کی پوری زندگی سرتا سر جہاد تھی انہوں نے قلم سے بھی جہاد کیا۔ مال سے بھی جہاد کیا جان بدل سے بھی جہاد کیا اور پھر لگا لگا ہوں نے محسوس طور پر دیکھا کہ وہ شہادت کے سرخ جام پہنچنے سے لگاتار شہداء کی صف میں جا ملے۔ وہ ۱۹۵۷ء میں جیل گئے اور پھر ۱۹۵۶ء میں برہا ہوئے۔ اس سے قبل وہ وزارت تعلیم میں شعبہ ثقافت کے انچارج بھی رہ چکے تھے۔ ان کے شعبہ بار اور گہرا نشان قلم سے اسلامی موضوعات پر انتہائی اہم تعینقات سامنے آئیں جن میں سب سے آخری تصنیف ”جاہلیۃ القرن العشرين“ ہے۔ اس کے علاوہ سید صاحب کی کتابوں کو زور و طبع سے آراستہ کرنے کا اہتمام بھی ہی کرتے۔ بہن امینہ قطب کے باطل سوز قلم سے بھی متعدد ادبی کتابیں ہمارے ہاتھوں میں پہنچیں جو انتہائی جاندار اور حرارت آسانی سے پھر پور ہیں۔ بہن حمیدہ قطب کے قلم سے نکلی ہوئی کتاب اگرچہ ہم تک نہ پہنچ سکی لیکن دعوت دین کے سلسلے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اخوانی گھرانوں کی نمکساری و دستگیری کے سلسلے میں بھی ان کی سرگرمیاں بھلائی نہیں جا سکتیں۔ اس مثال کے پانچویں فرد شہید رفعت بکر شافعی ہیں جو سید صاحب کی بڑی بہن کے لائق فرزند تھے۔ دعوت دین کی سرگرمیوں اور جہاد کی ہنگامہ خیزوں میں یہ بھی آخر دم تک اپنے ان بزرگوں کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ جہاد شہادت نوش کر کے زمرہ شہداء میں شامل ہو گئے۔

دین و ملت کے سرخ پر اپنے انداز فکر کو ٹھیک اسلامی بنائے
سوپور (کشمیر) کا ہفت سزا

ترجمان الحق

مطالعہ فرمائیے۔ نیو نے کیلئے اس پتے پر لکھیے۔
ترجمان الحق۔ اسلامک اسٹڈی سمرکل۔ سوپور (کشمیر)

انتخاب جنگ

یہ پاکستان ہے!

چھینا چھپی کا نتیجہ ابتری و ابستری
 رہبری کی دل کشی میں ظالمانہ رہسزنی
 زور پر ہے رہنماؤں کی بدولت شاعری
 بعض ایٹا، خفی ہیں بعض ایٹا، جلی
 اس زمانے کے سعادت یار خاں ہیں مولوی
 یسلی بھٹو، قصوری کو اڑا کر لے گئی
 تحفہ ناپیز ہے لیکن مدیر ہفتگی
 ہر کوئی اس کا شناسا، ہر کسی کو آہی
 شیوہ اس کا چا پلوسی، کام اس کا خبثت
 چہرے مہرے پر سیہ داڑھی مگر استاد جی

نتہی ہے ان کی آدیزش کا جنگ زرگری
 دست و بازو کے تصادم تک سیاسی اختلاف؟
 کچھ دنوں میں ہونے والا ہے عوامی انتخاب
 ایک جانب ہیں ردیفیں ایک جانب قافیے
 بھوگوئی کے ہیں رسیا مفتیان مسخ رو
 آٹے میں سینہ چاکاں چمن سے سینہ چاک
 جھانجھ ہیں اک تازہ اردو روزنامہ کے مدیر
 ملک کے خورد و کلاں پر اس کی سیرت آشکار
 سے برسے نوازی ذات اس کی بات اسکے اول قول
 منبر و محراب کے بہروپ میں جنگ و رباب

"چھوٹی چھوٹی رنجشیں اک حادثہ سا بن گئیں"

شیخ صاحب کی ختم سے دوستی جاتی رہی

شاد و شاد ختمیہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبہا تھانوی قدس سرہ کی مشہور معروف تفسیر
 قرآن مجید میں تفسیر القرآن و علمہ
 تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن مجید کو سمجھ سکے

تفسیر بیان القرآن

اصل نسخہ مطبوعہ تھانہ بھون فوٹو آفسیٹ کے ذریعے

مثالی خوبیوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے

تقریباً چالیس سال سے یہ تفسیر بیشتر مقامات سے بار بار شائع ہو چکی اور شائع ہو رہی ہے۔ لیکن جس جی انتظام اور خوبیوں کے ساتھ حضرت تھانوی نے اپنی نگراںی میں تھانہ بھون سے شائع کرائی تھی آج تک کوئی دوسرا مطبع شائع نہیں کر سکا۔
 آج کل کے حالات اس بارہ تفسیر دہریہ تھانہ بھون کے مطبوعہ اصل نسخے کا فوٹو لے کر نہایت سونپا سا نسخہ پربانہ پربانہ پر گرام کی شکل میں طبع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

طریق اشاعت

- ۱۔ اشاعتی پروگرام میں شریک ہونے کے لئے صرف ایک روپیہ نہیں مہرہی اور سال کر کے اپنا نام و پتہ خریداروں کے دفتر میں درج کرالیں۔
- ۲۔ قیمت فی جلد تین روپے محصول ڈاک ایک روپیہ چالیس پیسے۔ کل چار روپے چالیس پیسے۔
- ۳۔ صبراً ان کو ہر دوسرے ماہ ایک جلد حضرت تھانوی کے نسخے میں بذریعہ دکانی ارسال کی جائے گی۔ محصول ڈاک معاف ہوگا۔
- ۴۔ مکمل تفسیر ۲۲ جلدوں میں تیار ہوگی۔ ہر ایک جلد میں تقریباً سو پارے کی تفسیر ہوگی۔
- ۵۔ پانچ اجاب مل کر ایک تے پر پانچ جلدیں طلب کریں گے تو صرف ساڑھے بارہ روپے میں پیش کی جائیں گی۔
- ۶۔ ارجح حضرت اور تاجران کتب کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔ معاملات خط و کتابت سے طے فرمائیں۔

تبعاً و بوجہ کا طالب

نیچر ادارہ تفسیر دیوبند (دیوبند)

جناب شیخ کا نقش قدم یون بھی کہے اور یون بھی

”حقان اسلام“ کی تضاد میانیوں کے کچھ نمونے پچھلے ماہ آپسے دیکھے۔ کچھ آج دیکھئے۔ یہ لوگ خود کو ”علماء“ اور ”دانشور“ کہتے ہیں۔ ایسے ہی علم و دانش نے ملتِ مسلمہ کا بیڑا غرق کیا ہے۔ ان حضرات میں اور کوئی قدرِ مشترک ہو نہ ہو دو چیزیں یکساں طور پر مشترک ہیں۔ حماقت اور موذی دشمنی! — خدا ان پر رحم کرے۔ موذی کے ضد نے ان کے کامرہ سر کو سٹاس میں تبدیل کر دیلے۔ (دقت جلی)

(۲۶ مئی ۱۹۶۰ء)

”جمیعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ پورے ملک میں سوشلسٹ جماعتوں کے مقابلے میں اپنے امیدوار قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے کھڑے کرے گی“ اس کے بعد اب لوگوں کی یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے کہ جمیعت کا کسی سوشلسٹ جماعت سے کوئی تعلق ہے یا جمیعت اسکی ذیلی شاخ ہے۔ (مولوی محمد شریف، جنگ کراچی، ۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء)

”ہم بیلیز پارٹی سے اس لئے اتفاق کرتے ہیں کہ بھٹو ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اسلامی سوشلزم سے ان کی مراد مساداتِ محمدی ہے جس کو علمائے حق مرتب کرینگے“ (دفعہ غوث ہزاروی، مسادات، لاہور، ۲۰ اگست ۱۹۶۰ء)

”بھٹو اگر اسلامی سوشلزم کی اصطلاح ترک کر دیں تو ان سے انتہائی اتحاد و اشتراک ہو سکتا ہے۔“ (نادی نورا الحق، جنگ کراچی، ۱۷ اگست ۱۹۶۰ء)

”اسلامی اصولوں کی روشنی میں قائم کردہ اسلامی نظام کو اسلامی سوشلزم کہنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔“ (دفعہ محمود، حریت کراچی، ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

”میری رائے میں ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مسئلے کی تعبیر بھی باہر کے کسی نظریے سے مستعار لے۔“ (دفعہ محمود، ندائے ملت لاہور، ۲۲ جون ۱۹۶۹ء)

”اسلامی سوشلزم کا مقصد اسلامی نظریے پر مبنی سماجی انصاف ہے۔“ (دفعہ محمود، جنگ کراچی، ۵ جنوری ۱۹۶۰ء)

”اسلامی سوشلزم محض ایک فراڈ ہے۔“ (دفعہ محمود، ندائے ملت لاہور، ۳۰ جولائی ۱۹۶۰ء)

”اس وقت کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔“ (مولوی نعمان نوائے وقت لاہور، ۱۹ جون ۱۹۶۰ء)

”اس وقت کفر اور اسلام میں جنگ نہیں۔ جنگ سرائیہ اور اور مزدور کی ہے۔“ (مولوی اجمل نوائے وقت لاہور،

”مسٹر بھٹو نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا ہے جس کا مطلب اسلامی مساوات ہے“ دغلام غوث ہزاروی۔
”مساوات“ لاہور، ۱۹ اگست، ۱۹۷۰ء

”بھٹو اور جماعت اسلامی کے معاشی منشور میں کوئی خاص فرق نہیں۔“ دفتقی ٹیوڈ، جنگ کراچی، ۱۷ جولائی ۱۹۶۹ء
”میں نے بھٹو کا پیش کیا ہوا معاشی پروگرام نہیں پڑھا اس لیے اس پر کوئی رائے قائم کرنا بے بنیاد ہے۔“
دفتقی ٹیوڈ، جنگ کراچی، ۱۷ جولائی ۱۹۶۹ء

”عرب ممالک نے باہمی خانہ جنگی اور سر بھٹوں میں ملی اور فوجی قوت کا جائزہ لگانا معنوی پروپگنڈہ اخباری شور و غماغ کو کھیلنے شروع کیا۔ دھمکی آمیز بیانیوں اور تقریروں پر قدامت کی جس قوم کو اسلامی اخوت کا آفاقی نصب العین دیا گیا، آواز دہ قومیت اور تشنگیز جمعی لغتوں میں مصروف پرکار ہو گئی۔ جس امرت کو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔ ان کی لغت میں اسلام پر چھنا ایک طغیہ بن کر رہ گیا۔ اس نے جو پورہ مادی قوت پر اعتماد کرتے ہوئے خدا فراموشی کا راستہ اختیار کر لیا۔“ دیوسف نیوری
”اہنامہ بینات کراچی“ جولائی ۱۹۶۷ء

”عربوں کے خلاف پروپگنڈا اسلام سے غداری کے برابر ہے۔“ دفتقی ٹیوڈ، نوائے وقت لاہور، ۲۹ جون ۱۹۷۰ء

”جنگ کے بعد حالات نے جزئی کردٹ لی ہے اس سے قوی اندیشہ اس امر کا ہو گیا ہے کہ جمہوریہ مصر، شام، عراق، الجزائر، تیونس، لیبیا میں شامل ہو کر اسلامی عربی افرادیت کو کھینچیں گے، بلکہ شاہ روس کی دوستی کی قیمت ادا کرنے کے لئے حاکم بدین آجے ملکوں سے اسلام ہی کو ختم کر دیں گے اور دوسری طرف بغیر چند عرب ممالک امریکہ و برطانیہ سے دوستانہ تعلق کو مزید استوار کر کے اسلام کے لئے مستقل خطرہ بنیں گے۔ بہر صورت جو وہ نقشہ انتہائی دردناک ہے جس کے تصور سے

بھی رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خدا فراموشی، تن پروری اور تنہا اقتدار پرستی کا تاریک انجام یہی ہو سکتا ہے جو ہوا۔ خاللہ اللہ
”دولانا یوسف نیوری، اہنامہ بینات کراچی، اگست ۱۹۶۷ء
”جو لوگ عربوں کے خلاف پروپگنڈا کرتے ہیں ان کی زبان کاٹ دی جائے۔“ دفتقی ٹیوڈ، امرڈ لاہور، ۴ نومبر ۱۹۶۹ء

”روس کے صوبہ قازقستان میں مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت بنایا جا رہا ہے۔“ اتر جان الاسلام، ۲۷ اپریل ۱۹۶۱ء
”سوویت یونین روس میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی دے گا۔“
عبید اللہ انوری، نوائے وقت لاہور، ۳ جنوری ۱۹۷۰ء

”لے اللہ! چینی افواج کو امریکی افواج پر ہر محاذ پر غلبہ عطا فرما۔“ دفتقی ٹیوڈ، اللہ اللہ لاہور، ۵ اکتوبر ۱۹۶۹ء
”لے اللہ! دنیا کے ہر حصے میں اسلام کا بول بالا کر اور کفر کا صفحہ کالا کر۔“ دفتقی ٹیوڈ، اللہ اللہ لاہور، ۱۵ ستمبر ۱۹۶۹ء

”ایک نیا شیطان اور آنکلا ہے جس کا نام چین ہے وہ بھی اپنی لچھائی ہوئی رنگا میں پاکستان پر اور افریقہ کے دوسرے ملکوں پر ڈال رہا ہے۔“ دولانا یوسف نیوری۔
”اہنامہ بینات کراچی“ اپریل ۱۹۶۹ء
”ملک میں ایک خاص جماعت پاکستان اور چین کے تعلقات خراب کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔“ دغلام غوث ہزاروی، امرڈ لاہور، ۸ فروری ۱۹۷۰ء

”اگر پاکستان میں اسلام نہ رہا تو پاکستان زندہ نہیں رہ سکتا۔“ (عبداللہ در خواستی، امرڈ لاہور، ۳۱ مئی ۱۹۷۰ء)
”پاکستان میں خدا کے فضل و کرم سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔“ (عبداللہ کوردین پوری، امرڈ لاہور، ۲۹ جون ۱۹۷۰ء)

”ہم تحریک پاکستان کے جس میں نہ تھے۔“ دادا ریسہ

ترجمان اسلام - ۷ ارجون ۱۹۶۶ء
 "ووٹ دیتے وقت یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ ووٹ لینے والا تحریک پاکستان کا مخالف تو نہ تھا۔" مولوی محمد اکرم
 نو اے وقت لاہور - ۲۹ مئی ۱۹۷۰ء

"پاکستان سے قبل جمعیت العلماء ہند کا موقف صحیح تھا۔ مسلمانان ہند کی تکالیف کا جو علاج مسلم لیگ نے تجویز کیا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ جمعیت علماء ہند نے جو فارمولہ پیش کیا تھا وہ پاکستان کی موجودہ شکل کی نسبت زیادہ بہتر تھا۔" (مولوی بشیر احمد عامل جنگ کراچی - ۵ جولائی ۱۹۷۰ء)
 "مولانا ظفر احمد انصاری کا یہ الزام کہ ہماری جماعت قیام پاکستان کی مخالف تھی، ایک بے سرو پا جھوٹ ہے۔" (غلام غوث ہزاروی، امرتلاہ لاہور - ۹ مئی ۱۹۶۹ء)

"نظریہ پاکستان کے محافظین اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے تیار کھڑے ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سینہ سپر ہو کر دفاع کریں۔" (مفتی محمد حریٹ کراچی - ۲۵ ستمبر ۱۹۶۹ء)
 "کسی بھی شخص پر نظریہ پاکستان کی مخالفت کا الزام لگا کر اسے سطون کرنا دراصل فیشن بن چکا ہے۔" (مفتی محمد مشرق لاہور - ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء)

"حکومت کو چاہئے کہ وہ ریٹائرڈ جرنیلوں کی سیاسی پارٹیوں میں شمولیت پر پابندی عائد کرے۔" (غلام غوث ہزاروی امرتلاہ لاہور - ۲۲ جون ۱۹۷۰ء)
 "ہماری جماعت نے ایر مارشل نور خان جمعیت میں شمولیت کی درخواست کی ہے اور اپنا منشور بھی اسے پیش کر دیا ہے۔" (ذوالقرنینی، نو اے وقت لاہور ۲۴ مئی ۱۹۷۰ء)

"ہماری جماعت نے ملکیت کی تحدید اس لئے نہیں کی کہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔" (مفتی محمد اسادات لاہور ۳ اگست ۱۹۷۰ء)
 "شرعیات کے اصولوں کی بحالی روشنی میں ملکیت کی مناسب

تحدید حکومت کرے گی۔" (دکتہ نمبر بعنوان "اراضی کی تحدید ملکیت" منشور ہزاروی گروپ)

"جمعیت مغربی جمہوریت کی قائل نہیں جس میں انسداد کو گن کر فیصلہ کیا جائے کیونکہ اسلام میں آدمی کو ٹولہ جالے گناہ نہیں جاتا۔ اسلام خدا کی حاکمیت کا تصور دیتا ہے۔" (غلام غوث ہزاروی مساوات لاہور - ۱۹ اگست ۱۹۷۰ء)

"عوام کی منتخب اسمبلی کو نہ توڑا جاسکتا ہے اور نہ اس کے بنائے ہوئے آئین کو مسترد کیا جاسکتا ہے کیونکہ ہر صورت میں اقتدار اعلیٰ عوام کو ہی حاصل ہے۔" (غلام غوث ہزاروی - جنگ کراچی - ۸ جون ۱۹۷۰ء)

"جمعیت ملک میں اقتدار کے لئے سیاسی جنگ نہیں لڑ رہی۔" (عبداللہ خواستی، مساوات لاہور - ۱۷ اگست ۱۹۷۰ء)
 "جو ۲۱ سال میں سرمایہ دار نے کمایا ہے اب ہمارے کھانے کا وقت آ گیا ہے۔" (غلام غوث ہزاروی، نو اے وقت لاہور ۲۳ جون ۱۹۷۰ء)

"اگر جماعت اسلامی برسرِ اقتدار آگئی تو دوسرا ایکڑ سے زائد اراضی کسی شخص کے پاس نہیں رہنے دے گی۔" (ذہبیا نقاسی، مشرق لاہور - ۵ جولائی ۱۹۷۰ء)
 "جماعت اسلامی جاگیرداروں کی حمایت کر رہی ہے۔" (مولوی اکرم، مساوات لاہور - ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء)

"سامراجی ایجنٹوں کی حیثیت سے علماء نے قومی دینا کھیل بنا لیا ہے جس سے اسلام کو زبردست نقصان پہنچا ہے اور اس کی تلافی ناممکن ہے۔" (مفتی محمد امرتلاہ لاہور ۳۱ مئی ۱۹۷۰ء)

"یہ میرا پختہ یقین ہے کہ دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی اسلام کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔" (مفتی محمد امرتلاہ لاہور ۲۳ جون ۱۹۷۰ء)

تاریخ اسلام کے مشہور مؤلف
اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی پانچ دفع
کتابیں

نظام سلطنت

غریب و تمدن، اخلاق و معاشرت اور قوانین سلطنت پر
تحقیقات اور مورخانہ بحثیں۔ دنیا کے قدیم نظامات و قوانین کے
گوشوارے۔ تین سوے۔ (جلد چار روپے)

قول حق

ملت اسلام میں فتنوں کی ابتدا۔ اموی اور عباسی سلطنتیں،
اسلام ہندوستان میں تقلید جاہلہ اسلاف پرستی، جہل مرکب کا
ظہور اور اسی طرح کے مہیبوں، اہم جنوناات پر اسلامی زاویہ نظر
کی تشریح و تہمتیں۔ چار سوے۔ (جلد پانچ روپے)

عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں

آج فرقہ پرست اور فسطائی گردہوں نے عالمگیر سے جو منظم
منسوب کر دیئے ہیں ان کی حقیقت اور خود ہندو تاریخ نگاروں
کے حوالے سے اس عدل پروردار شاہ کے انصاف، رواداری
حسین کردار اور انسانیت پروری کی ناقابل انکار تفصیل۔ دو سوے

فصل الخطاب

اطاعت امیر کے متعلق قرآنی فیصلہ۔ آپہ اور غیر آپہ سلطنت
کا فرق۔ صدیقی و فاروقی خلافت کے نظائر۔ اسلامی نصب
العیین۔ حکومت آپہ کیس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ ڈیڑھ روپیہ۔

تاریخ اسلام

لئے ماضی کے طویل و عریض ابدان کا گوشہ گوشہ دیکھئے۔ عبرت آموز۔
فکر انگیز بہ ندرت یافتہ تاریخ کسی نفاذ کی محتاج نہیں۔ ہندو پاک میں
بہتیرے ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ تین جلدوں میں مکمل ۲۵ روپے

مکتبہ علمی۔ دیوبند۔ (دو جلدی)

”علمائے حق سوشلزم سے بگڑنے کے لئے کمر بستہ ہو چکے
ہیں۔“ عبدالشکور دین پوری، امروز لاہور۔ ۲۵ جون ۱۹۷۰ء
”اسلام پسند سوشلزم کی اصطلاح کو کفر قرار دے کر
ملک کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ دیوبند عہد
ناظم ہزاوی گریڈ ڈیرہ غازی خان مساوات۔ ۷ اگست ۱۹۷۰ء

”بعض سیاسی جماعتیں انتخابات ملتوی کرانے کی
سازشیں کر رہی ہیں۔“ ذوالحق قریشی، امروز لاہور۔ ۷ اگست
”ایکشن ملتوی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔“
شمس الدین قاسمی، امروز لاہور، ۱۶ جولائی ۱۹۷۰ء

”آئندہ انتخابات عید الفطر کے بعد کرائے جائیں۔“
ذہنی محمود، امروز لاہور۔ ۷ جولائی ۱۹۷۰ء
”رمضان المبارک میں انتخابات نہ کرائے جانے
کا مطالبہ کرنے والوں کے دل میں ضرور کوئی کھوٹ ہو گا۔“
دیوبند اکرم، امروز لاہور، ۲۷ جون ۱۹۷۰ء

”انتخابات جنوری ۱۹۷۱ تک ملتوی کر دیئے جائیں۔“
شمس الدین قاسمی، امروز لاہور۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۰ء
”انتخابات مارچ ۱۹۷۱ تک ملتوی کر دیئے جائیں۔“
ذوالحق قریشی، امروز لاہور۔ ۳ اگست ۱۹۷۰ء

”علمائے کرام ۱۲۰ دن تو کیا ۱۲۰ گھنٹے میں اسلامی آئین
مرتب کر سکتے ہیں۔“ عبدالشکور دین پوری، اندازے ملت
۳۰ جون ۱۹۷۰ء
”فی الحال پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہونے کا
کوئی امکان نہیں، کیونکہ عوام کی قیادت کرنے والے دونوں
گروہوں میں سے کوئی بھی خلافت کے تقاضوں پر پورا نہیں
آتا۔ علمائے دین دنیادی علوم سے بے بہرہ ہیں اور موجودہ
دور کے تقاضوں سے واقف نہیں جب کہ مغربی تعلیم یافتہ
سیاست دان اسلامی تعلیمات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“

۱۹۷۰ء تاریخ ۵ جولائی ۱۹۷۰ء

مسلک

خدا کو ماننے والے خدا کو بھول گئے

جس نے اولاد پیغمبر کا تماشا دیکھا
جس نے نختِ دلِ حیدر کو تڑپتا دیکھا
شکرِ حیدرِ کرار کو گستا دیکھا
شام میں زینب و صغریٰ کا تماشا دیکھا
سبطِ پیغمبرِ اسلام کا لاشہ دیکھا
قلب پر عابد بیمار کے چہرہ کا دیکھا
جو دردِ دل کا ہیسا نہ تماشا دیکھا
فوج کے سامنے شیر کو تنہا دیکھا
عرش سے فرشِ تلک حشر کا اقتدار دیکھا
کر بلا میں کفِ قاتل کا تماشا دیکھا
خود فروشوں کو دنائت سے پتلا دیکھا
تو نے جو کچھ بھی دکھایا وہی نقشہ دیکھا

سوچتا ہوں کہ اسی قوم کے وارث ہم ہیں
جس نے سادات کے خیموں کی طناہیں توڑیں
برسرِ عام سکیٹہ کی نقابیں لٹیں
اُمّ کلثوم کے چہرے پہ طمانچے مارے
شہر کو نین کی بیٹی کا چکر چاک کیا
دیدہ قاسم و عباس کے آنسو لوٹے
توڑ کر اصغر و اکبر کی رگوں پر خنجر
بھائی کی نعش سے ہمشیر لپیٹ کر روئی
پھاڑ کر گنبدِ خضریٰ کے مکین کا پرجم
قلبِ اسلام میں صدما کے نخر بھونکے
ابوسفیان کے پوتے کی غلامی کر لی
لے مری قوم اترے حسن مکالات کی خیر

یہ سبھی کیوں ہے یہ کیا ہے مجھے کچھ سوچنے دے
کوئی تیرا بھی خدا ہے مجھے کچھ سوچنے دے

محزون اخلاق

ہزاروں اقوالِ نذریں، بیستہ سین آموز حکایتیں

قرآن و حدیث کے انمول موتی، علم و دانش کے جواہر پارے اور نوح بہ نوح و کجیب اور خروافر و زرضائین پر مشتمل اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے تیس ایڈیشن چھپ چکے ہیں خاص دعاء ہر جلف میں اسے پسند کیا جاتا ہے تازہ ایڈیشن مضبوط جلد اور حسین سر رنگ گروپیشن کے ساتھ قیمت بارہ روپے ۱۰/-

طوفان سے ساحل تک

اساتذہ کرام اور بزرگوار حضوروں کا مجموعہ محمد اسد کی

زہ شہرت یافتہ کتاب جس میں مولانا نے بڑی تفصیل سے اپنے اسلام لانے کی داستان بھی ہے آدمی نے حد ذہن اور صاحب علم ہیں اس نے داستان کے ذیل میں بیستہ علمی معاشرتی اور اخلاقی مسائل پر نہایت دلنشین اندامان اور ذہن گفتگو کرتے گئے ہیں قیمت جلد پانچ روپے ۵/-

رحمۃ للعالمین

حضرت محمد کی میراث پر کفار و منافقین کی ہتھیاری

کی یہ مشہور زمانہ کتاب معرکہ اُلا را کھینچی ہے تحقیقی مستند اور اجواب مضامین سے مالا مال تین جلدوں میں مکمل قیمت پچیس روپے ۲۵/-

تلاشِ راہِ حق

خطوط کی زبان میں ایک اردو اور مولانا امید

اسلامان ندوخی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا منظور نعمانی، مولانا ابوالاعلیٰ شویدی میاں طفیل محمد، جوہری علی احمد قیمت ۲/۵۰

مسند امام اعظم

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ فقہ حنفی اور احادیث

رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنا گہرا اور دنیاوی ربط ہے ۵۲۲ احادیث کا ذخیرہ فقہی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے جس سے ہر خاص و عام کو مطلب مل سکے دیکھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے کتاب کے آغاز میں مولانا عبد الرشید نظامی کا اجواب مقدمہ بھی ہے اور قاری احمد کے قلم سے امام اعظم کے حالات بھی ایک کامل میں عربی میں اغواء اور دو جھوکا کالم میں اردو ترجمہ قیمت جلد دس روپے ۱۰/-

حقیقت عبوریت

شہنشاہ اسلام امام ابن تیمیہ کے ایک

نہایت مفید اور بصیرت افروز رسالے کا عام فہم اور سلیس اردو ترجمہ قیمت ایک روپیہ بیس پینس ہے ۲۵/-

کیا جماعت اسلامی حق پر ہے؟

دنیا بھر کے علماء و فضلاء کے فتوے اور فیصلے ایک ایسے کتاب جو مخالف و موافق ہر ایک کے لئے مفید اور دلچسپ ہے۔ قیمت ساتھ تین روپے ۳/۵۰

دوہراتی معالجہ

اصفند و بہا نیوں کے ٹھنڈے نہیں بلکہ ہمارے آپ کے لئے بھی یہ کتاب مختلف امراض اور حادثات

میں ایسے طریقہ علاج اور ایسی دواؤں سے آگاہی دیتی ہے جو کاشت ہمارے گھروں میں موجود ہوتی ہیں مثلاً ٹنگ مرچ، تلوی ادھنی وغیرہ بے شمار تصویریں، ہدایات وغیرہ۔ لکھائی چھپائی عکسی، مکمل ہر دو حصہ ساتھ پانچ روپے ۵/۵۰

نفسِ مستظہرہ

استی شیعہ مباحث میں ایک بے بہا کتاب جو عقائد اہل سنت کی صوت اور عقائد شیعہ

کے مقوم و ضعف کو روشن دلائل کے ذریعہ ذہنوں میں اتارتی ہے طرز تحریر سلیس اور دلچسپ اور باریک بینی سے لکھی گئی اس کتاب میں استدلالات علمی گروہا فہم جلد اول خلافت و امامت اور فقہ قرطاس کی بحثوں پر مشتمل جلد دوم فک متمدنہ الفسار اور غوث پاک سے متعلق۔ جلد و مکمل ساتھ دو روپے ۲/-

مصباح اللغات عربی سے اردو

ایک عظیم الشان لغت یہ مشہور

کے ساتھ آئینہ پر چھپا آگئی ہے عمدہ کاغذ روشن لکھائی چھپائی مضبوط جلد قیمت بیس روپے ۲۳/-

تفسیر سورہ نور

اس مولانا مودودی۔ اس شاہ کا تفسیر میں

اگر تفسیر کے بہترین اجہادات جمع کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ قرآن حکمت کے اصول سے فروعات کا استنباط کیسے ہو جاتا ہے اسلامی اخلاق کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل سورہ نور کی تفسیر ضرورتاً غلط نہ ہو۔ ہر یہ چار روپے ۴/-

فتوح الغیب

شاہ عالم القادری حلیاتی کے وہ فرمودات

جن کا مطالعہ دل و دماغ کو سحر کرتا ہے حقائق و اسرار اور رموز و معانی عالم فہم زبان میں جلد ساتھ تین روپے

مکتبہ تجلی - دیوبند دیوبند

دو غلہ لیسٹر

خدا کا خوف بٹھایا، بٹھا کے چھوڑ دیا
 خیال یا خدا اس کی آبرور کے
 دیار سستی و پتوں کا، دو غلہ لیسٹر
 وہ ایک نغمہ نہیں جس کا اور چھوڑ کوئی
 لڑائے پیچ ضیا قاسمی کی شکل سے
 کلمے میں مغنی اعظم سواد اعظم سے
 خدا کا خوف مطوعوں کے ایندے بندے نے
 یہ میکدے کی روایت ہے جی نردشوں نے
 کٹی ہے عمر انھی رہبروں کے حلقے میں
 سپید ریش بزرگوں کا احترام ہی

توں کو اپنا بنایا، بنا کے چھوڑ دیا
 کہ دل سے روگ لگایا لگا کے چھوڑ دیا
 قلم کے بل پہ اٹھایا اٹھا کے چھوڑ دیا
 تمام آرات سنا سن سنا کے چھوڑ دیا
 پتنگ خوب اڑایا اڑا کے چھوڑ دیا
 نکاح جیسے چھوڑے لٹا کے چھوڑ دیا
 غلام غوث کے حجرے میں آ کے چھوڑ دیا
 نقیبہ شہر کو نرغے میں لا کے چھوڑ دیا
 جنہیں وطن نے فسانہ بنا کے چھوڑ دیا
 خطا معاف! انہیں آزما کے چھوڑ دیا

چمن میں موج صبا کی طرح رہے شورش

ادب میں رنگ جمایا جما کے چھوڑ دیا! (دشوراش کاشمیری)

شہدائے بدر
شہدائے بدر کے متخصیصہ حالات
۶۰ پیسے - کوائف

ادکارِ مسنونہ
زندگی کی تمام ضرورتوں اور دشواریوں کے لئے
مسنون نسیجات و اوراد و غیرہ ہر مسلمان کے

کام کی چیز ہے۔ جلد چار روپے ۲/۰
امیر القادری کا سطرنامہ مع اجنبات عبوریت

کاروانِ حجاز
مشاہدات اور معلومات کا مرقع۔
قیمت جلد ۳ چار روپے ۳/۰

اسلام ایک نظر میں
اگر لے دینی مقبول کتاب۔
قیمت جلد ۳ ساڑھے تین روپے ۳/۰

مولانا مودودی کی شہرہ آفاق تصنیف جو پرے کے
پوسٹل موضوع پر صرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ جلد ۴/۰

تقلید کیا ہے؟
تقلید کی ضرورت، حدود و قیود اور شرعی
حقیقت پر دلائل کی روشنی میں تسلی بخش گفتگو

قیمت ۵۰ پیسے۔
آداب زیارتِ قبور
شاہ اسماعیل شہید اور مولانا محمد سلطان
کے فرمودات قیمت ۵۰ پیسے۔

ارکانِ اسلام
اسلامی عقائد و فرائض کے مصباح و محاسن
عام فہم زبان میں قیمت ایک روپے چالیس پیسے

فہم اسما الرجال احمد
احادیث مفیدہ کو محفوظ کرتے اور
صحیح و غلط میں تیز کے لئے محدثین نے

اسما الرجال کا جو نیا ایجا کیا وہ دنیا میں ایسی نظیر آپ ہے اس جلیل القدر
فہم کی تفصیلات جاننے کے لئے یہ کتاب خاص کی چیز ہے قیمت ۵/۰

تذکرۃ المشائخ
انیرہ مشائخ کا روح فوائد مذکورہ ۵/۰
ایمان کے لئے کن بنیادی عقائد کی ضرورت ہے

کتاب الایمان
اس کی تفصیل و تشریح قیمت ۱/۰
آیات کے نسخ پر ایک علمی و دلچسپ بحث

فہم حکم
قیمت جلد ۳ ڈھائی روپے ۲/۰

صد سالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند
بین الاقوامی شہرت رکھنے
والی عظیم درس گاہ دارالعلوم

دیوبند کا جامع تعارف اس کے موجودہ اہم مولانا محمد طیب کے
قلم سے اس کے مطالعہ سے آپ اس درس گاہ کے تمام احوال و کوائف
سے پوری طرح واقف ہو جائیں گے عمارتوں کے بہت سے فوٹو بھی شامل

کتاب ہیں۔ قیمت ۳ ڈھائی روپے ۱/۰
جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب تاریخ کے
سو بڑے آدمی

سو بڑے آدمی
سو بڑے آدمیوں کا تفصیلی تعارف کرتی ہے۔
دلچسپ اور معلومات سے بھر پور قیمت ۳/۰

حیاتِ طیبہ
سیرتِ رسول کریم ﷺ اور شافعیہ انداز میں کھلی ہوئی
ابو سلیم محمد عبدالحی کی وہ مشہور و مقبول کتاب

جس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں آج یہ آمدیت سے بچ کر
آپ کیلئے حاشیہ ہے۔ قیمت جلد ڈھائی روپے ۲/۰

محمد نبوی
سیرتِ نبوی۔ ایک نئے اور دلکش انداز میں بہت
دلچسپ اور بہت روح فواز۔ قیمت جلد ۵/۰

معروف مُسکر
ادین میں کیا چیز بھلی ہے اور کیا بری۔ اس
موضوع پر بڑے دلآویز انداز میں روشنی

ڈالی گئی ہے۔ قیمت جلد ساڑھے پانچ روپے ۵/۰
سوانح مولانا عبد القادر کے پوری
مولانا ابوالحسن علی ندوی

جلیل القدر شیخ کی روح پرور سوانح۔ قیمت جلد چھ روپے ۶/۰
قرآنی تعلیمات
قرآن میں کیا سکھانا اور کیا احکام دینا ہے ایک

تفصیلی کتاب جس کا پڑھنا ثواب اور عمل کرنا
موجب نجات ہے۔ دو حصوں میں مکمل۔ ۲۰۰

قیمت مکمل جلد آٹھ روپے ہیں پیسے
یا ایہا الذین آمنوا

قرآن میں یہ کلمات بار بار آئے ہیں ان کی ایمان افزائی
آموز اور روح فواز تشریح۔ جلد چار روپے ۴/۰

مکتبہ تخلی - دیوبند (یو پی)

تسکین قریشی

غزلیں

ہر چند تمنا و طلب کچھ بھی نہیں ہے
 بے چین ہے دل اور سبب کچھ بھی نہیں ہے
 اُس انجمن ناز میں سب کچھ سہی لیکن
 جب کوئی نہیں آہ یہ سب کچھ بھی نہیں ہے
 بے نور اگر دل ہو تو کیسی رہ و منزل؟
 یہ شوق سفر ذوق طلب کچھ بھی نہیں ہے
 سب ٹوٹ گئے زندگی دل کے مہارے
 محسوس یہ ہوتا ہے کہ کب کچھ بھی نہیں ہے
 پایاں طلب یہ ہے کہ تسکین طلب اپنی
 جز حسرت توفیق طلب کچھ بھی نہیں ہے

جب تری رہ گذر سے گذرے ہیں
 ہم تو کچھ بے خبر سے گذرے ہیں
 کیا یوں ہی مل گیا ہے منصب عشق
 اُن کی ایک ایک نظر سے گذرے ہیں
 کتنے چہروں سے اٹھ گئی ہے نقاب
 ہم جنوں میں جدھر سے گزرے ہیں
 خود اُنھیں بھی خبر نہیں جن کی
 وہ بھی جلوے نظر سے گزرے ہیں
 ٹھو کریں کھائی ہیں وہیں تسکین
 ہم سنبھل کر جاہر سے گزرے ہیں

مولانا مودودی کی مجلس

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جون سنہ ۱۹۴۱ء کو اجماعی ہیں چھ روزہ قیام کے دوران تین مرتبہ جماعت کے کارکنوں سے خطاب فرمایا اور ملک کے موجودہ مسائل پر ان کے سوالات کے جواب دیئے۔

درج ذیل روداد ۱۲ جون کے اجراء کی ہے جو کارکنوں کے ساتھ مولانا محترم کی پہلی نشست تھی۔

شوکت اسلام کا مظاہرہ اور اسلام پسند جماعتیں

س۔ شوکت اسلام کے مظاہروں سے بعض نام نہاد اسلام پسند جماعتوں کی بے تعلقی کیا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے دعوے سے عملاً منحرف ہو گئی ہیں۔ اگر جماعت اسلامی نے ان جماعتوں کے ساتھ انتحابی اتحاد کیا تو کیا اس سے عوام کو صدمہ نہ پہنچے گا؟

ج۔ میں چاہتا ہوں کہ سوچنے کا یہ انداز بدل دیا جائے بعض جماعتوں نے اگر کسی وجہ سے شوکت اسلام کے مظاہرے میں

شرکت نہیں کی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ نام نہاد اسلام پسند جماعتیں قرار پائیں گی۔ اور ان کا اسلامی نظام کے قیام کا دعویٰ بھی بھونٹنا ہو گیا ہے جماعت کے کارکنوں کو خاص طور پر اس طرز فکر سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جو لوگ بھی اسلام سے محبت رکھتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں زیادہ سے زیادہ اپنے قریب کرنے کی کوشش کریں۔ نہ کہ اپنے طرز عمل سے انہیں دور کریں۔

ایوب خاں کو مراعات

س۔ موجودہ حکومت نے سابق صدر ایوب خاں کو خاص طور کے فیلڈ مارشل کے عہدے کی مراعات دی ہیں۔ اس پر روشنی ڈالئے۔

ج۔ دنیا کے ہر مسئلے پر روشنی ڈالنا میرے لئے بہت مشکل ہے۔ ایوب خاں فیلڈ مارشل خود دینے تھے اور موجودہ حکومت نے بھی یہ فیصلہ اپنے طور پر کیا ہے۔ مارشل لاہ کی حکومت جو فیصلہ کرے وہ قانونی اور دائمی حیثیت نہیں رکھتا۔ انتحابی

کے بعد جو بھی جمہوری حکومت آئے گی وہ ان فیصلوں پر نظر ثانی کی عین ضرورت ہے۔

تشدد پسند عناصر اور ہمارا فرض

س۔ تشدد پسند عناصر جمہوری حکومت کے قیام میں روڑے اٹھا رہے ہیں کیا ہمیں ان کے مقابلے میں سخت رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے؟

ج۔ جو قومیں اس وقت جمہوری نظام کے لئے کام کر رہی ہیں اگر بے صبری سے کام لیں اور جو ابی گڑ بڑ شروع کر دیں تو اس سے مخالف طاقتوں کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور ہمارے مقصد کو سخت نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ مخالف طاقتیں تو ردول سے چاہتی ہیں کہ ہم ان کی تشدد آمیز کارروائیوں اور اشتعال انگیزیوں سے بے خبر ہو کر جو ابی تشدد پر انزوا آئیں اور بجائی جمہوریت کی تحریک کو لپیٹ کر رکھ دیں۔

ہم اس حد تک تھک رہنا چاہتے ہیں کہ اگر تشدد پسند عناصر اسلامی طاقتوں سے نچر آمانی کوئی قوم بے خبر نہ بیٹھے رہ جائیں لیکن امن و امان کو تباہ کرنے والے عناصر کی روک تھام کرنا ان سے ٹھنڈا حکومت کا کام ہے۔ ہمارا فرض صرف اپنی برداشت کرنا ہے۔

صبر کی آزمائش

س۔ ہمیں اللہ کے دین سے اور آپ سے بہت محبت ہے جب آپ پر یہودہ الزامات گھڑے جاتے ہیں تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور گنہگار ہوتا ہے کہ ان الزامات کا منہ توڑ جواب دیں۔ لیکن آپ کی ہدایت ہے کہ ہم ان الزامات کو قابل اعتناء سمجھیں آخر آپ کب تک ہمارے صبر کا امتحان لیں گے؟

ج۔ جن لوگوں کو مجھ سے اللہ کے دین کی خاطر محبت ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے جیسا کہ ہے کہ جب میں گالیاں کھا کر بے مزہ نہیں ہوتا تو آپ کیوں بے مزہ ہو جاتے ہیں۔ میں گالیاں سنتا ہوں پڑھتا ہوں اور انہیں ایک طرف

کر کے اپنا کام شروع کر دیتا ہوں آپ بھی اپنا کام کرتے چلے جائیے اور ان فضول باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو عزت دی ہے اسے کوئی چھین نہیں سکتا اور جو عزت مجھے حاصل نہیں ہے وہ مجھے کوئی نہیں دے سکتا۔

خلافت راشدہ کا دور

س۔ کیا اس زمانہ میں بھی خلفائے راشدین کا معاشرہ برپا کیا جا سکتا ہے اس کیلئے کتنی مدت درکار ہے؟

ج۔ ہمارے طرف سے کوئی ردی کرشمہ یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ خلفائے راشدین کے دور کے قریب پہنچ جائیں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اس کام میں کتنی مدت لگے گی۔ ہمدے کا کام تو کوشش کرنا ہے نتائج اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں خلافت راشدہ کا دور اپنے مرتبہ کے لحاظ سے اتنا بلند تھا کہ ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کرنا تو آسان ہے لیکن اس معاشرے کے معیار کو پانا بہت دشوار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی معاشرہ خلافت راشدہ کے معیار تک بھی پہنچے لیکن اس معیار کے قریب پہنچ جائے تو ہماری دنیا میں اس کا اخلاقی اثر قائم ہو سکتا ہے اور یہ اخلاقی اثر اس کے نیچے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ خلافت راشدہ کی حکمرانی کے متعلق مادی لحاظ سے بہت ترقی یافتہ اور بڑے کردار کی مالک تھیں لیکن بالآخر مشروح ہو کر رہیں مسلمان حکمرانوں کی سادگی و خدا ترسی کا اتنا اثر اس زمانے کے بادشاہوں پر طاری تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات پر تیسروں نے یہ تبصرہ کیا کہ ہم نے زاہد اور درویشی بہت دیکھے ہیں لیکن ایسا کوئی نہیں دیکھا جو محبت حکومت پر بیٹھ کر بھی زاہد اور درویشی ہو رہا ہے۔

جماعت اسلامی کا لٹریچر اور زر مسبادلہ

س۔ جماعت اسلامی کے لٹریچر کے تراجم کن زبانوں میں ہوئے ہیں۔ ان کی اشاعت سے جو آمدنی ہوتی ہے کیا ان ہی ممالک میں خرچ ہو جاتی ہے یا اس کا زیادہ

ملک میں بھی آتا ہے۔

رج۔ سب سے زیادہ کتابیں عربی، پھر ترکی اور فارسی میں شائع ہوتی ہیں ہم ان کتابوں کی کوئی رٹا لپی نہیں لیتے اس لئے زرمبادلہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کتابوں کے ترجمے اور ان کی اشاعت کا اہتمام کرنے والوں کو ہم نے یہ ہدایت کر دی ہے کہ ان کی آمدنی میں جو حصہ مصنف کا حق فترہ اور پاتا ہوا ہے ہماری طرف سے دین کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کیجئے، ترکی میں اس رٹا لپی کو مزید کتابوں کے ترجموں پر خرچ کیسا جا رہا ہے۔ بعض جگہ ہجرتی کتابوں کے ترجمے ہو گئے ہیں لیکن یہیں اس کا بعد میں نام ہوا ہے۔

مشرقی پاکستان سے نا انصافی

س۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو شکایت ہے کہ امیر جماعت اسلامی مشرقی پاکستان سے جوئے والی نا انصافیوں کا ذکر نہیں کرتے؟

رج۔ مشرقی پاکستان کے ساتھ جو نا انصافیاں ہوتی ہیں انھیں دور کرنے کے لئے ہم نے اپنے مشور میں ایک انگلیہ باب قائم کر دیا ہے اور تفصیلی کے ساتھ بتایا ہے کہ سپماندگی غربت اور دفاع کے لحاظ سے مشرقی پاکستان کو خود کفیل بنانے کیلئے ہم کیا کر سکتے ہیں۔

ان دنوں میں نہایت مختصر تقریریں کر رہا ہوں جن میں صرف اصولی باتیں بیان کی جا رہی ہیں لیکن عریک جہر مد کے آغاز میں جو تقریر میں نے لاہور میں کی تھی اس میں مشرقی پاکستان کا پوری تفصیلی کے ساتھ ذکر موجود ہے جن لوگوں کا سارا کاروبار ہی ہر دم مشرقی پاکستان کی شکایات کو بیان کرتے رہتا ہے ان کا عقائد میرے بس کی بات نہیں ہے۔

جماعت اسلامی کی کیفیت

س۔ گذشتہ دنوں جناب امراذخاں اور گورانی صاحب کے جماعت اسلامی میں شامل ہونے کی خبر آئی ہے۔ کیا یہ حضرات جماعت اسلامی کے باقاعدہ رکن بن گئے ہیں؟

رج۔ یہ بات معلوم عام ہے کہ جب لوگ جماعت اسلامی سے متعارف ہوتے ہیں تو وہ اس کے متفق ہوتے ہیں اور جماعت اسلامی کے شریح کا مطالعہ کر کے اس کے نصب العین، طریق کار اور مزاج کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی اس کے مزاج کے مطابق ڈھالتے ہیں پھر امیدوار کیفیت ہونے کا مرحلہ آتا ہے اور جب یہ اطمینان کر لیا جاتا ہے کہ باقاعدہ رکن بننے کے اہل ہیں تو انھیں رکن بنا لیا جاتا ہے جو ٹا ہویا بڑا ہر ایک کو ان مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

عطائی یا حکیم!

س۔ پاکستان کو اقتصادی لحاظ سے تباہ کرنے کی ذمہ داری سرمایہ داروں پر عائد ہوتی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ آپ نے مسوشلسٹوں کے خلاف محاذ قائم کر رکھا ہے۔ اگر آپ نے کل مسیحی دفتر پارک میں ۱۳ جون کی تقریر سنی ہے تو آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ملک کی خرابیوں کی ذمہ داری سب سے پہلے سرمایہ داروں اور اعلیٰ سرکاری افسروں پر ہی ڈالی ہے۔

اس بات کو نگاہ میں رکھنے کہ سرمایہ داری ایک بیماری کا نام ہے اس کا علاج کرنے کے لئے عطائی اور حکیم دونوں لگے بڑھ رہے ہیں مسزلام ایک۔ عطائی ہے اور اسلام ایک حکیم ہے حکیم کہتا ہے کہ اگر تم نے عطائی سے اس بیماری کا علاج کر دیا تو نہ مرض بڑھتا ہے نہ لہو نہیں۔ پوری قوم اس مرض سے چھٹکارا پانے کی خواہش میں تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ ہاں اگر تم نے مجھ سے اس بیماری کا علاج کر دیا تو مرض جاتا رہے گا اور نئی نئی افراد بھی اپنی جگہ پر قرار رہنے لگیں۔ ہم مسزلام کی مخالفت اسی لئے کر رہے ہیں کہ اس عطائی سے قوم کو بچانا چاہتے ہیں۔

اشتراکی ملکیت شرعی رو سے

س۔ اشتراکی ملکیت شرعی رو سے کیوں حرام ہے اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں؟

رج۔ اشتراکی ملکیت سے غالباً قومی ملکیت مراد ہے جو

توسلر رعیت کا وہ مشا بھی پورا نہیں ہوتا جس کے لئے انسان کو ایک بااختیار مخلوق بنا یا گیا ہے۔ یہ میں وہ درجہ جن کی بنا پر اشتر کی ملکیت شرعاً بھی حرام ہے۔

شعہ بیانی

س۔ جماعت اسلامی میں شعہ بیان مقرروں کی صلاحیتوں کو دبا دیا جاتا ہے حالانکہ حالات کا تقاضا کچھ اور ہے۔

ج۔ جماعت اسلامی میں جوش و جذبہ کی ایک حد ہے جس سے تجاوز کرنا مناسب نہیں ہے جماعت کے اندر اشتر کے فضل سے اچھے پر جوش مقرر موجود ہیں لیکن وہ جوش میں آکر اخلاقی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔

ن۔ جذبات ہی کی ضرورت نہیں الزام کے ساتھ سمجھداری کی بھی ضرورت ہے۔

سہرا پائے رسولؐ

حضورؐ کے عادات و خصائص رہیں ہیں، ناک نقتے اور لباس وغیرہ کی تفصیلی احادیث صحیحہ سے اخذ کردہ۔ ایک پونے کا

احکام موتی

ایام عیالات سے مرنے کے بعد تک کے تمام امور کی بحث کفن کو فرض نماز جنازہ، غسل میت، سوگ منانا، جنازہ لے کر اور متفرق مسائل کی شرعی تفصیل۔ ڈیڑھ روپیہ ۱/۵۰

تفسیر سورہ ہجرات

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے نظم سے سورہ ہجرات کی ایمان افزو تفسیر جو مسلمانوں کے جماعتی نظام کے بارے میں اہم نکات و معارف کی حامل ہے۔ چالیس نئے پیسے ۱/۴۰

مکتبہ تحلی دیوبند دلیوہی

شخص یہ نظریہ اختیار کرتا ہے وہ انفرادی ملکیت کو تمام خرابیوں کی جڑ قرار دیتا ہے جس آدمی نے قرآن اور سنت کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات پر غور کرے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمام خرابیوں کی جڑ معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں انفرادی ملکیت کو قرار دیا ہے اور کیا اس نے اس کا علاج قومی ملکیت قرار دیا ہے اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے تو وہ قرآن اور حدیث سے اس کی دلیل پیش کرے۔

قومی ملکیت کو معاشرتی زندگی کی بنیاد قرار دینے والا شخص یا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ جو حکمت مارکس اور لینن کو حاصل تھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو نصیب نہ تھی یا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدا اور رسول کا وہ گذر چکا ہے اب مارکس اور لینن زمانے کے نئے پیغمبر ہیں۔

غور کیجئے کیا یہ دونوں صورتیں اسلام سے اس کے رشتے کو برقرار رکھتی ہیں؟ اسلام کے تو تمام معاشرتی قوانین ہی انفرادی ملکیت پر مبنی ہیں۔ آپ کی ازدواجی زندگی انفرادی ملکیت کی بنیاد پر ہی استوار ہوتی ہے وراثت کا قانون بھی انفرادی ملکیت کے نظریے پر ہی نافذ العمل ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اور عدل و احسان کے دو سے طریقوں میں بھی انفرادی ملکیت کا نظریہ ہی کارفرما ہے۔ اگر انفرادی ملکیت ختم کر دی جائے تو کیا آپ اسلام کے مطابق اپنی معاشرتی زندگی کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

اشتر اکیت اس بات کی بھی قائل نہیں ہے کہ معاوضہ دے کر انفرادی ملکیت ختم کی جائے۔ وہ چاہتی ہے کہ انقلاب برپا کر کے ماردھاڑ کے ذریعہ لوگوں کی اٹلاک پر زبردستی قبضہ کر لیا جائے۔ قرآن و حدیث نے انسانوں کو جو اخلاق سکھائے ہیں اشتر اکیت کا نظریہ اس اخلاق کے برعکس تعلیم دیتا ہے اس طرح اسلام کے نظام اخلاق سے اشتر اکیت کا نظام اخلاق براہ راست ٹکراتا ہے۔

اسلام میں انفرادی انفرادی آزادی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ ہر فرد کو اپنی انفرادی حیثیت سے خدا کے سامنے جواب دہ ہے اگر اس سے یہ آزادی سلب کر لی جائے

مسجد سے میخان تک | یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ملا امین العوب
 مسجد کے مشر پاروں کو کھوڑے کھوڑے
 وقفے سے کیا بار بڑھات اور کھوڑے سے جاتی تھیں ان میں سیم کی چھان
 اور طنز کی ٹنگنی ہی نہیں انادیت بھی ہے ملا نے اظہر برائے طنز اور
 مزاح برائے مزاح پوس نہیں کرتا وہ سیر کسی افتادہ مقصد پر
 بھی آپ کی توہین متعلقہ کرتا ہے۔ حیرت اول ۵/۷۵

حصہ دوم ۶/۱۵
 مولانا مودودی اور تصوف | کہا جاتا ہے کہ مولانا مودودی تصوف
 کے دشمن ہیں اس الزام کی پخت
 کذبہ حقیقت خود مولانا کی اپنی تردید سے ظاہر ہے ان ملاحظہ فرمائیں
 یہ کتاب آپ کو ہے کہ مولانا اس تصوف کے دشمن اور کس کے
 حامی ہیں۔ قیمت مجلد دوم روپے پچاس پیسے ۲/۵۰

مولانا مودودی سے ملنے | مولانا مودودی کی شخصیت، ان کے
 علم و فضل ان کی دعوت ان کے مشن
 ان کی پوری زندگی کے اس الی و کوائف پر اس کی ایک سو کتاب
 دنیا بھر کے علماء اہل فکر اور اسیات کی آراء و قیمت سات روپے
 تاریخ اسلام مکمل پانچ حصے | از انکسٹبلہ نجیب آبادی۔
 قیمت ۴۵/-

القاسم الی الحدید | جدید اضافہ شدہ ایڈیشن
 دارالحدیث ریڈنگ سٹارڈ لانا جیلڈ
 کی راوی کی وہ مقبول اور فیس لذت جازبہ کتاب آپ سے عربی سے
 اردو میں روپے ۱۲/۵۰ اور اردو میں ۱۲/۵۰
 مولانا مظہر نجفی کی شہرہ آفاق منتخب
 احادیث کی اردو ترجمہ اور شرح کے ساتھ۔
 حصہ اول مجلد ۵ ۶/۷۵
 حصہ دوم مجلد ۶ ۷/-
 حصہ سوم مجلد ۷ ۸/۲۵
 حصہ چہارم مجلد ۸ ۶/۵۰
 حصہ پنجم مجلد ۹ ۷/۷۵

ہندوستانی مسلمان | مولانا ابوالحسن ندوی نے اس کتاب میں
 مسلمانوں کے علمی دینی اور سیاسی کارناموں
 کے علاوہ ان کے کردار کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو ہندوستان کی
 تہذیب و تمدن کی تشکیل اور ملک کی تعمیر و ترقی میں کار فرما رہا۔
 علاوہ ان میں ان کے موجودہ مسائل و مشکلات پر بھی نگراں
 گفتگو فرمائی ہے۔ مجلد چار روپے ۱۲/-

دین الہی اور اس کا پس منظر | انگریز دور کے مذہبی اور سیاسی
 نظریوں کا فکاہانہ جائزہ جو میں
 بہا معلومات کا گنجینہ ہے مجلد سات روپے ۷/-
 تازہ سخن و دعوت | مولانا علی میاں ندوی کی وہ تالیف
 ہے جسے تمام زمانے کے اسلام میں بہت
 پسند کیا گیا۔ یہ پہلا ہے ان اسلاف کے کارناموں سے روشناس
 کہتی ہے جو اپنے انداز میں دین کی خدمت کا خوب حق ادا کر گئے
 ہیں۔ حصہ اول مجلد ۱۱ حصہ دوم ۶/۷۵ حصہ سوم ۶/۷۵
 قیمت لیکن ہر حصہ ایسا نیکو عمل اور نیکو عمل ہے اس لئے ہر حصہ
 مستقل بالذات قابل پڑھا جاسکتا ہے

مناجات مقبول کرکری | مولانا اشرف علی تھانی کی مقبول عالم اور
 از ان کتاب پر اسے اور نئے اضافوں
 کے ساتھ۔ قیمت چار روپے ۴/-
 النشر | احادیث تصوف کی معرفت پر مولانا اشرف علی تھانی
 معروف کتاب قیمت بارہ روپے ۱۲/-

مکتوبات خواجہ محمد معصوم شہرستانی | مولانا اشرف علی تھانی کی
 اور نکات و لطائف سے بریز
 خطی اردو رسالوں میں سے بہترین چیز مجلد سات روپے ۷/-
 الغزالی | امام غزالی پر علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق
 کتاب۔ قیمت چار روپے ۴/-

اردو عربی ڈکشنری | اردو الفاظ کے عربی مرادفات معنی
 کرنے کا بہترین ذریعہ عربی سیکھنے والوں
 کے لئے تحفہ خاص۔ مجلد آٹھ روپے ۸/-

مکتبہ تجلی - دیوبند (پنجاب)

پاکستان کے اشتراکیت پسین مولوی!

(دنھاٹا ڈس اےس)

- سوال کرتا ہے پاکستان کا غریب مولانا بخش یعنی مہم جو اب دیتے ہیں پاکستان کے مولانا ہڈ ہڈ ہزاروی یعنی چھوٹی بھیا۔
- ۱- ذرا بتائیے تو آپ اسلام کی کیا خدمت کرتے ہیں؟
- ۲- زبردست صرغے سے ہم زبردست کانفرنسیں کرتے ہیں۔
- ۳- ان کانفرنسوں میں کیا ہوتا ہے؟
- ۴- ان کانفرنسوں میں ہم زبردست تقریریں کرتے ہیں۔
- ۵- آپ کی تقریروں کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ سوائے الزام تراشیوں، بہتان طرازیوں اور دشنام بازیوں کے ان میں کچھ نہیں ہوتا۔ آخر آپ اتنی گالیاں دیتے ہیں۔
- ۶- گدھے ہونم۔ جو کچھ ہماری چھوٹی بیٹی، وہی تو قوم کو دیں گے۔
- ۷- پھیر بھی گالیوں سے تو قوم و مذہب کی خدمت نہیں ہو سکتی۔
- ۸- اندھے ہونم۔ ایک جلوس ہم نے بغیر گالیوں کے بھی نکال کر دکھا دیا ہے۔
- ۹- مگر اس کے بارے میں لوگوں کا اور ہی خیال ہے۔
- ۱۰- سمجھ تو گئے ہوں گے آپ۔
- ۱۱- کیوں مت کرو۔ کیا خیال ہے لوگوں کا؟
- ۱۲- بیش شکلی آپ کو یوم شوکت اسلام کے جلوہ سوں نے سکھائی ہے۔
- ۱۳- حرام زادے کہتے ہیں۔ شیطان کی اولاد ہیں۔
- ۱۴- سامراجیوں کے ایجنٹ ہیں۔
- ۱۵- لیکن آپ کا بھانجا عندلیب بھی یہی کہہ رہا تھا۔ وہ تو حرام زادہ نہیں ہو سکتا۔
- ۱۶- خنزیر کے بیچے ہم تمھارا منہ توڑ دیں گے۔ تم مودودی کے

چھو معلوم ہو۔ تم ہو۔ خیر دار۔

۱۳- میں نے مودودی کو آج تک نہیں دکھا۔

۱۴- آئندہ بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہم تمھاری اور تمھارے مودودی کی آنکھیں چھوڑ دیں گے۔ کان کاٹ لیگے۔ یہودیوں کے بیچے۔ امریکہ کے دال۔ سرمایہ داری کے لقمہ توڑ۔ حبیب۔

مولانا عہدہ بلند کرتے ہیں۔ مولانا بخش جھاگ پڑتا ہے۔

سقراط و بقراط

(فقط ایک ایکٹ)

پروگرام میں نے نہیں لکھا۔ اس کا لکھنے والا شاید عالم بالا کو سدھار گیا۔ یا کسی کی زلف شکن در شکن میں بندھا پڑا ہے۔ بھلے



بائس نے اپنا نام بھی نہیں بتایا۔ اب یا تو آپ اس کا نام فلاں ابن فلاں سمجھ لیں یا پھر اس ڈرامے کو میم و میسر قرار دے لیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مثل ابن العرب کی کے سر تھوپ دیں۔

میر صاحب :- (غلمسار اندھے میں) کہتے خانصاحب آج تو نصیب اعدا کچھ بچھے سے نظر آ رہے ہیں۔ خیر تو ہے؟

خانصاحب :- (غندھ اسانس لے کر) دل خون ہو کر رہ گیا ہے میر صاحب کہ آج پوری دنیا دشمنوں سے خالی ہو چکی ہے۔ جسے دیکھو سلیمت کا فرکار۔ جذباتیت کا غلام۔ حال کے تقاضوں اور مستقبل کے امکانات پر مہراندہ نگاہ رکھنے والا کوئی نہیں۔ لے لے کے

تقطر الزجّال کا غم بہاری جان لے کر چھوڑے گا۔
 سینے میں درد کی چبک محسوس ہونے لگی ہے۔

میر صاحب :- اچھا ہے ایسی بجز دنیا سے چلے ہی جلتے جہاں
 دانشمندیوں کی برائش بند ہو گئی ہے۔

خالص صاحب :- یہ آپ نے غلط کہا۔ دوسری قومیں بڑے بڑے
 جنیس پیدا کر رہی ہیں۔

میر صاحب :- جنیس!

خالص صاحب :- عبقری کو کہتے ہیں۔

میر صاحب :- اور عبقری شستری کو کہتے ہیں۔

خالص صاحب :- چالت کی باتیں مدت کر دے۔ روس میں کسی کو بھی
 سطحی باتوں کی فرصت نہیں ہوتی نہ وہاں جذب باتیت

کے لئے گنجائش ہے۔ جسے دیکھو عبقری سرگرمیوں
 میں دکھایا ہوا ہے۔

میر صاحب :- مگر وہاں تو ڈکٹیٹر شپ ہے۔ کیا آپ کو بھی ڈکٹیٹر
 شپ کے حق میں ہیں۔

خالص صاحب :- دغا خانے کے انداز میں (کون کہتا ہے وہاں
 ڈکٹیٹر شپ ہے۔ تجلی میں پڑھ لیا ہو گا۔

میر صاحب :- تجلی میں بعد میں پڑھ لے۔ پہلے آپس اور پڑھا
خالص صاحب :- جو چیز تجلی میں آجائے کچھ چھوٹ ہے۔ افزا

ہے۔ چاہے بعد میں آئے۔

میر صاحب :- تجلی میں یہ بھی آیا ہے کہ خدا ایک ہے۔

خالص صاحب :- (جھلا کر) تجلی کا جاہل ایڈیٹر ایک سے معنی بھی
 نہیں جانتا اور پڑھنے کے انداز میں) کیسے ایک ہے۔

عیسائی کہتے ہیں ایک میں تین اور تین میں ایک۔ بت
 پرست کہتے ہیں خدا الگ الگ ہیں۔ کوئی بارش برساتا

ہے کوئی روزی پہنچاتا ہے۔ دہریے ایک بھی خدا نہیں
 مانتے۔ پھر ایک خدا کیسے ہوا؟

میر صاحب :- (آنکھیں چورا کر) مجھے معدے کے منہ پر درد
 محسوس ہو رہا ہے۔ آپ نے ابھی کہا تھا سینے میں

چبک محسوس کر رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم دونوں ایک دوسرے
 کا گلا گھونٹ دیں تو ہر درد سے چھٹی مل جائے گی۔

ایک آپ کی بالغ نظری پر ہمیں اعتماد تھا، مگر
 آپ بھی ڈوب گئے۔ سنا ہے تجلی پڑھتے ہیں۔

میر صاحب :- اجی ہم تو چکنا گھڑا ہیں خاں صاحب۔ تجلی
 پڑھیں یا تجلی با با چائیس چور۔ کھیر پڑی میں کچھ

تھیرتا ہی نہیں۔ سوال یہ ہے آنجناب کیوں بنا
 معدہ دنیا کے غم میں تباہ کرتے ہیں۔ لعنت بھیجئے

سب پر۔

خالص صاحب :- اختیاری بات نہیں ہے میر صاحب۔ ہمیں قدرت
 نے ایک ایسی قوم میں پیدا کر دیا ہے جو زمانے

سے بہت پیچھے ہے۔ اس نے صدیوں سے ایک
 بھی ایسا دانشور پیدا نہیں کیا جو سطحیت اور جذباتیت

سے بلند ہو کر معسر و معنی انداز میں حقائق کا مطالعہ
 کرتا اور تعمیری جوش و خروش کے طوفان نا پیدا

کنار میں اپنی میں ماندہ قوم کو آگے بڑھانے جاتا۔
میر صاحب :- اتنی گاڑھی اردو آپ بولیں گے تو ناچینہ پر

اخراج کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔ پھر سید کا
 مرتبہ بھی آپ کو منگا کر دینا ہو گا۔

خالص صاحب :- انیسویں آپ جیسا کھجور آدمی خلائی راکٹوں کے
 دور میں سید کے مرتبے کی بات کرتا ہے۔ اکدم

گھٹیا ہیں۔

میر صاحب :- (خالص صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر)
 ابھی آپ نے اپنی قوم کی نالائقی کا ذکر فرمایا تھا۔

کیوں نہ آپ اس قوم کو طلاق دیکر کسی دوسری قوم
 سے رشتہ جوڑ لیں۔

خالص صاحب :- استغفر اللہ یہاں تو قومی تعمیر اور ٹھوس مسائل
 کی ادھیڑ میں ہیں سر کھانے کی فرصت نہیں اب طلاق

اور رشتے کی بات کر رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھے
 سطحی کیوں ہو گئے آپ۔

میر صاحب :- سطح سے نجات تو خالص صاحب قبر ہی میں جا کر
 ملے گی۔ یا پھر ہوائی جہاز میں اڑتے پھریں۔

خالص صاحب :- سنجیدگی اختیار کیجئے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ

خالصہ :- آپ شوق سے مریں۔ ہم مر گئے تو جماعت اسلامی کا طوفان گرا ہی سارے عالم کو لے ڈوبے گا۔ میر صبا :- (سجیدگی سے) پھر تو وہ بات ٹھیک ہی ہوگی کہ زمین گائے کے سینگوں پر قائم ہے۔

خالصہ :- وہی سٹی باتیں۔ میر صبا :- خادم سطح کی نہیں زمین کے نچلے پندرے کی بات کر رہا ہے۔

خالصہ :- مگر مطلب کیا ہے آپ کی بگو اس کا۔ میر صبا :- کبھی تم کبھی آپ۔ شاعر لوگ اسے شتر گریہ کہتے ہیں۔

خالصہ :- شاعری ایک قسم کا مانگو بیبا ہے۔ گائے کے سینگوں والی بات آپ کے کیوں کہی؟

میر صبا :- بس کہدی۔ گائے ہمارے دین کا سر ہے نہیں جانور ہے۔ اس کی قوت کا اندازہ کیجئے۔ اتنی بڑی دنیا فقط سینگوں پر تھالی۔ آپ بھی ایسی ہی قوت کا ثبوت دیں گے اگر جماعت اسلامی کے طوفان گرا ہی کو اکیلے ہی جذب کر گئے۔

خالصہ :- ہم جماعت اسلامی کو معاف کر سکتے ہیں مگر موردی صاحب کا وجود ناقابل برداشت ہے۔

میر صبا :- مگر میں نے تو سنا تھا کہ آپ نے تعمیر کی غلطی نامی کتاب لکھ کر مولانا سموددی کو ختم کر دیا۔

خالصہ :- ختم تو کر دیا ہو تا مگر قوم بد ختم تعمیری ذوق اور اعلیٰ شعور سے محروم ہے۔ پہلا یڈیشن ہم نے اسی لئے پانسو چھاپا تھا۔

میر صبا :- اور دوسرا یڈیشن؟ خالصہ :- دو سرا چھپ جاتا تو موردی صاحب کا نام و نشان تک مرٹ جاتا۔ مگر ہماری قوم معیاری کتابوں پر پیسے خرچ نہیں کرتی۔ معروفی تقدیرات لٹریچر تصنیفات کہیں تو کیسے کہیں۔ ہم نے اسی افسوس ناک صورت حال کے پیش نظر اپنی کتاب کو ملخص کر کے چھاپا ہے۔ قیمت صرف

ایک روپیہ۔ دو نسخوں کے خریدار کو ڈاک خرچ معاف۔

میر صبا :- کمال ہے۔ میں نے تو سنا تھا صرف بکرے خصی کے جاتے ہیں آپ کے کتاب کو بھی خصی کر دیا۔

خالصہ :- بالکل ہی جاہل ہو۔ خصی نہیں ملخص۔ خلاصہ جوہر۔

میر صبا :- پھر تخلص کے کیا معنی ہیں؟ خالصہ :- اب تخلص گھسیٹ لائے۔ یا رقم باؤ لے ہو کیا بالکل۔

میر صبا :- ذرہ نوازی ہے آپ کی۔ بھلا آپ کے اپنی علمی انجھنیں دور نہیں کروں گا تو کس سے کروں گا۔

خالصہ :- یہ علمی انجھن ہے عقل کے ناخن لو۔ میر صبا :- سانی کہہ لیجئے۔ دراصل ایک جیسے الفاظ میرا دماغ خواب کر دیتے ہیں۔ اب دیکھ لیجئے آپ نے ملخص کہا میرے دماغ میں فوراً خصی اور تخلص گھس آیا۔

۔ ہو سکتا ہے میں آپ کے اب تخلص اور خلاصی کے بارے میں بھی پوچھوں۔

خالصہ :- لغت ہے تم پر۔ وہاں تو جمال عبدالناصر مر گئے اور تم اوندھی سیدھی لفظوں کی گردان کہتے ہو میر صبا :- آپ کے بھی تو سیاہ جوڑا نہیں بدلا۔

خالصہ :- ہمارا دل رور رہا ہے۔ روح تڑپ رہی ہے۔ دماغ جل رہا ہے۔

میر صبا :- پھر میرا بھی معدہ اور ذہن پھڑپھڑے اور گردے سب داغ داغ ہی سمجھتے۔ رائے عالی ہو تو آئیے ہم شہر سے شہر ملا کر رو ہی لیں۔

خالصہ :- شدت گریہ سے ہمارے تو آنسو بھی خشک ہو چکے ہیں۔ اتنا بڑا مسلمان چشم فلک ب کہاں سے دیکھے گی۔

میر صبا :- اب انور سادات آئے ہیں وہ کیا کم بڑے مسلمان ہیں۔

خالصہ :- بہت بڑے ہیں مگر۔ وہ بات کہاں مولوی

ہے لہذا اسے صحیح مانیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس سے ہمارے اُد پر بھی الزام آتا ہے اس لئے صحیح ماننے میں شامل ہے۔

میر حسنا: آپ پر کیا الزام آتا۔ آپ کو تو امریکہ اس لئے بددینا پسند کرے گا کہ اکیلا آپ ہی کا پرچہ پورے بھارت و سرش بلکہ پورے ایشیا میں اول درجے کا پرچہ ہے ورنہ اور تو کوئی بھی پرچہ میرے اور چوتھے درجے سے آگے نہیں بڑھتا۔

خالصا: (کچھ دیر سوچ کر) بات آپ کی مقبول نظر آتی ہے۔ کیا راوی نے یہ بھی بتایا کہ یہ لاکھوں ڈالر کیس ذریعے سے بچھے گئے تھے۔

میر حسنا: کسا کھا کر تباہے گا۔ اس کے نو فرشتوں کو بھی ہوا نہیں لگی۔

خالصا: (سوالیہ نظروں سے گھورتے ہوئے) پھر؟

میر حسنا: امریکہ کی جو خفیہ تنظیم ہے سی آے اے۔ یا شاید سی آئی بی اس کا ایک ممبر میرے سامنے کی تصدیقی عملیاتی کا تباہے زاد پہنوتی ہے اس نے بتایا کہ یہ جو امریکہ میں اور ٹیلی ڈیٹرن کی اہر میں ہیں ان پر مشین کے ذریعے ڈالر امریکہ سے روانہ کئے جاتے ہیں۔ ادھر مولانا مودودی کے گھر لاہور میں اور مولانا ابوالعباس کی قیام گاہ دہلی میں ایسی مشینیں لگی ہوئی ہیں کہ من دبا یا اور ڈالر مشین کے خفیہ خانے میں پہنچے۔ ظاہر میں پیشین ٹائپ رائٹر نظر آتی ہیں۔

خالصا: (آنکھیں چڑراتے ہوئے) ہوں۔ تو یہ چار سو بیسیاں ہیں۔

میر حسنا: ایک اور بھی ذریعہ ممبر حسنا نے بتایا۔ یہ جو مصنوعی ستارے امریکہ کے اڈر ہے ہیں ان میں سے بھی کھیلےاں گرائی جاتی ہیں۔ آسکے اخبار کے لئے جو رقم لگی جاتی تھی وہ اس شکل میں بھی لگی تھی مگر مصنوعی ستارے کے پائلٹ کی ذرا سی ٹکنس کی غلطی سے وہ بجائے آسکے دفتر کی چھت پر گرنے کے ایڈیٹر اخبار دعوت کے گھر کے صحن میں جا

مدن کی سہی۔

میر حسنا: اوہ تو کیا جمال عبدالناصر دارطھی بھی رکھتے تھے؟
خالصا: (آنکھیں نکال کر) یہ میں نے کب کہا۔
میر حسنا: پورا شعر پڑھیے۔ بڑھائی شیخ نے دارطھی اگر جیس کی سی۔

خالصا: تم زبان و ادب کو سمجھنے کا سلیقہ ہی نہیں رکھتے۔
لا حول ولا قوۃ دارطھی کا کیا ذکر۔

میر حسنا: آپ دارطھی پر لا حول پڑھ رہے ہیں۔
خالصا: ہم تمہاری عقل پر لا حول پڑھ رہے ہیں۔
تجلی تم جیسے بد عقلوں ہی کی وجہ سے زندہ ہے ورنہ کوئی دو کوڑی کو نہ پوچھتا۔

میر حسنا: بندہ خرید کر نہیں پڑھتا۔ پتہ نہیں آج کل وہ زیادہ ضخامت کے پرچے کیوں نکال رہا ہے۔

خالصا: (تغیر ریاح) آپ کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ جب ریاح اندر جمع ہو جائیں تو پیرٹ پھولتا ہے پھکتا نہیں۔

میر حسنا: آپ نے حکیمانہ طرح سے سوچا۔ میں کچھ اور بھی سمجھ رہا تھا۔
خالصا: آپ کیا اور آپ کی سمجھ کیا۔ کیا کچھ ہے تھے آپ؟

میر حسنا: میرا خیال تھا کہ امریکہ امداد آرہی ہے۔
خالصا: غنیمت ہے کھی آئے ہیں اب عقل کی طرح سوچا۔ امریکہ امداد تو خیر تجلی اور جماعت اسلامی کو ملتی ہی ہے۔ یہ نہ ملے تو ان کا وجود ہی فنا ہو جائے۔

میر حسنا: میں نے تو ایک بات اور بھی سنی ہے۔
خالصا: (دو ٹک کر) کیا؟

میر حسنا: امریکہ نے کئی بار لاکھوں ڈالر آسکے پرچے کے لئے بھی بھیجے مگر بیچ میں مودودیوں نے منہم کر لئے۔

خالصا: ہو سکتا ہے مگر نہیں بھی ہو سکتا۔
میر حسنا: آپ میری ذہنی سطح سے اونچے نکل گئے۔

خالصا: (مطلب یہ ہے کہ مودودیوں کا غاصب دور بے ایمان ہونا تو اس روایت سے بخوبی واضح ہو جاتا

گرمی -

خالصنا: - مصنوعی سیاروں میں بالٹ کہاں ہوتا ہے۔
میرضنا: - یہی تو چال بازی ہے خالصنا۔ امریکہ نظر ہر تو ہے آدی کے سیارے چھوڑتا ہے مگر کسی بھی میں دھی بھی بھسا دیتا ہے۔

خالصنا: - ذکر میں ہر پہلو بدلتے ہوئے چلتے وہ تو ہوگا۔ سوال یہ ہے ہماری رقم ہمیں کیسے لے۔ خرید ضروریات ہیں۔ دفتر کو ابھی تک ایرکٹیشنڈ بھی نہیں کرایا جا سکا۔

میرضنا: - میں نے سالے کے ذریعے ممبر صبا کو کہلوا یا تو تھا کہ امریکہ سے انتظام ٹھیک کر آئیں۔ انھوں نے اطمینان دلا ہے کہ امریکی سائنسدان بہت جلد ایک ایسی مشین ایجاد کر رہے ہیں جس کے ذریعے ہر رقم ٹھیک اس شخص کے ٹیکے کے نیچے پہنچ جایا کرے گی جسے بھی مقصود ہوگی۔

خالصنا: - کیا خبر تک کریں گے۔ ہمارا اخبار فی الحال اول درجے کا اخبار ہے لیکن اسے ترقی دینے کے لئے اچھی رقم مل جائے تو بہت جلد یہ اسپیشل درجے میں آجائے گا۔

میرضنا: - مولوی ناسور تو کہہ رہے تھے کہ احمد آباد رلیف فنڈ سے تین ہزار اچھی پھلے ہی جھینے آپ کے اخبار کی طرف منتقل کیے گئے۔

خالصنا: - (جھلا کر) ارے تو تین ہزار سے کیا ہوتا ہے کم سے کم پچاس ہزار۔

میرضنا: - چلے فی نسا اگر تین ہزار بھی آپ کو ملتے رہے تو سترہ اٹھارہ نساوں میں کام ہو جائے گا۔

خالصنا: - آپ بیوقوف ہیں۔ رقم اٹھی جاتی ہے۔ ہر دوڑے نساوں میں اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ پہلے نسا کے رلیف فنڈ سے اخبار کو ملی ہوئی رقم اٹھے نسا تک خرچ ہو جاتی ہے۔

میرضنا: - مشکل یہ ہے کہ اب آپ کی جماعت کو رلیف

کی رقمیں کم آنے لگی ہیں۔ زیادہ لوگ جماعت اسلامی کو بھیجتے ہیں۔

خالصنا: - (دلدار کراد کے ساتھ) یہی تو قوم کی بے حسی ہے افسوس قوم ڈوب گئی۔ یہ اور ڈوبے گی۔ ہاں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ اس سے آئی بی کے ممبر سے نہیں ملو اور ہیں۔

میرضنا: - ضرور ہو سکتا ہے۔ مگر وہ ہمارا اسلامیہ ذرا کاروباری ذہنیت کا ہے۔ ہزار دو ہزار اس کی جیب میں ڈالے جائیں تب شاید ملو اورے۔

خالصنا: - فی الحال ناممکن۔

میرضنا: - ایسے ناظم صاحب سے کہتے نا۔
خالصنا: - نقل ہی کہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ذرا کوئی بڑا سافٹ ویئر ڈالے دو۔ اب کیا معلوم کتب تک ہو بڑا فساد۔

میرضنا: - یہ واقعی مسئلہ ہے۔ اچھا کیا زکوٰۃ فنڈ سے نہیں نکلا سکتے۔

خالصنا: - وہیں کیا دھرا ہے۔ پچھلے ہفتے برس کی مشین کی مرمت میں اسی سے چھ سو خرچ کئے گئے۔ بارہ سو مولوی نایاب کو دیئے گئے۔ ان کی صاحبزادی کی نسا دی تھی۔

میرضنا: - جیسے دفعتاً کچھ یاد آ گیا ہو اور ہاں وہ آپ کی لاٹری کا کیا ہوا؟

خالصنا: - کچھ نہیں ہوا۔ جو ہاتھ نمبر کھولنے کے اجازت ہیں وہ سنا ہے جماعت اسلامی سے متاثر ہیں پھر بھلا ہمارا نمبر کیسے کھلے دیتے۔

میرضنا: - ہاٹے جماعت اسلامی سے متاثر! (میرضنا جب ہکا بکا نظر آتے ہیں)

خالصنا: - نہیں تو کیا۔ شروع سے آج تک ہم ٹکٹ خرید رہے ہیں۔ یہ آخر کیا بات ہے کہ ہمارا ہی نمبر نہیں کھلتا۔

میرضنا: - یہ جماعت اسلامی والے دنیا کو نسا کر کے رہیں گے۔

ان کا علاج آخوکیا ہو۔ گولی۔ پھانسی۔ مار مار کر پھس بھر دیا جائے ان کھنٹوں کا۔

حجب خالصنا:۔ حکومت ہی ناکارہ ہے۔ ہم نے شری پھاٹکا کے ذریعے اور برسات پہنچائی تھی کہ اگر حکومت ہماری کتاب تعمیر کی غلطی کو دس بیس لاکھ چھاپ کر بٹوادیے تو جماعت اسلامی کا نام و نشان ہی دنیا سے مٹ جائے۔ مگر سب تمہارے درجے کے گھنٹیا کاموں میں مصروف ہیں۔ کوہِ ارجواں مل گیا کہ بخت میں گنجائش نہیں۔

حجب میرضنا:۔ آپ نے جو خلاصہ شائع کیا تھا اس کا کیا ہوا۔

خالصنا حجب:۔ وہ بھی کم و بیش سب کا سب الماری میں ڈھیر ہے۔ بد بخت تجلی جیسے پرچوں نے عوام پرچوں کا مذاق لگا ڈیا ہے۔ انھیں تیسرے درجے کی گھنٹیا چیزیں جاہلیوں۔ بکواس چلے پئے۔ تجلی جیسا بازاری چیتھڑا جس ملک میں ہزاروں چھپ جائے وہاں اعلیٰ درجے کے لٹریچر کو کون چھوئے گا۔

حجب میرضنا:۔ تجلی تو سنا ہے عنقریب بند ہونے والا ہے۔

خالصنا حجب:۔ (چہرے پر شناخت ڈھرائی ہے) بند ہونے والا۔ سچ کہتے کس سے سنا ہے۔

حجب میرضنا:۔ راوی کہہ رہا تھا۔

خالصنا حجب:۔ اب مجھ سے بھی بھوٹے۔ کیا کہہ رہا تھا۔

حجب میرضنا:۔ کہہ رہا تھا کہ انجمن خدام الوطن والے ایک پوسٹر چھاپنے والے ہیں جس میں واضح کیا جائے گا کہ ایڈیٹر تجلی یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ یہاں مسلمان اور جماعت اسلامی جیسے ناکارہ گروہوں کی حمایت کرتا ہے۔ یہ دونوں گروہ خالص یہودیوں کے جاسوس ہیں۔ جب یہ پوسٹر شائع ہو تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں نفرت کی آہر دوڑ جائے گی اور ایڈیٹر تجلی کو کسی جہاد وطن نے قتل ہی نہ کیا تب بھی تجلی کا تو بائبر کا ہر ہی جائے گا۔

حجب خالصنا:۔ (دیر تک کہ) بار تم بھی عقل سے کورے ہی ہو۔

کہیں ایسے پوسٹروں سے کام چلتا ہے۔

حجب میرضنا:۔ راوی کا تو یہی خیال تھا۔ پھر آپ کی رائے میں اور کس طرح کا پوسٹر چھاپا جائے؟

حجب خالصنا:۔ اگر ہمارے اخبار کی اشاعت بڑھ جائے تو تجلی کی اشاعت گھٹ سکتی ہے۔

حجب میرضنا:۔ کتنی بڑھنی چاہیے؟

خالصنا حجب:۔ کم سے کم دس بارہ ہزار۔

حجب میرضنا:۔ فی الحال کتنا چھپ رہا ہے؟

خالصنا حجب:۔ (تیسری چڑھا کر) آپ کو اس سے بحث نہ ہونی چاہئے۔

حجب میرضنا:۔ آپ کے سرکولیشن نیچر تو کہہ رہے تھے کہ چودہ ہزار چھپ رہا ہے

خالصنا حجب:۔ تو تو آپ بھی یہی کیا کیجئے کہ بارہ چودہ ہزار چھپ رہا ہے۔

حجب میرضنا:۔ اصل حقیقت کیا ہے؟

خالصنا حجب:۔ پھر یہ تجلی کی باتیں۔ حقیقت ہر حال میں حقیقت ہے چاہے وہ آپ کے علم میں آئے نہ آئے

حجب میرضنا:۔ اچھا ایک بات بتائیے۔ تصویروں کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

خالصنا حجب:۔ (براسا منہ منہ کہہ) کہاں سے کہاں چھپا رنگ لگاتے ہو۔ تصویروں کا بھلا کیا ذکر تھا۔

حجب میرضنا:۔ آپ کو نہیں بتا بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا ہے۔ لکھنؤ کے ایک مرزا صاحب کا لٹریچر کا بھائی بھاگ گیا ہے۔

خالصنا حجب:۔ یہ نیا موضوع ہوا۔ ارے تم ہوش میں ہو۔

حجب میرضنا:۔ پوری بات تو سنئے۔ آپ کے روز نامہ جمعیت میں ابھی اکتوبر ہی کے نمبر میں چند بار افغان ہنر کا اشتہار چھپا ہے۔ اس میں ایک جوان لٹریکس کا فوٹو ہے۔ لکھنؤ کے مرزا قمر الدین کا جوان لٹریکس کا اس فوٹو پر اس بڑی طرح عاشق ہوا کہ پہلے تو کسی دن پاگلوں کے انداز میں شعر لگنا مارا۔ لیلی لیلی پکاروں میں بن میں۔ لیلی پیاری سی مورے میں میں۔ پھر والد صاحب

ان کا علاج آخوکیا ہو۔ گولی۔ پھانسی۔ مار مار کر پھس بھر دیا جائے ان کھنٹوں کا۔

حجب خالصنا:۔ حکومت ہی ناکارہ ہے۔ ہم نے شری پھاٹکا کے ذریعے اور برسات پہنچائی تھی کہ اگر حکومت ہماری کتاب تعمیر کی غلطی کو دس بیس لاکھ چھاپ کر بٹوادیے تو جماعت اسلامی کا نام و نشان ہی دنیا سے مٹ جائے۔ مگر سب تمہارے درجے کے گھنٹیا کاموں میں مصروف ہیں۔ کوہِ ارجواں مل گیا کہ بخت میں گنجائش نہیں۔

حجب میرضنا:۔ آپ نے جو خلاصہ شائع کیا تھا اس کا کیا ہوا۔

خالصنا حجب:۔ وہ بھی کم و بیش سب کا سب الماری میں ڈھیر ہے۔ بد بخت تجلی جیسے پرچوں نے عوام پرچوں کا مذاق لگا ڈیا ہے۔ انھیں تیسرے درجے کی گھنٹیا چیزیں جاہلیوں۔ بکواس چلے پئے۔ تجلی جیسا بازاری چیتھڑا جس ملک میں ہزاروں چھپ جائے وہاں اعلیٰ درجے کے لٹریچر کو کون چھوئے گا۔

حجب میرضنا:۔ تجلی تو سنا ہے عنقریب بند ہونے والا ہے۔

خالصنا حجب:۔ (چہرے پر شناخت ڈھرائی ہے) بند ہونے والا۔ سچ کہتے کس سے سنا ہے۔

حجب میرضنا:۔ راوی کہہ رہا تھا۔

خالصنا حجب:۔ اب مجھ سے بھی بھوٹے۔ کیا کہہ رہا تھا۔

حجب میرضنا:۔ کہہ رہا تھا کہ انجمن خدام الوطن والے ایک پوسٹر چھاپنے والے ہیں جس میں واضح کیا جائے گا کہ ایڈیٹر تجلی یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ یہاں مسلمان اور جماعت اسلامی جیسے ناکارہ گروہوں کی حمایت کرتا ہے۔ یہ دونوں گروہ خالص یہودیوں کے جاسوس ہیں۔ جب یہ پوسٹر شائع ہو تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں نفرت کی آہر دوڑ جائے گی اور ایڈیٹر تجلی کو کسی جہاد وطن نے قتل ہی نہ کیا تب بھی تجلی کا تو بائبر کا ہر ہی جائے گا۔

حجب خالصنا:۔ (دیر تک کہ) بار تم بھی عقل سے کورے ہی ہو۔

گردانِ خلائی را کٹوں اور اٹھی آبدوزوں کے زمانے میں بے حد مضحکہ خیز ہے۔ تعمیری انداز میں سوچئے۔ حسین تصویریں لاشعور کی جزوں میں نفسیات کی عم زبیری کرتی ہے جس سے ایک صوت منطقی شعور جنم لیت ہے۔ ہر طبقاتی شعور لازمی طور پر ایسے لکڑوں اور پرزوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کی مابعد طبیعی گردش صحیح ذہنی مزاج کو تقویت دیتی ہے۔ دین کو اس کے مائتسی میں منظر میں دیکھئے تو وہ معروفی انداز کا ایک تصویریری الیم نظر آئے گا جس میں ہماری تاریخ ہماری سماجی رجائیت، ہمارا طبقاتی ذہن، ہمارا سارا روایتی وجود فلمی اسکریں کی طرح متحرک نظر آئے گا اور اس حرکت و جنبش سے تعمیری زاویوں کے بے حد یوانا اور تندرست سوتے پھوٹیں گے۔

د میر صاحب کی آنکھیں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ پیشانی پر سینے کے قطرے نمودار ہوتے ہیں پھر وہ جگر لگرتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اب یہ کون بتائے کہ یہ مہوشی سیاسی تھی یا سچ اسکے ہوش و حواس خالص صاحب کے زبردست علمی و سماجی اکتشاف کی تاب نہ لاکر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے

مسئلہ حالی

سین آموز اور عبرت انگیز واقعہ نگاری کا یہ مرقعہ آج بھی اتنا ہی تازہ ہے جتنا سالوں پہلے تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حالی مرحوم نے ٹھیک آج ہی کے حالات پر یہ طویل نظم کہی ہو۔

خود پڑھئے

قیمت ————— ڈیڑھ روپے

مکتبہ تجلی - دیوبند (دیوبند)

کے کس کا قفل توڑ کر چار سو روپے نکالے اور فوٹو دانی کی تلاش میں بمبئی روانہ ہو گیا۔ اب مرزا قمر الدین سراج برس سے ہیں کہ یہ حوام نور جمعیتہ علماء و ائمہ تصویروں کو حرام بھی کہتے ہیں اور لوگوں کی تصویریں بھی چھپانے ہیں۔ ایک موقع پر کسی گستاخ نے کہا کہ مولوی صاحب آپ بھی تو جمعیتی ہی ہیں۔ مولوی صاحب نے اپنے سینے پر دو ہتھ پڑا کر کہنے لگے۔ ہاتھ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ مجھ بدبخت کو کیا معلوم تھا کہ قیامت میرے ہی جگر گشتے پر ٹوٹے گی۔

خالص صاحب: غضب ناک ہو کر گدھے لوگ ہیں۔ جوان لڑکا عشق نہیں کرے گا تو کیا سچ گھونٹے گا۔ تہجد پڑھے گا۔

میر صاحب: بے شک بے شک۔ مگر مولوی قمر الدین کا ایک پرائیم اور ہے (دینی آواز میں) بات اپنے تک ہے۔ وہ حضرت خود بھی اس فوٹو پر عاشق ہو گئے تھے۔ سوچ رہے تھے کہ بمبئی جا کر اس دنیا کا عالم کا سراغ لگائیں مگر اچانک یہ چہرہ چلا کہ صاحبزادے بھی اسی فتنہ دوراں کے تیر نظر کا شکار ہوئے تو پارٹ اٹیک ہوتے ہوئے بچا۔ اب استغفار لئے گھوم رہے ہیں کہ کیا فرماتے ہیں علامے دین شرح متین سچ اس مسئلے کے کہ باپ اور بیٹا اگر ایک ہی لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو جائیں تو نکاح کا حجتی شفعہ پہلے کے پہنچتا ہے۔

خالص صاحب: حوال والا۔ حوال والا۔ ہر شخص گھٹیا انداز میں سوچ رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں عشق اور نکاح لازم ملزوم ہیں۔ میر صاحب: ابھی یہ مسئلہ تو مولویوں کے لئے چھوڑیے۔ سوال فوٹو چھاپنے کے جواز اور عدم جواز کا ہے۔ میرا بھلا سالا جماعت اسلامی کے چکر میں پھنس گیا ہے۔ وہ بار بار مجھ سے سوال کرتا ہے۔

خالص صاحب: آپ سب لوگ پانچ سو سال پہلے کی دنیا میں بس رہے ہیں۔ جائز ناجائز۔ ناجائز جائز۔ یہ

اسلام کی دعوت | کار و رسالت اسلام کی دعوت کے لئے ضروری اوصاف اور متعلقہ مباحث پر سید جلال الدین طبری کی فکر انگیز تصنیف تین روپے ۲/۲۱

تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی

مرتبہ ۱۹۸۰ء - مولانا ابوالحسن علی ندوی - جلد ۲ صفحہ ۲۱۰

صفائی معاملات | جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں مولانا اشرف علی نے معاملات کی صفائی کے شرعی طریق بیان فرمائے ہیں۔ بڑے کام کا مالک نہیں ہے آپ جیسے کریں | مولانا منظور نعمانی کی معروف کتاب قیمت جلد ۲/۱

ایصال ثواب | ایصال ثواب کا وہ صحیح طریقہ جو بدعتوں سے پاک ہے۔ قیمت ۱/۱

بزم پیغمبر | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس تذکرہ اس انداز میں کہ بیٹھا مسائل اور نصاب اور دینی تعلیمات سے واقفیت ہوتی چلی جاتی ہے۔ قیمت ۱/۲۵

قبل نما | مولانا محمد قاسم صاحب کی معرکہ الآراء کتاب تشریح و تفسیر کے ساتھ جلد آٹھ روپے ۲/۱۰

حجۃ الاسلام مکمل | تصنیف مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریح تفسیر کے ساتھ صلاۃ و زکوٰۃ جیسے فرائض اور اہم ترین اسلامی عقائد کی حکمتیں اور توجیہیں، عجیب کتاب ہے قیمت ساڑھے تین روپے ۲/۵

انتصار الاسلام | یہ بھی مولانا محمد قاسم صاحب کی تصنیف ہے۔ یہ وہ مشہور کتاب ہے جو بہت سے اہم مسائل و عقائد پر عجیب و غریب روشنیوں کو پیش کرتی ہے۔ کلام شیعہ کا گنجینہ جو کہ مولانا مغفور کی زبان میں لکھی ہوئی ہے اس لئے کتاب تشریح و تفسیر کے ساتھ تھاپی گئی ہے۔ اعلیٰ ایڈیشن۔

قیمت جلد ۳/۲۵

سیرت خلفائے راشدین | مولانا عبد الشکور کھٹھی کی مقبول کتاب تالیف جلد ۲/۵

مکتبہ تحلی - دیوبند (پوچی)

اسی بوتل میں زندگی ہے
 ہمدرد کا مارا لکھم جدید ترین سائیکس طریقوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ اسی لیے یہ زیادہ بہتر اور زیادہ مفید ہے



ہمدرد

ہمدرد کا مارا لکھم
 ہمدرد نے دارالعلوم میں وہ بہترین اجراء شامل کئے ہیں جن سے انسانی جسم کو پریشانی اور بھروسہ طاقت حاصل ہوتی ہے۔

ہمدرد کا مارا لکھم آسانی سے ذرا باریخ میں جذب ہو جاتا ہے۔ یہ خاص طور پر جالوں کے دنوں میں عورتوں اور مردوں کے لیے خیریت عمدہ لکھم ہے۔ قوت و تندرستی نیا انگوں کے لیے آپ ہمدرد کے مارا لکھم کو پورے پورے سے کھاتے استعمال کیجئے۔

ہمدرد کا مارا لکھم لیے
 یہ بہترین ہے اور بہترین طریقہ سے تیار کیا جاتا ہے۔

(شیر احمد جدی)

گھڑیا

دارجہ حجازیہ

ملنے کا پتہ: دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ نمبر ۱
کتابت طباعت روشن، کاغذ اچھا۔
قیمت: دو روپے پچاس پیسے۔

یہ چھپنے والی صفحہ کی منی سہی کتاب جو تیس سال کے لئے اس وقت پیش نظر ہے حکیم محمد کمال بحر العلومی کی تالیف ہے جسے انھوں نے عبدالباری صاحب معلم کی فرمائش پر لکھا ہے۔
یہ اسباقی حازر میں حج اور زائری بیت اللہ اور حجاز مقدس کی روزمرہ زبان لکھانے کیلئے ترتیب دیئے ہیں۔ جنوں میں پہلے مفرد الفاظ کی ہر سمت دی ہے اور پھر ان مفرد الفاظ سے مرکب جملے بنائے گئے ہیں۔

عربی کا موجودہ تلفظ سکھانے کی لوری کو شمش کی گئی ہے اور تقریباً کتاب کا نصف حصہ اسی کو شمش کی نذر ہو گیا۔ کتاب میں الفاظ کے بجائے فقرات کا تلفظ دیا گیا ہے۔
ضروری بات تو یہ تھی کہ صرف مختلف فیہ کلمات الفاظ کا تلفظ سکھایا جانا اس طرح یہ کتاب اور زیادہ مفید بن جاتی۔ مزید مکالمے اور محاورے شامل ہو جاتے۔

بہر حال یہ رسالہ اپنی موجودہ صورت میں بھی حاجیوں کو حجاز مقدس کی روزمرہ بول چال سے روشناس کرانے کے لئے ایک اچھی اور ابتدائی کوشش ہے جو موجودہ عربی بولنے اور سمجھنے میں اس رسالے سے کافی مدد مل سکتی ہے اور ضرورت مند حضرات اس کے مطالعہ سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔

قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمان

ملنے کا پتہ: مسلمانوں کا سوشلسٹ سینٹر طرہ ۱۹
ڈیفنس کالونی نئی دہلی ۱۱۰۰۱۱
یہ سلسلہ مطبوعات راجندر اور نیل اسٹڈیز کا
ایک سوال نمبر ہے۔ کتابت طباعت خاصی، کاغذ
گھٹیا، ساڑھے چھوٹا، صفحات صرف تیس۔
قیمت: دو روپے

اس کتاب کے میں دو مقالے ہیں ایک ظفر امام صاحب کا اور دوسرا عابد رضا پیدار صاحب کا، مضمون عنوان سے ظاہر ہے۔ ظفر امام صاحب نے اپنے مقالے میں کچھ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے لیکن انھوں نے کچھ کی کسی منطقی سیر سے نہیں شرح نہیں کی اور نہ تہذیب و تمدن کی حدود متعین کیے ان کی ایسی تعریف بیان کی جس سے ذہن داغ میں کوئی مفہم متعین ہو جائے اور پڑھنے والے کو تسکین و اطمینان نصیب ہو۔ انھوں نے روایتی کچھ پر جو کلام کیا ہے وہ ادھر اچھی ہے اور شہہ بھی

روایتی کچھ کو خاک میں ملانے والا اور قدیم تہذیب و تمدن کی بنیادیں پلانے والا غیر روایتی کچھ کو تہذیب سے اس کی لہر میں کہاں اٹھ رہی ہیں اور وہ کہاں جا کر تم ہو تا ہے؟ اور کیا حقیقت میں اس غیر روایتی کچھ کا کہیں وجود بھی ہے؟
درد تو بڑی چیز ہے کیا کسی ہندوستانی داغ میں اس غیر روایتی کچھ یعنی حجازیاتی، علاقائی اور نسلی تہذیب و تمدن کا کوئی خاکہ یا نقشہ بھی ہے ان باتوں کی مقالے میں کوئی نشانہ

پڑھنے، سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے یہ چھوٹے چھوٹے مقالے بھی فکر و نظر کو کوشش کی دعوت اور کردار کا پیش کا پیغام دیتے ہیں۔ اگر کتابچہ کی قیمت زیادہ نہ ہوتی تو عام لوگ اسے پڑھتے اور فائدہ اٹھاتے سوچنے والے سوچنے اور سمجھنے والے سمجھتے۔

نہیں کی گئی مقالہ نظریات اور تصورات کا ایک مسلسل اور حسین خواب ہے اور اس خواب کا بنیادی مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ لوگ اپنے روایتی کچر اور قومی ورثہ کا باہرہ اتار کر کھینکریں اور اس نایافت اور جدید تصور کی لا حاصل کھوج میں لگ جائیں۔
درحقیقت اس قسم کے عنوانات پر بہت کچھ لکھنے اور

خاص نمبر

گذشتہ سال تجلی کا جو ضخیم خاص نمبر شائع ہوا تھا اس کے آخری ایڈیشن کی کچھ کامیابیاں اب بھی موجود ہیں۔ یہ نمبر جن حضرات نے نہیں دیکھا انھیں ضرور دیکھنا چاہیے۔ دین و دنیا، علم و معلومات اور دلچسپیوں سے تعبیر لے گا۔ خصوصاً اس کا وہ حصہ تو سنسازیری حقیقت رکھتا ہے جس میں مولانا مودودی پر لکھے گئے اعتراضات کے حقیقی جوابات دیئے گئے ہیں۔ عصمت انبیاء، تنقید اور معیار حق، مسئلہ مجال، تقلید و سنت، التجور، مؤلفۃ القلب، جمع بین الاختین، منعمہ اور سجدہ تلاوت، بلا و ضو کا مسئلہ، ان موضوعات پر ائمہ و فقہاء اور قرآن و حدیث کی صراحتیں۔ آپ اندازہ کر سکیں گے کہ مولانا مودودی کے معترضین کس بے علمی اور تعصب کے شکار ہیں۔ ساڑھے پانچ روپے بھیکو یہ خاص نمبر آپ طلب فرما سکتے ہیں۔
شیخ تجلی - دیوبند (دیوبند)

فتاویٰ شامی (دوبئی) علامہ ابن عابدین شامی کی مشہور تالیف ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے اس باب فتویٰ اس پر اعتماد کرتے ہیں اور فقہی ضرورتوں کے لئے ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔۔۔ یہ عرصہ سے بالکل نایاب تھی۔ اب بذریعہ فوٹو انڈیٹ اسکی پانچوں جلدیں شائع کی گئی۔ مکمل کی قیمت ڈھائی سو روپے۔ ڈاک خرچ نو روپے علاوہ۔ خصوصاً ہی سے عایت۔۔۔ جو حضرات ۳۰ نومبر ۱۹۷۰ء سے پہلے طلب فرمائیں گے انھیں ۳۳ فی صد کمیشن یا جائزہ کا اور ڈاک خرچ بھی معاف ہوگا (یعنی مکمل انڈیٹ ایک سو پندرہ روپے)۔
مفتی مکتبہ نعمانیہ - دیوبند (دیوبند)

دل سے متعلق بیماریوں کی تفصیل
غذا پر ہیز، مفید تدابیر جاننے
کے لئے لٹریچر

دل کے دورے
مفت منگا کر پڑھیے



قدیم دوا خانہ
ہاشمی دوا خانہ - دارالشفیق ممبئی
امروہہ - ضلع مراد آباد
(دیوبند)

اگر شیباب میں شکر آ رہی ہے تو
رسالہ ذیابیطیس شکر
مفت منگا کر پڑھیے

اس رسالے میں اسباب علامات
علاج غذا اور پرہیز لکھا گیا
ہے

Monthly

KAJALY

DIQRANDUM

تجلی

REGD. NO. 1972

DURR-E-NAJAF

URINA



سچے موتی
 سونے چاندی کے فرقی
 اور ۲۶ دواؤں کا یہ مرکب
 طب قدیم کے ایک
 نادر نسخے سے قدیم ہی
 طرز پر تیار کیا جاتا ہے۔
 • آنکھوں کی تمام بیماریوں
 میں مفید۔
 • بیجاہ کو قوت آور
 پانداری دینے والا۔

ماہر حضرت
 خواجہ ایوب
 صاحب فرانس

ہماری خاص دوا
 سنائی ۱۵ پیسے

ڈاکٹر
 2-50

ایک تولہ
 چھ روپے

بھاش
 نسخوں پر

کتابیں
 بیگانہ

دار الفاضل
 دہلی

کوئی بھی دکان میں اس دوا کو نہ ملے تو یہ دکان